نوائے افغان جہاد

ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ
جنوری ۲۰۱۷ء

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۚ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ

تو ہرگز خیال نہ کر کہ اللہ ان کاموں سے بے خبر ہے جو ظالم کرتے ہیں، انہیں صرف اس دن تک مہلت دے رکھی ہے جس میں نگاہیں پھٹی رہ جائیں گی۔

امیر المومنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔ دنیا منہ پھیر کر جا رہی ہے اور اپنے رخصت ہونے کا اعلان کر رہی ہے اور آخرت سایہ ڈال چکی ہے اور جھانک رہی ہے۔ آج دوڑانے کے لیے گھوڑے تیار کرنے کا دن ہے، کل قیامت کو ایک دوسرے سے آگے بڑھنا ہو گا اور آگے بڑھ کر جنت میں جانا ہو گا، اگر جنت میں نہ جا سکا تو پھر اس کا انجام جہنم کی آگ ہے۔ توجہ سے سنو! تمہیں ان دنوں عمل کرنے کی مہلت ملی ہوئی ہے۔ اس کے بعد موت ہے جو بہت تیزی سے آ رہی ہے جو پہلے کے دنوں میں موت کے آنے سے پہلے اپنے ہر عمل کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرے گا وہ اپنے عمل کو اچھا اور خوب صورت بنا لے گا اور اپنی امید کو پا لے گا اور جس نے اس میں کوتاہی کی اس کے عمل خسارے والے ہو جائیں گے، اس کی امید پوری نہیں ہو گی بلکہ امید کی وجہ سے اس کا نقصان ہو گا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے ثواب کے شوق میں، اس کے عذاب سے ڈر کر عمل کرو! اگر کبھی نیک اعمال کی رغبت اور شوق تم پر غالب ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اور اس شوق کے ساتھ خوف پیدا کرنے کی کوشش کرو اور اگر کبھی اللہ تعالیٰ کے خوف کا غلبہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور اس خوف کے ساتھ کچھ شوق ملانے کی کوشش کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتایا ہے کہ اچھے عمل پر اچھا بدلہ ملے گا اور جو شکر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی نعمت بڑھائے گا۔ میں نے جنت جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی کہ جس کا طالب سو رہا ہو اور میں نے اس سے زیادہ کمانے والا نہیں دیکھا جو اس دن کے لیے نیک اعمال کماتا ہے جس دن کے لیے اعمال کے ذخیرے جمع کیے جاتے ہیں اور جس دن دلوں کے تمام بھید کھل جائیں گے اور تمام بری چیزیں اس دن جمع ہو جائیں گی۔ جسے حق سے کوئی فائدہ نہ ہوا اسے باطل نقصان پہنچائے گا۔ جسے ہدایت سیدھے راستے پر نہ چلا سکی اسے گمراہی سیدھے راستے سے ہٹا دے گی۔ جسے یقین سے کوئی فائدہ نہ ہوا اسے شک نقصان پہنچائے گا اور جسے اس کی موجودہ چیز نفع نہ پہنچا سکی اسے اس کی دور والی غیر حاضر چیز بالکل نفع نہیں پہنچا سکے گی۔ تمہیں کوچ کر کے سفر میں جانے کا حکم دیا جا چکا ہے اور سفر میں کام آنے والا توشہ بھی تمہیں بتایا جا چکا ہے۔ توجہ سے سنو! مجھے آپ لوگوں پر سب سے زیادہ دو چیزوں کا ڈر ہے، ایک لمبی امیدیں دوسرے خواہشات پر چلنا! لمبی امیدوں کی وجہ سے انسان آخرت کو بھول جاتا ہے اور خواہشات پر چلنے کی وجہ سے حق سے دور ہو جاتا ہے ۔توجہ سے سنو! دنیا پیٹھ پھیر کر جا رہی ہے اور آخرت سامنے آ رہی ہے اور دونوں کے طالب اور چاہنے والے ہیں! اگر تم سے ہو سکے تو آخرت والوں میں سے بنو اور دنیا والوں میں سے نہ بنو کیونکہ آج عمل کرنے کا موقع ہے لیکن حساب نہیں ہے۔ کل حساب ہو گا لیکن عمل کا موقع نہیں ہو گا"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوائے افغان جہاد

جلد نمبر ۱۰، شمارہ نمبر ۱

ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ   جنوری ۲۰۱۷ء

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا
"دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر یا رہ گذر رہتا ہے"

اس شمارے میں

اس کے علاوہ دیگر مستقل سلسلے

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (E-mail) پر رابطہ کیجیے۔

nawai.afghan@yandex.com

انٹرنیٹ پر استفادہ کے لیے:

Nawaiafghan.blogspot.com
Nawai-afghan.blogspot.com

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے

قارئین کرام!

عصرِ حاضر کی سب سے بڑی صلیبی جنگ جاری ہے۔اس میں ابلاغ کی تمام سہولیات اور اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے تمام ذرائع 'نظامِ کفر اور اس کے پیروؤں کے زیرِ تسلط ہیں۔ان کے تجزیوں اور تبصروں سے اکثر اوقات مخلص مسلمانوں میں مایوسی اور ابہام پھیلتا ہے، اس کا سدِ باب کرنے کی ایک کوشش کا نام 'نوائے افغان جہاد' ہے۔

نوائے افغان جہاد

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبینِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- افغان جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورت حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے ....

اِسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے

یہ رات میرے چراغوں سے ہار جائے گی!

آج شام اور عراق کی سرزمین کا منظر نامہ زخموں سے چُور جسم، ہولناک فضائی بم باریوں، کیمیائی گیس کے حملوں، کٹی پھٹی لاشوں، بھوک پیاس اور دربدری سے بلکتے بچوں، کھنڈر بنی بستیوں، اجڑی ہوئی ماؤں بہنوں، بے جان لاشوں میں بدل جانے والے بوڑھوں، یخ بستہ موسموں کے تھپیڑے کھاتے مہاجروں، منفی درجہ حرارت میں بوسیدہ خیمہ بستیوں میں رہتے مفلوک الحال، بے سروسامان، ٹھٹھرتے، کپکپاتے اور سردی سے نیلے پڑتے جسموں، بے چارگی وکسمپرسی کی تصویر بنے غریبوں، خوخیاتے ہوئے سفاک رافضیوں، عزت وآبرو کے صلیبی، ملحد اور مجوسی لٹیروں اور ''حزب الشیطان'' اور حشد الشعبی کے وحشیوں کی درندگی سے عبارت ہے! لیکن امت مرحومہ کی بے حسی اس سب سے سوا ہے! شہرِ حلب سے آنے والی دلدوز صدائیں' بم باریوں سے تباہ حالی کا شکار ہو جانے والی دیواروں سے ہی ٹکراتی رہیں...امت مسلمہ بحیثیت مجموعی سوئی رہی اور اہلِ شام' الحاد و رفض کے بدترین فساد کی نذر ہو رہے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امتِ مسلمہ کے سروں پر مسلط خائنین اور غداروں نے عامۃ المسلمین کی زندگیوں کو اس قدر اجیرن بنا دیا ہے اور اہلِ اسلام کے لیے زندگی کے شب و روز گزارنا اس قدر کٹھن کر دیا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت اپنی زندگیاں ذریعہ معاش کی تلاش اور نانِ جویں کے حصول کی تگ و دو میں ہی کھپانے پر مجبور ہے! امت جو کہ ایک 'جسدِ واحد' ہے، اس جسد واحد پر لگنے والے چر کے عام مسلمانوں کو محسوس نہیں ہوتے تو اس کی بنیادی وجہ جمہوری سرمایہ دارانہ نظام اور اس نظام کے رکھوالوں کا مضبوط شکنجہ ہے جس نے افرادِ امت کو بُری طرح جکڑ رکھا ہے...یہی شکنجہ اِنہیں ''سب سے پہلے میری ذات'' کے دائرے سے نکلنے نہیں دیتا! اسی شیطانی شکنجہ کا اثر ہے کہ ہر فرد ''حال مست، مال مست'' بنا پھرتا ہے...اگر کسی حساس ذہن میں دنیا بھر میں امت مسلمہ پر گزرنے والا حالات کے باعث بے چینی اور اضطراب کی لہریں اٹھیں تو اُسے قومیت، وطنیت اور سرحدوں کی حد بندیوں کا سبق پڑھا کر تھپکی دے دی جاتی ہے! امت کی گردنوں پر مسلط حکمرانوں نے اپنے اپنے ''مقبوضات'' میں ''ملک کے وسیع تر مفاد'' کو ہی اسلام اور شریعت کا حاصل باور کروایا ہے...ان سرحدی جکڑ بندیوں ہی کی نحوست ہے کہ ''ملکی مفاد'' کے نام پر اپنے ہمسایہ مسلمان بھائیوں کو تہہ تیغ کرنے واسطے کہیں کفار کا بلاواسطہ ساتھ دیا جاتا ہے اور کہیں ''ریاستی رِٹ'' کو نہ ماننے والوں کو سبق سکھانے کے لیے کفار سے ساز باز کر کے آپریشن شروع کیے جاتے ہیں...افغانستان کے مسلمانوں کے ساتھ یہ جرائم ''اسلام کے قلعہ'' کی حامل پاکستانی فوج اور نظام پاکستان نے کیے، جب کہ شام کے اہل ایمان پر یہ وار ترک فوج ''مردِ میدان'' اردگان کی قیادت میں کر رہی ہے! روس نے بشار قصائی کے گماشتوں اور ایرانی روافض کے ساتھ مل کر حلب کو اجاڑ ڈالا لیکن ترک فوج آنکھیں موندے پڑی رہی جب کہ دوسری جانب اُس نے داعش اور کرد باغیوں کے خلاف اپنی فوجی قوت کو جھونکے رکھا...اور حلب کی بربادی کے بعد اہلیانِ حلب میں سے لُٹے پھٹے چند سو مہاجرین کو 'مہاجر بستیوں' میں بسا کر ''فرض کفایہ'' ادا کر دیا!!!

یہ ہیں ''کلمہ گو'' حکمران اور افواج!...ان کو جس مقصد کی خاطر تخلیق کیا گیا، یہ اُس مقصد پر بہر صورت پورا اترتی ہیں...ان کی اٹھان ہی دین بے زاری اور وطنی تعصبات کی بنیاد پر ہوئی...ایک امت ہونے کے نظریے کو دفن کر کے ہی ''قومی ریاستیں'' اور ان کے ''وسیع تر ملکی مفاد'' طے ہوتے ہیں! پھر مسلمانوں کا بے دریغ خون بہانا پڑے یا اہل ایمان کے لہو کی ارزانی کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرنا پڑے، ہر دو صورتوں میں ان ''ملکی مفادات'' کا حصول اور تحفظ ہی اولین ترجیح قرار پاتا ہے! محض اخوتِ اسلامی اور دینی ہمدردی کی بنیاد پر مظلوم مسلمانوں کی مدد کو پہنچنا فرض عین ہے...لیکن اس کا تصور' تعصباتِ قومی میں گندھے نظام کے ہرکاروں اور افواج کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آ سکتا!

شام میں رافضی ظلم و سربریت اپنی تمام حدیں پار کر چکا ہے...حلب پر کیا کیا قیامتیں بیت گئیں' اُس کا اندازہ لگانے کے لیے وہ چند تصاویر ہی کافی ہیں جن میں بیماریوں کے مارے ہوئے ضعیف العمر اور معمر افراد کو ویل چیئروں پر ڈال کر نکالا جا رہا تھا کہ اسی دوران میں بم باریاں ہوئیں اور اُن ستم رسیدہ مریضوں کے جسم ویل چیئرز پر پڑے پڑے ہی روح سے تعلق توڑ بیٹھے! ذرا مظلومینِ حلب میں سے صرف ایک بچے کی بپتا سنیں! یہ بچہ روسی بم باری میں شدید زخمی ہوا، ساڑھے تین چار سال کی عمر کو پہنچے ہوئے اس زخمی پھول کے زخموں کی رفوگیری کرنے کا وقت آیا تو نہ کسی قسم کی درد کُش دوا میسر تھی نہ ہی عملِ جراحی کے لیے سہولیات موجود تھیں...ایسے میں طبیب نے بچے کو پیار سے بُہلاتے ہوئے مخاطب کیا اور کہا: ''میں بس جلدی سے زخم سی دیتا ہوں، خون رُک جائے گا، آپ صرف اتنا کرو کہ قرآن مجید میں سے جو کچھ یاد ہے اُسے پڑھتے رہو، اس طرح آپ کو درد بالکل نہیں ہو گا''...چار سال کے بچے کو وہی چھوٹی سورتیں ہی حفظ ہوتی ہیں، لہٰذا امت کے اُس نونہال نے اپنی توتلی زبان سے سورۂ لہب کی تلاوت شروع کر دی...تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُ مَالُہٗ وَ مَا کَسَبَ الخ...یہ منظر فلمانے والے نے فلمایا اور جس آنکھ نے بھی اس فلم کو دیکھا وہ پھوٹ پھوٹ کر خون رونے لگی! کسی کو کیا معلوم کہ یہ معصوم اس

دور کے ابولہبوں کو کیا کیا وعیدیں سنا گیا ہے! شرق و غرب میں پھیلی امت کی گردنوں پر سوار طواغیت اور ابولہبوں کو ''ٹوٹ جائیں ہاتھ'' کی ''خوش خبریاں'' دے گیا ہے...ان کے اموال اور کسب کو بے کارِ محض بتا گیا ہے!

ایسے میں سنا ہے کوئی ''اسلامی فوج'' بنی ہے...۳۹ ''اسلامی'' ممالک کی فوج! جس کا سربراہ ''شکریہ شریف'' بنایا گیا ہے...لیکن فکر کی کوئی بات نہیں! ۳۹ ممالک کے یہ ہیجڑے اپنے 'مہاگُرو' کی سرکردگی میں اکٹھے اس لیے نہیں ہوئے کہ شام میں حیوانیت برپا کرنے والوں کو آنکھیں دکھائیں گے یا عراق میں صلیبی وصفوی اتحاد کی کلائی مروڑیں گے...اطمینان رکھیں کہ یہ ''باجوں تاشوں والے'' قندوز و قندھار میں فضائی بم باریوں کی زد میں آنے والے معصوموں کا بدلہ لیں گے نا ہی برما کے زخموں سے چُور اور درد سے رنجور مسلمانوں کی ڈھارس بندھائیں گے...خاطر جمع رکھیے کہ ان سورماؤں کی تربیت واٹھان کے عین مطابق اِنہیں میدان میں اتارا گیا ہے اور ان کے مقابلے میں وہی ''دہشت گرد'' ہیں جو پچھلی ساڑھے تین دہائیوں سے کٹ کٹ کر گرنے کے باوجود اپنی چوٹوں سے عالمی کفر کو ادھ موا کر چکے ہیں!

۳۹ ممالک کے ان زنخوں اور خنیا گروں سے کروڑہا درجہ بہتر وہ ترک جوان 'میرت طنطاشؒ' ہے جس نے ترکی میں روسی سفیر کو یہ کہتے ہوئے قتل کیا ''ہم حلب میں مر رہے ہیں، تم یہاں مرو!...نحن الذین بایعوا محمدا علی الجهاد ما بقینا أبدا''...روسی سفیر کا قتل زخموں سے چھلنی دلوں کے لیے قدرے راحت کا سبب بنا...اس واقعہ نے ممتاز قادریؒ کے عمل کی یاد تازہ کر دی اور ساتھ ہی رب تعالیٰ کے اس فرمان کی یاد دہانی بھی کروا دی کہ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ...بلاشبہ دنیا بھر کے کفار اور ان کے ساری ٹیکنالوجی مل کر ایک لمحے کے ہزارویں حصے کے لیے بھی ہمارے رب کو عاجز نہیں کر سکتی! بلکہ وہ مالک الملک جب اور جس وقت چاہے ان کی ساری چلت پھرت، سائنس و ترقی اور معاشی وحربی قوتوں کو آنکھ جھپکتے ہی مٹی میں ملا کر مٹی کر سکتا ہے! بے شک ہمارا پروردگار اس پر پوری طرح قادر ہے!!!

اس موقع پر سفیر کے قتل کی حرمت بیان کرتے ہوئے بعض دینی طبقات کی طرف سے اس کارروائی کی مذمت کی گئی...اس موقف کے حامل علما کا کہنا تھا کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفیروں کے قتل سے واضح طور پر منع فرمایا اور مسیلمہ کذاب کے سفیروں کے ساتھ عملی طور پر ایسا کر کے بھی دکھایا، لہٰذا سفیر کا قتل شریعت کی رُو سے کسی طرح جائز نہیں! علما کے اس فتویٰ اور حکم بیان کرنے کے عمل میں خیر کا پہلو تو یہ پوشیدہ ہے کہ امید باندھی جاسکتی ہے کہ آئندہ اس جنگ میں شریک ہر فریق کے ایک ایک عمل اور ایک ایک فعل کی شریعت اسلامیہ کی روشنی میں جانچ ہو گی اور کھُل کر ہر غیر شرعی عمل کا حکم بھی بیان کیا جائے گا اور اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کے ہر کام کی کھلے اور دوٹوک انداز میں مخالفت بھی کی جائے گی!

علمائے دین متین ہمارے رہبر بھی ہیں اور رہ نما بھی، ہمارے سروں کا تاج بھی ہیں اور ماتھے کا جھومر بھی، ہمارے قلبی احترام کے حق دار بھی ہیں اور دلی توقیر و تکریم کے سزاوار بھی، امت کا سرمایہ بھی ہیں اور ملت کا اثاثہ بھی...اس موقع پر ان علمائے کرام سے دست بدستہ گزارش ہے کہ کیا مذکورہ مسئلہ کو مسیلمہ کذاب کے ایلچی سے ملاتے وقت یہ بھی دیکھا گیا کہ ایسی ہی سفارت کاری 'تحریک طالبان سوات کی طرف سے پاکستانی فوج کے ساتھ بھی انجام دی گئی تھی۔ جس میں مولوی محمود خان اور مسلم خان کو بطور ایلچی پاکستانی فوج کے پاس بھیجا گیا تھا...ان ایلچیوں کے ساتھ اس فوج نے کیا سلوک کیا؟ مولوی محمود خان رحمہ اللہ کو خفیہ عقوبت خانوں میں تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا گیا جب کہ مسلم خان کو سات سال تک تعذیب کے عمل سے گزارنے کے بعد اب فوجی عدالت کی طرف سے سزائے موت کا حکم سنایا گیا ہے... کیا اس بابت بھی شریعت کی تعلیمات کچھ حکم رکھتی ہیں؟ اگر ملحد روسی سفیر کے معاملے کو مسیلمہ کذاب کے ایلچیوں سے تشبیہ دی جاسکتی ہے تو کیا شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والوں کا جرم ہی ایسا سنگین ہے کہ اُنہیں وہ سہولت بھی حاصل نہ ہو جو ایک جھوٹے مدعی نبوت کے ایلچیوں کو عطا کی گئی؟! سفیر کے قتل پر واویلا قرین از انصاف ہوتا اگر پاکستان فوج کے اس جرم کا حکم بھی بیان کیا جاتا! اس سے بھی پیچھے چلیں تو سقوطِ امارت اسلامیہ افغانستان کے موقع پر امارت اسلامیہ کے پاکستان میں تعینات سفیر ملا عبدالسلام کے ساتھ جو کچھ نظامِ پاکستان نے کیا 'اُسے ''ایک فرد کی غلطی'' قرار دینے کی بجائے دوٹوک انداز میں شریعت کے احکامات کی روشنی میں سنگین جرم کون قرار دے گا؟؟؟ پھر یہ بھی قابل توجہ امر ہے کہ شریعت میں سفیروں کے قتل کی ممانعت ہے... بالکل ہے! شریعت کا حکم سر آنکھوں پر! لیکن شریعت میں 'شریروں' سے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا احوال واقعہ یہ نہیں کہ آج مسلم خطوں میں موجود کفار کے سفارت خانے ہی شرارت خانوں میں بدل چکے ہیں؟ ہر مسلم خطے کی غارت گری کے منصوبے اِنہی سفارت خانوں میں بنتے اور اِنہی سفیروں کی زیر نگرانی وہ پورا نیٹ ورک کام کرتا ہے جس کے ذریعے مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہائی جاتی ہیں...ایسے میں شریعت کیا حکم لگاتی ہے؟ اس کا جواب معزز و مکرم علمائے حق کے ذمہ ہے!!!

شام کی صورت حال کی جانب واپس چلتے ہیں...شہرِ حلب اور تاریخی مسجدِ اموی کو ماضی میں تاتاریوں نے اجاڑا اور ویران کیا، جب کہ عہدِ حاضر میں بشار قصائی، ایرانی روافض اور روسی ملحدین نے اپنی وحشت و درندگی میں تاتاریوں کو کہیں پیچھے چھوڑ دیا ہے... سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے شہر 'حلب کو رافضی شیاطین نے شرق و غرب کے صلیبی طواغیت کے

ساتھ مل کر کھنڈرات میں تبدیل کر دیا ہے... اگر ہمیں ان سانحات سے بچنا ہے اور امت کے دفاع کی جنگ ایسے لڑنی ہے جیسے لڑنے کا حق ہے تو حلب کے سقوط کی وجوہات جاننا اور اس سانحہ سے ملنے والے اسباق کو یاد رکھنا از حد ضروری ہے... سقوط حلب کی بڑی وجوہات میں مجاہدین کی غلطیاں اور لغزشیں بھی شامل ہیں... ان غلطیوں سے 'آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل' والا معاملہ کرنا خود کو سراسر خسارے اور نقصان میں ڈالنے کے مترادف ہے... باہمی اتحاد کے فقدان، آپس کی نااتفاقی اور باقاعدہ ایک ہی نظم نہ ہونا اس سقوط کی بنیادی وجوہات ہیں... جنگ کے میدان میں اور وہ بھی ایسی ہولناک جنگ کے میدان میں غلطیاں ہو جانا کچھ اچنبے کی بات نہیں، مگر یہ یاد رہے کہ ایسے نازک مواقع پر غلطیوں کا خمیازہ بھی بمعہ ''سود'' بھگتنا پڑتا ہے! لیکن ان غلطیوں کی بنا پر شکستہ دل ہو جانا اور ایک میدان سے پسپا ہو کر دل چھوڑ بیٹھنا کسی طور بھی مجاہد کی شان نہیں ہے! مجاہدین کو اپنے رب کی نصرت سے بہر صورت اور بالآخر یہ معرکہ جیتنا ہے، ان شاءاللہ! بقول شیخ انور العولقی رحمہ اللہ:

''خطائیں ہوتی ہیں، شکست ہوتی ہے، اور سبق سیکھے جاتے ہیں، پھر امت کے طور پر ہمارا تجربہ، صبر اور استقامت ہمیں رب تعالیٰ کی طرف سے فتح کا حق دار بناتی ہے''۔

لہٰذا اگر ہم فتح کے منتظر ہیں تو فتح بھی ہماری منتظر ہے! باذن اللہ... امارت اسلامیہ افغانستان کی صورت میں اتحاد واتفاق اور جہادی صف کی مضبوط وحدت کی برکات وثمرات ہمارے سامنے ہیں! یہ اللہ پاک کا فضل اور احسان ہی ہے کہ اُس نے امارت اسلامیہ افغانستان کی صورت میں ہمارے منتہائے نظر اور فتح مبین کی راہوں کو واضح کر دیا ہے... اسی فتح کے حصول کی طرف مجاہدین' عامۃ المسلمین کو بھی دعوت دیتے ہیں اور خود اپنے اُن بھائیوں کو بھی اسی طرف بلاتے ہیں جو مختلف ٹولیوں، مجموعات اور جماعتوں کی شکل میں منتشر طور پر جہاد وقتال میں مصروف ہیں کہ وحدت صف کو اختیار کر لیں... زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ آپ اس کی برکتوں اور نصرتوں کو اپنی نظروں کے سامنے وقوع پذیر ہوتا دیکھیں گے!!! آج ہماری یہی پکار ہے کہ کشمیر سے شیشان تک اور کابل سے مقدیشو تک، برما سے شام تک اور میران شاہ سے موصل تک، یمن سے انڈونیشیا تک اور مشرقی ترکستان سے صحرائے سینا تک... اللہ کے دین کی خاطر اور اُس کی رضا جوئی کی طلب لے کر گھر بار اور آل اولاد کو قربان کرنے والے مجاہدین' اپنی محبوب امت کو جگاتے بھی رہیں گے... اس امت کے سروں پر مسلط طواغیت سے امت کی گلو خلاصی کے لیے برسرِ عمل بھی رہیں گے... پوری دنیا میں اہلِ ایمان پر توڑے جانے والے مظالم اور امت کو دیے جانے والے زخموں کو مندمل کرنے کے ساتھ ساتھ' کفار، ملحدین، یہودیوں، صلیبیوں اور روافض سے ایک ایک زخم کا بدلہ بھی چکائیں گے اور ایک ایک ظلم کا حساب بھی لیں گے! یہ محض خالی دعوے نہیں ہیں بلکہ عمل کی پکار ہے جو مجاہدین کی جانب سے چہار سُو لگائی جا رہی ہے! اُس فرضِ عین کی پکار جس پر ان مجاہدین نے خود سب سے پہلے لبیک کہا اور اپنا سب کچھ تج کر راہِ خدا میں نکل آئے!!! یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر شریعت مطہرہ کے علمی نفاذ کا مبارک دور بھی آئے گا اور زخم زخم امت کے گھاؤ بھی بھریں جاسکیں گے!

یاد رکھیں کہ حلب کا سقوط' سقوطِ ڈھاکہ کی طرح نہیں ہے کہ جہاں نوے ہزار مسلح فوجیوں نے ذلت آمیز شکست کو قبول کیا، مشرکینِ ہند کے سامنے تسلیم ہوئے اور اپنا ساتھ دینے والوں کو پھانسیوں پر جھولتا چھوڑ کر گالف کلبوں میں شامیں بسر کرنے اور ڈی ایچ اے کے راحت کدوں میں فراواں سامانِ تعیش میں زندگیاں گزارنے میں مگن ہو گئے! نہیں، بلکہ حلب کے مجاہدین تو کئی سالوں تک مٹھی بھر ہونے کے باوجود اور وسائل کی شدید ترین قلت کے ہوتے ہوئے بھی رافضیوں کے لاکھوں کے لشکر سے نبرد آزما رہے... یہ سقوط تو بالکل سقوطِ کابل سے مشابہ ہے کہ کابل بھی گرا ضرور تھا، تسلیم نہیں ہوا تھا اور اس کے گرنے کے بعد اٹھنے کی نوید اور فتح کے خوش کن مناظر آج کے سامنے آرہے ہیں! اسی طرح حلب بھی اٹھے گا، اپنی پوری قوت سے پلٹے گا اور خطہ عرب سمیت پوری دنیا میں دین وشریعت اور جہاد وقتال کی صفیں مضبوط سے مضبوط تر ہوں گی! ان شاءاللہ!

سقوطِ حلب کا غم ہر مسلمان کا غم ہے، لیکن نوحہ گری اور ماتم کرنے کی بجائے اس غم کو سینوں میں، دلوں میں بسانے اور مسلسل سلگانے کی ضرورت ہے... یہ غم بھولنے والا نہیں ہے! امت کو لگنے والا تو کوئی بھی زخم اور غم بھولنے اور نظرانداز کرنے والا نہیں ہے! اِنہی زخموں سے دل بھریں رہیں اور یہی غم سینوں کو بے قرار رکھیں تو زخمی ومغموم دلوں سے اٹھنے والی ٹیسوں اور دعاؤں میں بھی اثر ہوگا اور امت مسلمہ سے اِنہی زخموں اور غموں کو دور کرنے کے لیے اپنی تمام عمر، صلاحیتوں اور وسائل کو کھپانے، لٹانے اور وار دینے کا جذبہ اور داعیہ بھی پیدا ہوگا... یہی جذبہ وداعیہ اس وقت امت کی اہم ترین ضرورت ہے! سو ''دانش دروں'' کے تجزیوں، ''عقل مندوں'' کے مشوروں اور سود وزیاں سمجھانے والے ''نابغوں'' کے فلسفوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے اپنے خالق ومالک کے بتائے ہوئے سیدھے، صاف، سچے اور سُچے راستے پر چلیں، استقامت سے چلتے رہیں یہاں تک کہ دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی سے ہم کنار ہو جائیں!

☆☆☆☆☆

نفس پرستی یا خدا پرستی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ

امیر جمع ہیں احباب دردِ دل کہہ لے!
پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

دوستو! میں اس وقت آپ سے کچھ دل کی باتیں کہنا چاہتا ہوں، اور اس طرح کہنا چاہتا ہوں جیسے میں آپ میں سے ہر ایک کے ساتھ تنہا بیٹھا ہوا گفتگو کر رہا ہوں، فی الواقع اگر اس کا کوئی امکان ہوتا کہ میں آپ میں سے ہر دوست سے الگ ہی الگ اپنے دل کی بات کہہ سکتا تو میں ضرور ایسا ہی کرتا۔ تاکہ آپ اسے تقریر سمجھ کر نہیں بلکہ ایک دوست کا دردِ دل سمجھ کر سنتے۔ مگر کیا کروں ایسا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے میں بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ آپ سے یہ درخواست کروں کہ براہِ کرم میری گزارشات اسٹیج کی نہیں، بلکہ دل کی باتیں سمجھ کر سنیے۔

زندگی کی دو قسمیں:

دوستو اور بزرگو! دنیا میں زندگی کے بہت سے طرز رائج ہیں اور اس کی بہت سی قسمیں سمجھی جاتی ہیں۔ مشرقی زندگی، جدید طرزِ زندگی، قدیم طرزِ زندگی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن حقیقت میں زندگی کی بنیادی قسمیں صرف دو ہی ہیں، ایک نفس پرستانہ زندگی، دوسری خدا پرستانہ زندگی، باقی جتنی قسمیں جتنے ناموں سے مشہور ہیں وہ سب ان ہی دو کی شاخیں ہیں۔

پہلی قسم کی زندگی یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو شترِ بے مہار سمجھ کر زندگی گزارے اور جو من میں آئے وہ کر گزرے، اس کو من مانی زندگی بھی کہہ سکتے ہیں۔ دوسرے قسم کی زندگی ایک ایسے آدمی کی زندگی ہے جو یقین رکھتا ہے کہ اسے کسی نے پیدا کیا ہے، وہ پیدا کرنے والا ہی اس کی زندگی کا مالک اور حاکم ہے، وہ اس کی ضرورتوں اور مصلحتوں کو سب سے زیادہ جانتا ہے، اس کی طرف سے زندگی گزارنے کے کچھ ضابطے اور قاعدے ہیں جن کی پابندی کرنا ضروری ہے۔

ہندوستان میں مہابھارت ایک بہت بڑی تاریخی لڑائی ہوئی ہے۔ اس کی تاریخی حیثیت سے مجھے انکار نہیں، مگر اس دنیا میں ایک دوسری مہابھارت پائی جاتی ہے۔ یہ ہندوستان کی مشہور مہابھارت سے زیادہ قدیم ہے، یہ وہ لڑائی ہے جو خدا پرستی اور نفس پرستی کے درمیان ہمیشہ سے جاری ہے، یہ لڑائی کسی ایک ملک تک ہی محدود نہیں رہی ہے بلکہ دنیا کے ہر ہر ملک میں پہنچی، اور نہ یہ جنگ کے میدانوں ہی تک محدود رہی، بلکہ اس کے معرکے گھروں کے اندر بھی ہوئے ہیں۔

یہ زندگی کے دو اصول ہیں جو ہمیشہ ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ حضرات پیغمبران نے اپنے اپنے وقتوں میں ہر جگہ خدا پرستانہ زندگی کی دعوت دی ہے، اور ان کی کامیابی کے دور میں اسی قسم کی زندگی کا دور دورہ رہا لیکن نفس پرستی ہمیشہ کے لیے کبھی چنا نہیں ہوئی بلکہ اسے جب بھی موقع ملا وہ زندگی پر قابض ہو گئی۔ بد قسمتی سے ہمارا زمانہ وہ ہے جس میں نفس پرستی زندگی پر پوری طرح مسلط ہے، زندگی کا ہر شعبہ اور ہر میدان اس کی گرفت میں آیا ہوا ہے۔ گھروں میں نفس پرستی، بازاروں میں نفس پرستی، دفتروں میں نفس پرستی، کارخانوں میں نفس پرستی، گویا ایک سمندر ہے جو خشکی میں پورے زور و شور سے بہہ رہا ہے اور ہم اس میں گلے گلے اُترے ہوئے ہیں۔ یہ نفس پرستی اب مستقل ایک مذہب بن چکا ہے، نہیں! بلکہ ہمیشہ اس کی یہ نوعیت رہی ہے اور عموماً اسی مذہب کے ماننے والوں کی تعداد سب سے زیادہ رہتی ہے۔ ہر چند کہ مذاہب کی فہرست میں اس نام کا کوئی مذہب نہیں بتلایا جاتا اور نہ اس نام سے کسی مذہب کے ماننے والوں کی تعداد کا شمار کیا جاتا ہے۔

مگر یہ اپنی جگہ بالکل حقیقت ہے کہ یہ دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے اور اس کے ماننے والے سب سے زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ آپ کے سامنے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے اعداد و شمار آتے رہتے ہیں کہ عیسائی مذہب کے پیروکار اتنے، اسلام کے پیرو اتنے، اور ہندو دھرم کے ماننے والے اتنے، مگر ان میں سے ہر ایک کی بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو کہلاتے تو مذہباً عیسائی، ہندو اور مسلمان ہیں لیکن ہیں در حقیقت اسی مذہب نفس پرستی کے پیرو۔

نفس پرستی کی تباہ کاریاں:

نفس پرستی کی زندگی کا رواج، اور اس کے مذہب کی مقبولیت صرف اس وجہ سے ہے کہ آدمی کو اس میں مزہ بہت آتا ہے۔ مانا کہ نفس پرستی کی زندگی بڑے مزے کی اور بڑے لطف کی زندگی ہے، اور ہر آدمی کی طبعی خواہش لطف اندوزی ہوتی ہے لیکن اگر دنیا کے تمام انسانوں کو سامنے رکھ کر سوچا جائے تو پھر اس قسم کی زندگی دنیا کے لیے ایک لعنت ہے، اور اس کی ساری مصیبتیں اور سارے دکھ سی نفس پرستی کا نتیجہ ہیں اور نیا کی ساری تباہیوں، تمام قحطوں اور ناانصافیوں کی ذمہ داری انہی لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو اس منحوس مذہب کے پیرو ہیں۔

اس دنیا میں اس مذہب کی گنجائش صرف اس صورت میں نکل سکتی ہے کہ پوری دنیا میں صرف ایک انسان کا وجود ہو، اسی صورت میں وہ اپنے نفس کی مانگوں کو من مانے طور پر پورا کرنے کا حق دار ہو سکتا ہے۔ لیکن واقعہ یوں نہیں ہے، اس دنیا کے پیدا کرنے والے نے اس میں کروڑوں اور اربوں انسانوں کو بسایا ہے، اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ نفس، خواہشاتِ نفس، اور ضروریاتِ نفس لگی ہوئی ہیں۔ ایسی صورت میں جو شخص بھی من مانی زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے وہ گویا اس واقعہ سے آنکھ بند کرتا ہے کہ اس کے ساتھ اور اس کے اور بھی ہم جنس رہتے ہیں۔ لیکن واقعہ سے آنکھیں بند کرنے سے واقعہ

غلط نہیں ہو جاتا۔ وہ اپنی جگہ پر رہتا ہے، اس لیے کچھ لوگوں کی نفس پرستی کا نتیجہ لامحالہ دوسروں کی مشکلات اور مصائب کی شکل میں نکلے گا۔

نفس پرستی کی زندگی گزارنے والا من کا راجہ ہوتا ہے، من کا راجہ وہ راجہ ہے کہ اگر ساری کائنات میں بھی اس کی خواہشات کا سکہ چلے تو اس کا پیٹ اتنے میں بھی نہیں بھر سکتا۔ وہ اس سے اور زیادہ کا خواہش مند رہے گا۔ غور فرمائیے جبیہ ساری کائنات بھی ایک من کے راجہ کی تسکین کے لیے ناکافی ہے تو آج جو ایک گھر کی محدود سی دنیا میں کئی کئی من کے راجہ پائے جاتے ہیں، تو وہ کیونکر تسکین اور چین پا سکتے ہیں؟ اس نفس پرستی کے مرض نے ایک ایک گھر میں چار چار من کے راجہ پیدا کر دیے ہیں۔ باپ بھی راجہ، ماں بھی رانی، تو کیونکر گھروں میں چین اور سکون رہ سکتا ہے؟ یہ نفس پرستی کی زندگی جس کو ہر شخص گزار کر مزہ حاصل کرنا چاہتا ہے ایک آگ لگی ہوئی ہے جس میں ایک گھر کے افراد بھی جل رہے ہیں، ایک ملک کی قوم بھی جل رہی ہے، اور دنیا کی پوری آبادی بھی جھلس رہی ہے۔

دنیا کی مصیبتوں کی جڑ:

دوستو! دنیا کی مصیبتوں کی جڑ یہی ہے کہ ہر شخص اپنے نفس کی اطاعت کرنا چاہتا ہے، اور ان مصیبتوں کا علاج یہ ہے کہ من کا کہا ماننے کی بجائے خدا کی اطاعت کرو۔ یہ دنیا کروڑوں تو کیا دو آدمیوں کی بھی من مانی کی گنجائش اپنے اندر نہیں رکھتی۔ اس لیے من مانی زندگی گزارنے کے خیال کو چھوڑ دو اور اس طرح کی زندگی گزارنے کی کوشش کرو جس کا پیغام اللہ کے پیغمبروں نے دیا تھا۔ یعنی خدا پرستی کی زندگی! اس دنیا کے پیدا کرنے والے نے ہر زمانے میں اس زندگی کے پیغامبر پیدا کیے۔

کیونکہ اسی طرزِ زندگی سے دنیا کا نظام ٹھکانے سے چل سکتا تھا۔ اس پیغمبروں نے پوری طاقت سے اس طرزِ زندگی کی دعوت دی، اور نفس پرستی کا زور توڑنے کی اپنی طاقت بھر پوری کوشش کی۔ لیکن جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں پھر بھی نفس پرستی کا رواج دنیا سے مٹا نہیں، اور جب خدا پرستی کی دعوت کمزور پڑی، نفس پرستی کا رواج بڑھ گیا، اور اس کا سیلاب آتے ہی دنیا کے عام لوگوں کی مصیبتیں بھی بڑھ گئیں اور ناقابل برداشت حد تک پہنچ گئیں۔

مثال کے طور پر چھٹی صدی عیسوی کا زمانہ دیکھیے! اس صدی میں نفس پرستی کا رواج انتہائی عروج کو پہنچ گیا تھا۔ ملک ملک اس کا دور دورہ تھا، یہ ایک بہتا ہوا دریا تھا جس کے دھارے پر ہر چھوٹا بڑا بہہ رہا تھا، بادشاہ اپنی نفس پرستی میں مبتلا تھے، رعایا اس کی نقل میں نفس پرستی کا شکار تھی، مثال کے طور پر ایران کا حال بیان کرتا ہوں:

وہاں قوم کا ہر طبقہ بیمار تھا۔ بادشاہ ایران کی نفس پرستی کا حال یہ تھا کہ اس کی بیویوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ جب مسلمانوں نے اس ملک کو اس مصیبت سے نجات دلانے کے لیے حملہ کیا اور ایران کا بادشاہ تخت چھوڑ کر بھاگا تو ایسے نازک وقت میں بھی یہ حال تھا کہ اس کے ہمراہ ایک ہزار باورچی تھے، ایک ہزار گویئے تھے، اور ایک ہزار باز اور شکرے کے محافظ و منتظم تھے۔

مگر اس پر بھی اس کو افسوس تھا کہ بڑی بے سروسامانی میں نکلنا ہوا ہے، اس زمانہ کے جنرل اور سپہ سالار ایک ایک لاکھ کی ٹوپی اور ایک ایک لاکھ کا پٹکا لگاتے تھے۔ اونچی سوسائٹی میں معمولی کپڑا پہننا گویا جرم تھا، لیکن اس طبقے کی نفس پرستی نے عوام کو کن مشکلات میں مبتلا کر دیا۔ اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ کسانوں کا حال یہ تھا کہ وہ لگان بھی نہیں دے سکتے تھے، اور زمینیں چھوڑ چھوڑ کر خانقاہوں اور عبادت گاہوں میں جا بیٹھے تھے۔ متوسط طبقے کے لوگ امرا کی ریس میں دیوالئے ہوئے جا رہے تھے۔ چنانچہ معاشی لوٹ کھسوٹ برپا تھی۔ غرض زندگی کیا تھی، ایک ریس کا میدان تھی۔ ظلم و زیادتی عام تھی، ہر بڑا اپنے چھوٹے کو، اور حاکم اپنے محکوم کو لوٹنے، اس کا خون چوسنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ پوری سوسائٹی میں ایک سڑاند پھیلی ہوئی تھی۔ آپ سمجھتے ہیں کہ ایسی سوسائٹی میں عقائد، اخلاق اور کریکٹر کیسے پنپ سکتا تھا، اور کس کو آخرت کی فکر اور اخلاقی ذمہ داریوں کا احساس رہ سکتا ہے؟ ان تمام اعلیٰ چیزوں کو تو وہ نفس پرستی کا سیلاب بہائے لیے چلا جا رہا تھا، لیکن کوئی نہ تھا جو اس سیلاب پر بند باندھتا، اور اس کے دھارے کو روکتا۔ علما، ادبا اور فلاسفہ سب اسی کے رُخ پر تنکوں کی طرح بہہ رہے تھے۔ کسی میں ہمت نہ تھی جو دھارے کے رُخ کے خلاف پیر کر دکھاتا، اور دھارا بھی کون سا؟ پانی کا نہیں، عام رواج کا دھارا!

ایک شیر دل انسان:

اس کی ہمت ایک شیر دل انسان ہی کر سکتا ہے، اللہ کو منظور تھا کہ اس دھارے کا رُخ موڑا جائے، اس کام کے لیے اس نے عرب میں ایک انسان کو پیدا کیا اور اس کو نبوت عطا کی جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جنہوں نے دھارے کے خلاف صرف پیر کر ہی نہیں، بلکہ اس کا رُخ موڑ کر دکھایا۔ اس وقت کسی ایسے آدمی سے کام نہیں چل سکتا تھا جو دھارے کے رُخ کو تو نہ موڑ سکے، بلکہ اس میں بہنے والی چیزوں کو نکال لائے۔

اس لیے کہ اس وقت کوئی ایسا محفوظ مقام نہ تھا، جہاں اس سیلاب کا دھارا نہ چل رہا ہو۔ عبادت گاہوں اور کلیساؤں تک کو تو اس سیلاب نے اپنی زد میں لے لیا تھا۔ اس سمندر میں کوئی ٹاپو نہ تھا، اور اگر تھا تو وہ ہر آن خطرے کی زد میں تھا۔ ایمان، اخلاق، شرافت، تہذیب اور مختصر الفاظ میں انسانیت کی روح کو اس سیلاب سے بچانے کا کام اگر کوئی شخص کر سکتا تھا تو وہی شخص کر سکتا تھا جس میں دھارے کا رُخ موڑ دینے کی ہمت ہو۔ ایسی ہستی اس وقت صرف اللہ کے اس آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہستی تھی۔ جس نے رواجِ عام کے اس دھارے کو جو ایک طوفانی انداز میں نفس پرستی کی سمت میں بہہ رہا تھا، چند سال کی کوشش سے خدا پرستی کی طرف پھیر دیا تھا۔ ہمیں جو چھٹی صدی عیسوی کی دنیا کی تاریخ میں ایک دم

سے حیرت انگیز انقلاب نظر آتا ہے جس نے ساری زندگی کو اور بالآخر ساری دنیا کو متاثر کیا، اور اب بھی جو کچھ انسانیت اور خدا پرستی پر بچا کھچا سرمایہ ہے، وہ سب انہی کی محبت کا فیض ہے۔

یہ بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پودا انہیں کی لگائی ہوئی ہے

ممکن ہے آپ میں سے کسی کو یہ شبہ گزرے کہ یہ کہنا تو صحیح نہیں ہے کہ اس زمانے میں عام طور پر لوگ صرف نفس پرست تھے، کیونکہ وہاں بہت سی دوسری ''پرستیاں'' بھی موجود تھیں۔ کچھ لوگ سورج پرست تھے، کچھ آگ کو پوجتے تھے، کچھ صلیب کو پوجتے تھے، کچھ درختوں کو پوجتے تھے، اور کچھ پتھروں کی پرستش کرتے تھے، ٹھیک ہے! یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے، مگر یہ تمام ''پرستیاں'' بھی تو اسی ایک پرستی کی قسمیں تھیں، جس کے عام رواج کا میں دعویٰ کر رہا ہوں۔ یہ ساری پرستیاں اسی لیے کی جاتی تھیں کہ یہ نفس پرستی کے مخالف نہ تھیں، یہ ''پرستیاں'' من مانی زندگی گزارنے میں رکاوٹ نہیں ڈالتی تھیں۔ آگ پیڑ، پتھر، سورج وغیرہ ان سے نہ کہتے تھے کہ یہ کام کرو، اور یہ مت کرو۔ اس لیے وہ ان کی پرستش کے پہلو بہ پہلو اپنے نفس کی اطاعت بھی کرتے رہتے تھے اور دونوں میں کوئی تناقض نہیں پاتے تھے۔

بہر حال ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سیلاب سے لڑنے اور اس کا رُخ موڑنے کا بیڑا اٹھایا، اور پوری سوسائٹی سے لڑائی مول لی۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی سوسائٹی میں بہت مقبول اور ہر دل عزیز تھے، صادق وامین کے معزز لقب سے یاد کیے جاتے تھے، اور اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترقی کے بڑے بڑے مواقع حاصل تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کا اتنا اعتماد حاصل تھا کہ ترقی کا کوئی اونچے سے اونچا مقام نہ تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مل نہ سکتا۔ مگر یہ سب کچھ جب ممکن تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم، زندگی کے رُخ کو غلط نہ کہتے، اور اس کو ایک دوسرے رُخ پر موڑ دینے کے عزم و ارادے کا اظہار نہ فرماتے۔

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے کھڑا ہی اس لیے کیا تھا کہ بہاؤ کے رُخ پر نہ خود بہیں اور نہ کسی کو بہنے دیں۔ اس لیے سب سے پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کو خدا پرستی کی زندگی کا نمونہ بنا کر پیش کیا، اور بالفاظ دیگر دھارے کے خلاف پیر کر دکھا دیا۔ اور پھر پوری سوسائٹی کے رُخ کو نفس پرستی سے ہٹا کر خدا پرستی کی طرف موڑ دینے کی کوشش شروع کی۔ اس کوشش کو کامیاب بنانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بنیادی چیزیں لوگوں کے سامنے پیش کیں:

۱۔ یہ یقین کرو کہ تمہارا اور اس ساری دنیا کا پیدا کرنے والا اور اس پر حکومت کرنے والا ایک ہے۔

۲۔ یہ یقین کرو کہ اس زندگی کے ختم ہونے کے بعد ایک دوسری زندگی ہے جس میں اس زندگی کا حساب و کتاب دینا ہے۔

۳۔ یہ یقین کرو کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا (پیغمبر) ہوں۔ اس زندگی کے متعلق احکام دے کر مجھے بھیجا ہے، جن احکام پر مجھے بھی چلنا ہے اور تمہیں بھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان چیزوں کا اعلان فرمایا تو سوسائٹی میں ایک ہلچل مچ گئی، مخالفتیں اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ اس لیے کہ یہ نعرہ ان کی زندگی کے آرام میں خلل ڈالنے والا تھا، سارا زمانہ جس رُخ پر بہہ رہا تھا اس کو چھوڑ کر دوسرا رُخ اختیار کرنا کوئی آسان کام تو تھا نہیں، زندگی کی کشتی بہاؤ پر بلا دقت کے چلی جا رہی تھی، انہیں کیا پڑی تھی کہ بہاؤ کے خلاف اپنی کشتی چلا کر دقتیں اور خطرات مول لیں۔ اس لیے انہوں نے چاہا کہ یہ آواز دب جائے، کچھ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت ہی پر شبہ کیا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دیکھنے میں ایک انہی جیسا انسان اتنا صاحبِ عزم بھی ہو سکتا ہے کہ زندگی کے اس طوفانی دھارے کا رُخ موڑنے کی ٹھانے جس میں صرف ہم ہی نہیں، دنیا کی ساری قومیں، ان کے علما اور حکما، ان کے احبار و رہبان، ان کے ائمہ تہذیب وسیاست، ان کے عقائد و اخلاق، ان کے علوم و فلسفے اور ادب و سیاست، خس و خاشاک کی طرح بہے چلے جا رہے ہیں۔ وہ اس دعوے میں کسی شخص کو مخلص ماننے سے قطعاً عاجز تھے۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

ہم تو ایک امت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ''مسلمین'' کے نام سے پکارا ہے۔ ہمارا دشمن ایک ہے، ہماری جنگ ایک ہے، ہماری صلح ایک ہے، ہمارا خون ایک ہے اور ہمارا امام ایک ہے۔ مشرق یا مغرب میں قید محض ایک مسلمان عورت کے لیے جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ یہ تو دشمن کی سازش ہے کہ اس نے ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ ہمارے فکر و عقیدہ کو بھی منتشر کر دیا ہے۔ کل میں مجاہدین کی ایک مجلس میں موجود تھا جنہیں سامانِ رسد کی ترسیل کے لیے خچر خریدنا تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا: ''پنجابی خچر نہ خریدنا بلکہ پٹھان خچر خریدنا کیونکہ وہ افغانستان کے پہاڑوں پر چلنے کے قابل نہیں ہوگا''۔ گو اس کا ارادہ برا نہیں تھا لیکن میں نے اس سے کہا: ''تم نے حیوانات کے معاملے میں بھی عصبیت کو داخل کر دیا ہے؟''

استاد یاسر رحمہ اللہ

نمازِ فجر کے لیے اٹھنے کی تدابیر

ازافادات: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۱)اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں دعا مانگا کریں:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِن ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ○رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ(ابراہیم:۴۰۔۴۱)

اس دعا کی برکت سے آپ کو اور آپ کی اولاد کو نماز کی ادائیگی کی توفیق ہو گی۔

(۲)اگر سہولت ہو تو دوپہر کے وقت آرام (قیلولہ) ضرور کریں۔یہ سنت ہے اور اس سے فجر میں اٹھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

(۳)رات کا کھانا جلد کھائیں اور کم کھائیں۔

(۴)رات کو پانی نہ پئیں اور اگر شدید ضرورت ہو تو کم سے کم پئیں۔

(۵)رات کو ضرور جلد سو جائیں،بصورتِ دیگر مذکورہ تدابیر کا کوئی فائدہ نہ ہو گا۔

(۶)رات کو سونے کے مسنون اعمال کر کے سوئیں،رجوع کے لیے "پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں"(مصنف: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

(۷)کسی سے صبح اٹھانے کے لیے کہہ کر سوئیں۔

(۸)الارم لگا کر سوئیں اور الارم کو اتنا دور رکھیں کہ اسے بند کرنے کے لیے چل کر جانا پڑے،اس طرح نیند کا خمار دور ہو جائے گا۔

(۹)جیسے ہی آنکھ کھلے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو دیر تک اچھی طرح ملیں۔یہ عمل موافق سنت ہے اور اس سے نیند کا نشہ اتر جاتا ہے۔

(۱۰)نیند سے بیداری پر ہمت کر کے فوراً اٹھ کھڑے ہوں،نفس کے اس تقاضے پر ہر گز عمل نہ کریں کہ ابھی تھوڑی دیر اور آرام کر لیتے ہیں،پھر اٹھ جائیں گے...اسی طرح نماز قضا ہو جاتی ہے۔

(۱۱)بیدار ہو کر ایمانِ حاصل کی نیت سے تین بار الحمدللہ کہیں اور مسنون اعمال بجا لائیں رجوع کے لیے "پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنتیں"(مصنف: شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۲)نماز فجر کی ادائیگی کے بعد تین مرتبہ الحمدللہ اس نیت سے پڑھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر استحقاق کے نماز فجر کی ادائیگی کی توفیق اور نعمت سے نوازا۔جس نعمت کا شکر ادا کیا جائے اس نعمت میں اضافہ ہوتا ہے۔اس عمل سے ان شاء اللہ تعالیٰ نماز فجر کی پابندی کی توفیق ہو جائے گی۔

(۱۳)جس دن فجر کی نماز چھوٹ جائے تو خوب گڑگڑا کر تنہائی میں رو کر اور اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت بنا کر اللہ تعالیٰ سے خوب معافی مانگیں اور آئندہ کے لیے توفیق مانگیں تاکہ وہ رحم فرما کر فجر کی نماز کی پابندی کی توفیق دے دیں اور دس نفل توبہ کے پڑھیں۔

(۱۴)نماز قضا ہو جانے پر اتنے پیسے صدقہ کریں کہ نفس کو گراں گزرے اور تکلیف ہو۔مثلاً نفس بیس روپے کی اجازت دے تو تیس روپے صدقہ کریں۔

(۱۵)ایک شخص کے درد ہے،گرانی ہے،سستی ہے ابھی اس کے بستر پر سانپ نکل آئے... اب جس نے ابھی کہا تھا کہ Blood Pressure تھوڑا High ہے،سر میں دُکھن ہے،ابھی اٹھتا ہوں،ابھی اٹھتا ہوں،ابھی تھوڑی دیر ہے لیکن اچانک کالا سانپ پائنتی کی طرف سے آرہا ہے تو اس وقت اس کا Blood Pressure، High ہو گا یا جائے گا؟ Blood Pressure اس وقت High ہو گا یا Low ہو جائے گا،فوراً Normal ہو جائے گا اور فوراً بھاگے گا...آہ! قدر نہیں ہے صحت کی،ایمان کی،ربّا سے بات کرنے کی،ربّا کے دربار میں حاضری کی!

☆☆☆☆☆

"حق تو یہ ہے کہ جہاد اور تحصیلِ علمِ دین کا تعلق بہت ہی قریبی تعلق ہے اور یہ ایک دوسرے کو مکمل کرتے ہیں۔مجاہد فی سبیل اللہ کے لیے لازمی ہے کہ وہ شریعتِ مطہرہ کے علم کی طرف رجوع کرے بالکل اسی طرح جیسے ایک طالبِ علم سے یہ بات مطلوب ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرے۔اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف دیکھیں تو ہم تمام کے تمام صحابہ کو اس بات پر پائیں گے کہ وہ علما اور طلبائے علمِ دین کے ساتھ ہوتے ہیں اور اللہ عزّ و جل کے راستے میں ساتھ ساتھ جہاد کرتے ہیں۔اس پر مستزاد یہ کہ شریعتِ الٰہی کا علم اللہ کی خشیت کی جانب راہنمائی کرتا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاء

"اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں"۔(الفاطر:۲۸)

اور یہ بات جان لینی چاہیے کہ اللہ کی خشیت،اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے حاصل ہوتی ہے"۔

شیخ ابراہیم بن سلیمان الربیش رحمہ اللہ

قرآن کریم فرقان حمید میں مذکور دلوں کا تذکرہ

قاری محمد نوید

القلب السلیم:

بے عیب دل، اللہ کے لیے خالص اور کفر و نفاق سے پاک دل

إِلَّا مَنْ أَتَى اللهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (الشعراء: ۸۹)

"لیکن فائدہ والا وہی ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے"۔

القلب المنیب:

جھکنے والا دل، ہر وقت اور ہر حال میں اللہ کی طرف توبہ اور رجوع کرنے والا دل

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَن بِالْغَيْبِ وَجَاء بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ (ق: ۳۳)

"جو رحمٰن کا غائبانہ خوف رکھتا ہو اور توجہ والا دل لایا ہو"۔

القلب المخبت:

اللہ کی طرف جھکا ہوا عاجز دل

فتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ (الحج: ۵۴)

"اور ان کے دل اس کی طرف جھک جائیں"۔

القلب الوجل:

اللہ مالک الملک سے ڈرنے والا دل کہ اللہ میرے اعمال قبول کرے گا کہ نہیں

وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ (المومنون: ۶۰)

"اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں"۔

القلب التقی:

اللہ کے شعائر کی تعظیم کرنے والا متقی دل

ذَلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ (الحج: ۳۲)

"یہ سن لیا اب اور سنو! اللہ کی نشانیوں کی جو عزت و حرمت کرے اس کے دل کی پرہیز گاری کی وجہ سے یہ ہے"۔

القلب المهدی:

اللہ کی قضا اور فیصلوں پر سر تسلیم خم کرنے والا دل

وَمَن يُؤْمِن بِاللهِ يَهْدِ قَلْبَهُ (التغابن: ۱۱)

"جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے"۔

القلب المطمئن:

اللہ کی توحید اور ذکر سے بھرا دل

وتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللّه (الرعد: ۲۸)

"ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں"۔

القلب الحی:

یعنی دل بیدار، جو غور و فکر کر کے حقائق کا ادراک کر لے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ (ق: ۳۷)

"اس میں ہر صاحب دل کے لیے عبرت ہے اور اس کے لیے جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے اور وہ حاضر ہو"۔

القلب المریض:

وہ دل جسے شک اور نفاق کا مرض لاحق ہو، فسق و فجور اور حرام شہوات کا مسکن دل

فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ (الاحزاب: ۳۲)

"جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے"۔

القلب الأعمی:

اندھا دل

وَلَكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ (الرعد: ۲۸)

"بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں"۔

القلب اللاهی:

دنیا کی شہوات اور باطل سرگرمیوں میں مشغول اور قرآن کریم سے دور دل۔

لاهِيَةً قُلُوبُهُمْ (الانبیاء: ۳)

"ان کے دل تو اور باتوں میں منہمک ہیں"۔

القلب الآثم:

گناہ گار دل (گواہی کو چھپانے والا دل)

وَلاَ تَكْتُمُواْ الشَّهَادَةَ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ (البقرۃ: ۲۸۳)

"اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اسے چھپالے وہ گناہ گار دل والا ہے"۔

القلب المتکبر:

متکبر دل (اللہ کی توحید اور اطاعت سے دور اور ظلم و سرکشی میں سرگرداں)

قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (الغافر: ۳۵)

"اللہ تعالیٰ اسی طرح ہر ایک مغرور سرکش کے دل پر مہر کر دیتا ہے"۔

القلب الغلیظ:

ایسا دل جس سے شفقت اور رحمت اٹھالی جائے

وَلَوْ كُنتَ فَظّاً غَلِيظَ الْقَلْبِ لاَنفَضُّواْ مِنْ حَوْلِكَ (ال عمران: ۱۵۹)

(بقیہ صفحہ ۲۰ پر)

امارت اسلامیہ افغانستان کے زعیم امیر المؤمنین شیخ مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کا تعارف

بشکریہ: الامارہ اردو (امارت اسلامیہ کی رسمی اردو ویب سائٹ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين. والعاقبة للمتقين. والصلاة والسلام على اشرف الأنبياء والمرسلين. وعلى آله واصحابه ومن اهتدى بهديه وسار على نهجه اجمعين وبعد!

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ۝ لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِنْ شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا (الاحزاب: ۲۴،۲۳)

افغانستان جارحیت پسندوں کا قبرستان ہے۔ یہ خطہ معیاری عزت، بہادری اور قابل فخر تاریخ کا حامل اونچا مینار ہے۔ یہ تاریخ ساز شخصیات کا مسکن، جہاد، شہادت اور سرفروشیوں کی درس گاہ ہے۔

اس خطے میں تاریخ ساز غازیوں اور مجاہدین کے ساتھ ساتھ متبحر علما، فقہاء، محدثین اور مفسرین سب نے اپنے دور میں علمی کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ تاریخی خدمات منصۂ شہود پر لائی ہیں۔

اگر افغانستان کے محمود غزنوی، شہاب الدین غوری اور احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان کے آدھے برصغیر پر حکومت کی ہے، یہاں کے مسلمانوں کو ظالموں کے شر سے بچایا ہے تو دوسری جانب امام ابوداؤد سجستانی، شیخ الاسلام محمد بن محمد بن بکر خلمي، امام ابواللیث السمرقندي بلخي اور امام ابن حبان بُستی ایسے کبار علما، فقہا اور محدثین نے علم کے دیئے جلائے ہیں۔

اسلامی دنیا کی فقاہت، علمیت اور درایت کے بہت سے روشن ستاروں کے خاندانوں نے افغانستان کے مختلف علاقوں کابل، ہلمند، ہرات اور بلخ سے خلافت اسلامیہ کے مراکز مکہ مکرمہ، بغداد اور دمشق کی جانب کوچ کیا۔ اور مسلمانوں کو فقہ، احادیث اور تفاسیر میں بڑی بڑی خدمات انجام دیں۔ فقہ کے عظیم امام حضرت ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور احادیث نبوی کے عظیم محدث اور راوی مکحول شامی رحمہ اللہ جیسی علمی شخصیات کا اصل انتساب بھی افغانستان کی طرف کیا جاتا ہے۔

ان متبحر علمانے افغانستان میں اسلامی علوم کی تعلیم کے مشہور مراکز قائم کیے۔ ان میں تاریخ کے طویل دورانیے میں لاکھوں علما فاضل ہو کر نکلے اور علمی خدمات کے لیے معاشرتی میدان میں قدم رکھا۔ افغانستان میں اسلامی علوم کی تعلیم کا یہ سلسلہ ۲۰۲ ہجری میں شروع ہوا اور اب تک جاری ہے۔ اس سلسلے نے افغانستان میں دینی علوم کے احیاء اور ترویج میں بہترین کردار ادا کیا ہے۔ فقہ، اصولِ فقہ، حدیث، اصولِ حدیث، تفسیر، بلاغت، معانی اور صرف و نحو کے میدان میں اچھے اچھے علما تیار ہوئے۔ افغانستان میں اس سلسلے کے علما کا دیگر علما کی نسبت امتیازی وصف یہ ہے کہ یہاں انہیں دینی علوم کے ساتھ اپنے مجاہد اساتذہ کی جانب سے دین کے دفاع کا درس بھی دیا جاتا رہا ہے۔ افغان غازیوں نے افغانستان کے اندر یا باہر کفار سے جتنی تاریخی جنگیں لڑی ہیں، ان سب میں مجاہد علما کا کردار سب سے زیادہ اور واضح ہے۔

مثال کے طور پر ۳۸۸ھ میں سلطان محمود غزنویؒ کے ہاتھوں ہندوستان کی فتح انہی علما کی ہدایت اور رہنمائی کے طفیل وقوع پذیر ہوئی۔ ۵۵۹ھ میں آدھے برصغیر پر سلطان شہاب الدین غوری کی حکومت کے دور میں یہی علما تھے، جو غوری حکومت میں بڑے مناصب پر فائز رہے۔ جب ۱۱۶۰ھ میں افغانستان کے عظیم حکمران احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان کے مسلمانوں کی مدد کے لیے اپنی فوجیں بھیجیں تو اس کی وجہ بھی انہی علما کی جہادی سوچ اور ہدایات تھیں، جس نے انہیں اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کی اہمیت بتائی تھی۔ ۱۲۵۴ھ میں افغانستان پر انگریزی جارحیت کے خلاف مزاحمت کرنے والے مجاہدین کی قیادت انہی جہادی علما کے ہاتھوں میں تھی۔

شمسی ہجری تقویم کے مطابق جب ۱۳۵۷ میں افغانستان میں کمیونسٹوں نے روس کے اشارے پر حکومت کے خلاف بغاوت کی اور اس کے بعد روسی افواج نے افغانستان پر جارحیت کردی تو ان کے خلاف بھی افغانستان کے مجاہد عوام کی قیادت اور کمان انہی علما کے ہاتھ تھی۔ افغانستان میں 'امارت اسلامیہ' کے قیام کا اعزاز بھی انہی علما کے حصے میں آیا ہے، جس کے پہلے زعیم امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ، دوسرے امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور شہید رحمہ اللہ اور ان کے بعد امارت اسلامیہ کی زعامت کی ذمہ داری اس دور کے معروف اور صاحبِ علم شخصیت شیخ الحدیث مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ صاحب کے سپرد ہے۔ ذیل کی سطور میں ان کا تعارف اور حالات زندگی قارئین کی نذر کیے جارہے ہیں۔

پیدائش و بچپن:

شیخ الحدیث مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ شیخ مولوی محمد خان کے صاحب زادے اور مولانا خدائے رحیم صاحب کے پوتے ہیں۔ انہوں نے ۱۳۸۷ ہجری میں رجب کی ۱۵ تاریخ کو قندھار کے ضلع پنجوائی کے ایک گاؤں ناخونی کے ایک علمی اور دین دار خاندان میں آنکھیں کھولیں۔ اُن کی زندگی کا ابتدائی مرحلہ اپنے والد صاحب کی جانب سے علمی پرورش اور تربیت میں گزرا۔

خاندان:

شیخ صاحب کا علمی خاندان علاقے کی سطح پر کئی نسلوں سے علم، فضیلت اور تقویٰ میں خاصی شہرت کا حامل ہے۔ اس علمی خاندان کا اصل مسکن افغانستان کے جنوب مغربی صوبے قندھار کا ضلع 'تختہ پل' رہا ہے۔ بعد ازاں اِس خاندان نے قندھار کے ضلع پنجوائی کی طرف

نقل مکانی کرلی۔ خود شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ کی پیدائش بھی یہیں کے ایک گاؤں 'ناخونی' میں ہوئی ہے۔ امیر المؤمنین کے والد شیخ مولوی محمد خان کو اپنے ہم عصر علما کے درمیان علمی اور فقہی اعتبار سے مشہور علمی شخصیت اور معاشرے میں خاص 'معاشرتی اعتماد' کا امتیاز حاصل رہا ہے۔ ایک عالمِ دین کے طور پر علاقے کے لوگوں کی علمی تربیت اور اصلاح میں ان کا خاص کردار تھا۔ انہوں نے تدریس، دعوت و تبلیغ اور اصلاح کی ذمہ داری کی بنیاد پر بہت سے شاگرد دین کی خدمت اور دفاع کے لیے تیار کیے۔

جب کمیونسٹوں نے نور محمد ترہ کئی کی قیادت میں بغاوت کی اور افغانستان کے سیاسی اقتدار پر اپنے پنجے مضبوط کیے تو مولوی محمد خان صاحب اپنے علاقے کی سطح پر ان اولین جہادی علما میں سے تھے، جو کمیونسٹوں اور الحادی حکومت کے خلاف اٹھے تھے۔ علاقائی مسلمان پہلے سے ہی شیخ صاحب کی اسلامی تربیت اور دعوت سے متاثر تھے، اس جہادی اقدام میں شیخ صاحب کے ساتھ شریک ہو گئے۔

ملحد کمیونسٹوں کو یہ 'عوامی اُٹھان' اپنی نوزائیدہ حکومت کے خلاف شدید خطرہ محسوس ہو رہی تھی، اسی لیے وہ شیخ محمد خان کو منظر سے غائب کرنے کی فکر میں لگ گئے۔ حکومت کی سکیورٹی فورسز شیخ صاحب کو گرفتار کرنے کے لیے ان کے گھر اور مدرسے تک پہنچ گئیں، مگر اللہ کے فضل سے شیخ صاحب بچ نکلے۔ قبل اس سے کہ وہ شیخ صاحب کو گرفتار کرتے، شیخ صاحب نے قندھار کے ریگستانی علاقے 'ریگ' کی طرف ہجرت کی اور وہاں دیگر مجاہدین کے تعاون سے کمیونسٹوں کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیا۔

مولوی محمد خان صاحب قندھار میں جہادی مزاحمت کی توسیع اور تدریجی کامیابی کے بعد واپس آبادی کی طرف آ گئے اور تادمِ مرگ اپنی جہادی و علمی خدمات جاری رکھیں۔ شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ اپنے والد صاحب کی وفات کے بعد خطے پر روسی جارحیت پسندوں کے وحشیانہ مظالم کی وجہ سے افغانستان کے دیگر لاکھوں شہریوں کی طرح اپنا گھر بار اور گاؤں چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ انہوں نے پڑوس میں موجود خطے پاکستان کی طرف ہجرت کر لی۔ وہ صوبہ بلوچستان کے علاقے زنگل پیر علی زئی کے مہاجر کیمپ میں دیگر ہم وطنوں کے ساتھ افغانستان کی آزادی اور اسلامی حکومت کے قیام کی جدوجہد کو آگے بڑھانے کے لیے مہاجرانہ زندگی گزارنے لگے۔

دینی تعلیم:

شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ مولوی محمد خان صاحب کی نرینہ اولاد میں دوسرے نمبر پر تھے۔ انہوں نے اپنے والد صاحب سے دینی تعلیم کا آغاز کیا تھا۔ قرآن کریم کی قراءت، فقہی مبتدیات، صرف، نحو، عربی ادب، معانی اور اصولِ فقہ کی دوسرے درجے تک کی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔ بعد ازاں سابعہ تک کی تعلیم کے لیے علاقے کے مشہور مدارس اور جامعات کا رخ کیا، جہاں انہوں نے تمام مروجہ علوم و فنون کی تکمیل کی، جب کہ دورۂ حدیث ۱۴۱۱ ہجری میں علاقے کے مشہور علما شیخ الحدیث مولوی محمد جان آغا صاحب اور شیخ الحدیث مولوی حبیب اللہ صاحب سے کیا تھا۔

جہادی و سیاسی سرگرمیاں:

جب شیخ صاحب دینی تعلیم کے آخری مراحل میں تھے، افغانستان میں روسی جارحیت پسندوں کے خلاف مسلح مزاحمت کا محاذ بہت گرم تھا۔ یہ ایسا دور تھا کہ جہاں ہر افغان جوان، بالخصوص علمی خانوادوں کے فرزند جہادی محاذوں میں روسی جارحیت پسندوں کے خلاف آمادۂ پیکار تھے۔ شیخ ہبۃ اللہ اخوندزادہ سب سے بڑھ کر روسی جارحیت کے خلاف جہادی اور فکری مقابلے کے لیے تیار تھے۔ انہوں نے اپنے تعلیمی سفر کے دوران بھی جہاد میں شرکت کے لیے وقت متعین کر رکھا تھا۔ شیخ صاحب مدارس کی سالانہ تعطیلات میں قندھار کے مشہور جہادی کمانڈر ملا حاجی محمد اخند کے محاذ پر جاتے اور وہاں عملاً سوویت ریچھوں کے خلاف جہاد میں دادِ شجاعت دیتے۔ ملا حاجی محمد اخند کا جہادی محاذ افغانستان کے جنوب مغرب میں ایک مشہور مرکز تھا، جہاں امارت اسلامیہ کے دیگر مسئولین اور رہنما؛ امیر المؤمنین شہید ملا اختر محمد منصور امارت اسلامیہ کے اہم رکن الحاج ملا محمد حسن اخوند و دیگر حضرات بھی خدمات انجام دے چکے تھے۔ اس محاذ پر جہاد کے اوائل میں مولوی محمد نبی محمدی مرحوم کی قیادت میں حرکتِ انقلابِ اسلامی سے تعلق رکھتے تھے، بعد ازاں وہ مولوی محمد یونس خالص کی قیادت میں حزبِ اسلامی میں شامل ہو گئے۔

شیخ ہبۃ اللہ صاحب جہادی محاذ کے اہم ارکان میں ایسی شخصیت تھے، جو تنظیم کے اہم کارکنوں اور مجاہدین کے درمیان علمی اور جہادی حوالے سے ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے روسی جارحیت پسندوں کے خلاف جنگ کے دوران امارت اسلامیہ کے سابق سربراہوں؛ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد اور شہید امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور کے ساتھ جہادی معرکوں میں عملاً حصہ لیا، جس میں وہ زخمی بھی ہوئے۔ تب جنوب مغربی علاقوں میں، خصوصاً قندھار کے مجاہدین اپنے محاذوں اور مراکز کو 'اطاق' کہتے تھے۔ شیخ صاحب کبھی کبھی اوطاق کی سرپرستی بھی کرتے، مگر ان کا زیادہ وقت جہادی امور اور مجاہدین کی علمی رہنمائی اور تربیت میں گزرتا۔

شیخ صاحب جہادی تنظیموں میں شرکت کے دور میں بھی زیادہ توجہ اس بات پر دیتے کہ مجاہدین کی الحاد اور دیگر غلط افکار کے خلاف علمی اور فکری اعتبار سے تربیت ہونی چاہیے۔ کیوں کہ ملحد کمیونسٹوں اور ان کے سرپرست روسیوں نے افغانستان پر جارحانہ کارروائی کے ساتھ ساتھ فکری جارحیت بھی کی ہے۔ بسا اوقات فکری جارحیت کا مقابلہ عسکری مقابلے سے زیادہ اہم اور ضروری ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ شیخ صاحب تنظیم میں بھی اور مدرسے میں بھی مجاہدین کی فکری تربیت کا زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ انہوں نے اس حوالے سے خاصی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

شرعی علوم میں تدریسی امتیاز:

شیخ ہبۃ اللہ شرعی علوم، بالخصوص فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر اور حدیث کی تدریس میں خصوصی مہارت اور صلاحیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے ۱۴۱۱ھ میں فراغت کے بعد سے اب تک تمام تر جہادی مصروفیات کے ساتھ ساتھ مذکورہ علوم کی تدریس بھی جاری رکھی اور اس حوالے سے ان کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ انہیں شیخ صاحب کا 'لقب' صحاح ستہ اور اصول حدیث کی تدریس میں امتیازی حیثیت کی وجہ سے ملا ہے۔ ان کی سندِ حدیث شیخ الحدیث مولوی محمد جان آغا صاحب اور شیخ الحدیث مولوی حبیب اللہ صاحب کے توسط سے متصلًا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔

تحریکِ طالبان میں تاسیسی کردار:

جب افغانستان سے روسی جارحیت پسندوں کے نکلنے اور کمیونسٹ انتظامیہ کے خاتمے کے بعد تنظیمی جھگڑے شروع ہوئے تو شیخ ہبۃ اللہ صاحب اپنی تنظیم کے دیگر ارکان کی طرح باہمی چپقلشوں اور فسادات سے دور اپنے علمی اور اصلاحی کاموں میں مشغول رہے۔ باوجود اس یہ کہ قندھار تنظیموں جھگڑوں کے باعث میدانِ جنگ بن گیا تھا۔ بہت سے کمانڈران جنگوں میں مصروف ہوگئے، مگر شیخ صاحب ایک جہادی تنظیم کے علمی استاد اور مربّی کی حیثیت سے اِن تنازعات سے ہٹ کر اپنے علمی اور اصلاحی کاموں کی جانب متوجہ رہے۔ جب اِن فسادات کے خلاف مرحوم ملا محمد عمر مجاہد کی قیادت میں طالبان کی اسلامی تحریک سامنے آئی تو شیخ ہبۃ اللہ صاحب تحریک کے مؤسس اور ایک جہادی ساتھی کے طور پر آغاز سے ہی امیر المؤمنین رحمہ اللہ کے شانہ بشانہ کھڑے ہوگئے۔ جنوب مغربی خطے میں تحریک طالبان کی پیش قدمی کے بعد تحریکی قیادت کی جانب سے انتظامی سلسلے کے طور پر قندھار میں فوجی عدالت بھی قائم کی گئی۔ اس عدالت میں افغانستان کی سطح پر مشہور علمی اور فنی شخصیات کو جمع کیا گیا، جن میں سے ایک شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ صاحب بھی تھے، جنہیں تحریک کی قیادت سابق جہادی دور میں اِن کی امتیازی علمیت، فقاہت اور تقوی وطہارت کی وجہ سے پہچانتی تھی۔

فوجی عدالت کی سربراہی:

جب ۱۹۹۴ء میں دار الحکومت کابل مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوا تو شیخ صاحب کو امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے خصوصی فرمان پر فوجی عدالت کا سربراہ متعین کیا گیا۔ کابل میں فوجی عدالت کی تجدید اور اس میں مطلوبہ اصلاحات کے بعد مشرقی علاقوں میں فوجی عدالت کی ذمہ داری اِنہیں سونپی گئی۔ مشرقی علاقوں، خصوصاً ننگرہار میں فوجی عدالت سے متعلق دو سالہ کارکردگی کے بعد امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کے حکم پر کابل آئے اور یہاں امارت اسلامیہ کے دورِ حکومت کے آخر تک فوجی عدالت کے ذمہ دار کی حیثیت سے رہے۔

فوجی عدالت کی ذمہ داری؟

امارت اسلامیہ کی حکومت کا ایک بڑا امتیازی کارنامہ افغانستان میں امن کا قیام تھا۔ امارت اسلامیہ کا دورِ حکومت مثالی امن کے قیام کی وہ واضح حقیقت ہے، جس کا اعتراف دشمن بھی کرتا ہے۔ قیامِ امن کی خاص وجہ وقوع پذیر ہونے والی دیگر اصلاحات کے ساتھ حدود اللہ کا نفاذ تھی۔

جب امارت اسلامیہ کا سارا نظام، انتظام، دفاع اور عدالت جیسے تمام اہم امور کے ذمہ داران کام اور تجربے کے اعتبار سے نئے تھے، ان کے سیکورٹی وسائل بھی نہ ہونے کے برابر تھے، لیکن اِنہی شرعی حدود کے نفاذ کی برکت تھی کہ جس خطے کے دو عشرے جنگ اور بدامنی کی نذر ہو چکے تھے، وہاں ایسا امن قائم ہوا، جس کا اعتراف دوست اور دشمن سب نے کیا ہے۔ خدا کی زمین پر شرعی حدود کا نفاذ اس وقت امن کے قیام کا باعث ہوتا ہے، جب اس کا نفاذ شریعت کے مزاج و مذاق کے موافق ہو۔ یہی وجہ تھی کہ امارت اسلامیہ کی زیادہ توجہ اس بات پر رہی کہ عدالتی اداروں کی سربراہی ایسے افراد کے سپرد کی جائے، جو قرآن وحدیث اور علوم شرعیہ کی روشنی میں شرعی حدود کے فلسفے سے باخبر ہوں۔ امارت اسلامیہ میں حدود کے نفاذ کی تمام تر ذمہ داری عدالتوں کو سونپی گئی تھی۔ جب کہ جہادی محاذوں پر دفاعی قوتوں کے مواخذے واصلاح کی ذمہ داری بطور خاص فوجی عدالت کو دی گئی تھی۔ اس لیے فوجی عدالت کی ذمہ داری کے لیے سوچا جا رہا تھا کہ ایسے شخص کا انتخاب کیا جائے، جو شرعی علوم اور پیشہ ورانہ مہارتوں کے اعتبار سے اس اہم منصب کی صلاحیت رکھتا ہو۔

دوسری طرف ایسے اہم مناصب پر تقرری کے لیے دو چیزیں اہم ہیں:

جہادی علم اور عمل:

شیخ ہبۃ اللہ صاحب اپنے ہم مسلک معاصرین کے اعتراف کے مطابق اِن دونوں خصوصیات سے بہرہ ور ہیں۔ یہی وجہ تھی اُنہیں امیر المؤمنین کی جانب سے فوجی عدالت کی سربراہی جیسے حساس منصب کے لیے منتخب کیا گیا۔ مرحوم امیر المؤمنین رحمہ اللہ کے اس انتخاب میں کچھ مصلحتیں بھی پوشیدہ تھیں، جن کی جانب ذیل میں اشارہ کیا جا رہا ہے۔ دار الحکومت کابل میں فوجی عدالت سب سے اہم ادارہ تھا، جسے حدود کے نفاذ کے اختیارات دیے گئے تھے۔ نفاذِ حدود جتنا اہم اور معاشرے کی اصلاح کا باعث بنتا ہے، اتنا ہی نافذ کرنے والے کے لیے علم وفقاہت اور سنجیدگی و دقتِ نظر کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح حدود نافذ کرنے والا شخص مذکورہ بالا صفات کے ساتھ ساتھ پوری طرح سے انسانی شفقت اور ہمدردی سے بھی بہرہ ور ہونا چاہیے۔

مرحوم امیر المؤمنین رحمہ اللہ نے یہ امتیازی اوصاف شیخ صاحب میں محسوس کر لیے تھے، اس لیے اِنہیں یہ اہم ذمہ داری سونپی گئی۔ یہی وجہ تھی جب بھی فوجی عدالت میں اس کے قاضیوں اور مفتیوں کی جانب سے کسی مجرم کے متعلق قصاص کا حکم جاری کیا جاتا تو شیخ

صاحب سب سے پہلے ورثا سے قاتل کے لیے معافی کا مطالبہ کرتے۔ اُنہیں اسلامی شریعت کے حوالے سے معافی بارے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ فضائل و ثواب بتا کر قاتل کے لیے معافی کا راستہ بناتے۔ اس معافی کے لیے قصاص کی جگہ پر حاضر ہونے والے دیگر بڑوں، بزرگوں اور علما سے بھی مدد طلب کرتے۔ اُنہیں مقتول کے ورثاء کے پاس سفارش کے لیے لے جاتے۔

وہ مقتول کے ورثا سے ایک حکومتی ذمہ دار کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک مذہبی رہنما کی حیثیت سے قاتل کے لیے معافی طلب کرتے۔ بہت سے مواقع پر ان کی اسی ہمدردی اور کوششوں کی برکت سے ایسے افراد، جن کے بارے قصاص کا حکم جاری کر دیا گیا تھا، انہیں مقتولین کے خاندان کی جانب سے معاف کر کے اچھی زندگی گزارنے کا موقع دیا گیا۔ اسی طرح جب جرائم میں ملوث افراد بارے قاضی اور جج کوئی حکم سناتا تو اس کے واقعاتی ثبوت ڈھونڈنے کے لیے تمام تر فقہی اصولوں اور قواعد کی رعایت کے لیے پوری محنت سے کام لیا جاتا۔ شریعت کے قاعدے ''الحدود تندرئُ بالشبہات'' (شرعی حد شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے) کے مطابق مجرم کو سزا سے بچانے کے لیے کوئی نکتہ تلاش کیا جاتا۔ مذکورہ حقائق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شیخ ہبۃ اللہ امارت اسلامیہ کے دورِ حکومت میں بااختیار عدالتی سربراہوں میں سے تھے، جو شرعی احکامات کی تطبیق میں انتہائی محتاط، سنجیدہ اور مہربان و ہمدرد ذمہ دار کے طور پر اپنا کردار ادا کر رہے تھے۔ اِن صفات سمیت دیگر بہت سے اوصاف کی وجہ سے اِنہیں امارت اسلامیہ کا امیر نامزد کیا گیا تھا۔

غاصبوں کے خلاف دوبارہ جہادی کردار:

جب ۲۰۰۱ء میں امریکی جارحیت پسندوں نے مغربی اتحادیوں کے ساتھ افغانستان پر یلغار کی اور امارت اسلامیہ کی قیادت نے مناسب وقفے کے بعد جارحیت پسندوں کے خلاف مجاہدین کو دوبارہ منظم اور متحد کیا تو شیخ ہبۃ اللہ اخوندزادہ صاحب دیگر ذمہ داران کے ساتھ جہادی تیاری کے اس حساس مرحلے میں اپنا مؤثر کردار ادا کر رہے تھے۔ جب امریکا کی بہت زیادہ نگرانی اور جاسوسی نظام کے باعث ہر طرح کی جہادی سرگرمی کو عمل میں لانا تقریبا ناممکن تھا، تب بھی شیخ ہبۃ اللہ صاحب چند دیگر مجاہدین، شیوخ اور علمائے کرام کے ساتھ اس حساس مرحلے پر بھی مجاہدین کی تنظیم اور ترتیب میں ناقابل فراموش کردار ادا کر رہے تھے۔

شیخ غلام حیدر صاحب مرحوم، شیخ عبدالسلام شہید اور محترم شیخ عبدالحکیم حفظہ اللہ، شیخ ہبۃ اللہ صاحب کے ساتھ اس تاریخی خدمت میں ایک جگہ رہے، جنھوں نے مسلمانوں کو صلیبی جارحیت کے خلاف جہادی محاذوں کی طرف بلایا۔ علمی لحاظ سے قرآنی ارشادات اور نبوی فرامین بیان کر کے انہیں اللہ تعالیٰ کے کلمے کی سربلندی اور دین وعقیدے کے دفاع کے لیے تیار کیا۔ امریکی قیادت میں عالمی صلیبی اتحاد کے مقابلے میں نہتے اور جنگ زدہ افغانوں کو جہاد کے لیے نئی اُٹھان دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس لیے کہ یہی افغان روسی جارحیت کے وقت بھی جہاد اور اسلام کے دفاع کے لیے ڈیڑھ ملین شہداء، 7 ملین مہاجرین اور لاتعداد قیدیوں، زخمیوں اور معذوروں کی صورت میں قربانی دے چکے تھے، مگر بدقسمتی سے کچھ تنظیمی قائدین کے اختلافات اور جنگوں کی وجہ سے یہ قربانیاں ضایع ہو گئیں، جس کی وجہ سے تمام افغان عوام شدید پریشانی اور مایوسی کا شکار ہوئے۔

شیخ ہبۃ اللہ صاحب اور ان کے اولوالعزم ساتھیوں کی اَن تھک کوششوں، بیانات اور عام فہم دلائل کی برکت تھی کہ بے انتہاء مایوسی اور تھکاوٹ کے باوجود صلیبی جارحیت پسندوں کے خلاف افغانوں کا جذبۂ جہاد پھر سے زندہ ہو گیا۔ انہوں نے نہتے ہو کر بھی امریکا کی قیادت میں جمع عالمی کفریہ اتحاد کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیا۔ اس مزاحمت کے دوران افغان مسلمانوں نے دنیا کو دکھا دیا کہ وہ جتنے بھی تھک جائیں، جیسے بھی نہتے ہو جائیں، پھر بھی کفار کے خلاف جہاد جاری رہے گا۔ اِنہیں اس پر مکمل اعتماد ہے کہ باطل کے خلاف آخری فتح اِنہی کی ہو گی... ''وکان حقا علینا نصر المؤمنین''

صلیبی جارحیت پسندوں کے خلاف مزاحمت کے دوران مجاہدین کی پشت پر شیخ ہبۃ اللہ صاحب جیسے باعزم علما کی کوششیں اور دعائیں تھیں، جن کی وجہ سے مجاہدین نے نہتے ہو کر بھی صلیبی اتحاد اور سب سے بڑے فوجی معاہدے کو تاریخی شکست دی۔ اس مزاحمت کے ۱۵ سالہ دورانیے میں شیخ صاحب نے دعوت وارشاد کی ذمہ داری سے لے کر عدالتوں کے عمومی دفتروں سمیت مختلف مناصب پر رہ کر کام کیا۔

امارت اسلامیہ میں نیابت:

جب ۲۰۱۶ء میں امارت اسلامیہ کی رہبری شوری کی جانب سے مرحوم امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کی وفات کا اعلان کیا گیا اور شہید ملا اختر محمد منصور کو امیر کے طور پر متعین کیا گیا تو شیخ صاحب کو شہید رحمہ اللہ کا معاون مقرر کیا گیا۔ شہید امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور کو اپنی خداداد صلاحیت کی بنا پر اشخاص اور ذمہ داران کے تعین وانتخاب میں خاص مہارت تھی۔ وہ امارت اسلامیہ کے تقریبا تمام ذمہ داران کو ذاتی طور پر جانتے تھے۔ سب کو ان کی استعداد اور قوتِ فہم کے مطابق ذمہ داریاں دیتے تھے۔ اِنہی ذمہ داران میں سے ایک اہم فرد شیخ ہبۃ اللہ صاحب تھے، جنھیں شہید امیر المؤمنین نے ان کی علمی صلاحیت اور امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے درمیان اجتماعی وجاہت کی بنا پر امارت اسلامیہ کی انتظامی تشکیلات میں انہیں معاون منتخب نامزد کیا تھا، تاکہ اس اہم منصب پر ان کی پختہ علمی استعداد سے عالمِ اسلام کو فائدہ پہنچایا جائے۔ شہید امیر المؤمنین کے اس انتخاب سے ایک اہم اور بنیادی فائدہ یہ ملا کہ امارت اسلامیہ کے تمام عسکری اور انتظامی حکام میں اجتماعیت اور یکجہتی برقرار رہ گئی۔ شیخ صاحب ہبۃ اللہ دس ماہ تک امارت اسلامیہ کے نائب امیر کی حیثیت کام کرتے رہے

ہیں۔اسی دوران امارت اسلامیہ کو امریکہ اور اس کے حامیوں کی جانب سے شدید مشکلات کا سامنا رہا۔

امارت اسلامیہ کے بانی کی وفات کے بعد کچھ لوگوں نے نئے امیر کے خلاف 'رائے' اختیار کر لی۔ اُنہیں علمی لحاظ سے مطمئن اور اصلاح کرنے کے لیے شیخ ہبۃ اللہ صاحب کا کردار انتہائی قابل ذکر ہے۔ امارت اسلامیہ کے اس تاریخی مرحلے پر شیخ صاحب نے بہت کوششیں کیں۔ مجاہدین کی وحدت اور اتحاد کے لیے علما، قومی رہنماؤں اور جہادی شخصیات سے متعدد ملاقاتیں کیں۔ شیخ صاحب تمام تر مجالس میں مجاہدین کو وحدت اور اتفاق واتحاد پر زور دیتے رہے۔یہی دور تھا، جب شہید امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ کی قیادت میں شیخ صاحب اور دیگر شیوخ اور علمائے کرام کی کوششوں کی برکت سے خدا تعالی نے امارت اسلامیہ کی متحد صف کو تفرق وانتشار سے بچالیا۔امارت اسلامیہ کی رہبری شوری کے ارکان بیک زبان امیر المؤمنین کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور افغانستان کے ۳۴صوبوں میں صوبائی گورنرز، عسکری ذمہ داران، عوامی رہنماؤں اور عوام کے تمام طبقات نے ان کی حمایت کی۔ جارحیت پسندوں اور ان کے حامیوں کے خلاف جہاد جاری رکھنے پر بیعت کی گئی۔

امیر المؤمنین کے طور پر:

جب۱۴۳۷ھ میں ۱۴شعبان المعظم کو امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ امریکی ڈرون حملے میں شہید کیے گئے تو رہبری شوری کی طرف سے اتفاقِ رائے کے ساتھ شیخ ہبۃ اللہ صاحب کو امارت اسلامیہ کے امیر، خلیفہ سراج الدین حقانی اور مولوی محمد یعقوب مجاہد کو معاونین کی حیثیت سے متعین کیا گیا۔ شیخ صاحب کا امارت اسلامیہ کے امیر کی حیثیت سے تقرر جہادی مصالح کے نفاذ، جارحیت پسندوں اور ان کے حامیوں کے خلاف جہاد کی روانی اور امارت اسلامیہ کی صف کو متحد رکھنے کے سب سے اہم ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ باوجود یہ کہ رہبری شوریٰ کے ارکان میں بہت سے ایسے افراد بھی موجود تھے، جنہیں بہت زیادہ عسکری اور سیاسی شہرت حاصل تھی، مگر ان سب نے اتفاق رائے سے شیخ صاحب کو ان کے علمی اور جہادی استحقاق اور جہادی صف کے اتحاد کی خاطر انتخاب کا زیادہ حق دار قرار دیا۔ کیوں کہ شیخ صاحب امارت اسلامیہ کے تمام ارکان، ذمہ داران اور عام مجاہدین کے دلوں میں موجود خصوصی محبت کی وجہ سے سب کے لیے انتہائی قابل قدر اور قابل اعتماد شخص سمجھے جاتے ہیں۔اللہ تعالی نے انہیں تمام ذمہ داران اور مجاہدین کو اپنے گرد جمع کرنے کی خاص صلاحیت عطا فرمائی ہے۔

شیخ صاحب کا مذہبی وفکری زاویۂ نگاہ:

شیخ ہبۃ اللہ صاحب افغانستان کے دیگر علما جیسے ایک مذہبی عالم اور اہل السنت والجماعت میں حنفی مذہب کے پیروکار ہیں۔ سنتوں کا اتباع اور سلف صالحین کا راستہ ان کا فکری منہج ہے۔ مسلمانوں کے درمیان ہر طرح مذہبی، فکری اور تنظیمی تعصبات سے بے پرواہ، بدعات اور خرافات کے شدید مخالف ہیں۔ امارت اسلامیہ کے اتحاد کو مسلمانوں کی کامیابی کا راز اور تفرقہ وانتشار کو ہر برائی کا سبب سمجھتے ہیں۔ مطالعے کا خاص موضوع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور جہادی زندگی ہے۔ یہی وجہ تھی، جب ۱۹۹۹ء میں بیت اللہ شریف فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے گئے تو مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ میں جبلِ احد اور جبلِ رماۃ کے تاریخی مقام دیکھنے کا شوق بہت تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہیں تاریخی غزوہ کے موقع پر زخمی ہوئے تھے اور حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ اسی میدان میں شہید کیے گئے تھے۔

روز مرہ زندگی کی چند خصوصیات:

شیخ صاحب اپنی علمی اور معاشرتی زندگی میں کچھ خاص امتیازات رکھتے ہیں۔اِنہیں امارت اسلامیہ کے تمام ذمہ داران ایک جامع شخصیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے شہید امیر المؤمنین کے انتخاب کے موقع پر شیخ صاحب نے مجاہدین کے اتحاد واتفاق اور ان کی بیعت میں بنیادی کردار ادا کیا تھا۔امیر المؤمنین کی شہادت کے بعد امارت اسلامیہ کے تمام ارکان اور مجاہدین نے یقینی اتفاق کے ساتھ ان کی امارت پر اتفاق کیا اور سب نے بلا استثناء ان کی بیعت کر لی۔ شیخ صاحب گزشتہ دس سالوں سے مسلسل قرآن کریم کی تفسیر اور احادیث شریف کا درس دے رہے ہیں۔اب تک بے شمار علما اور شاگردان کی جامع علمیت کے ساتھ ساتھ بیان کی اچھی فصاحت سے بہرہ ور ہیں۔ آپ بہت آسان اور عام فہم اسلوب میں مقابل فریق کو مطمئن کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔اپنے فیصلوں اور ارادوں کے نفاذ میں بہت یقینی، واضح اور پُرعزم ہیں۔ مجلس میں اکثر خاموش رہتے ہیں، مگر ضرورت کے موقع پر ان کی مختصر باتیں بہت مؤثر ہوتی ہیں۔باوجود یہ کہ وہ اپنی زندگی کی پانچویں دہائی میں ہیں، مگر جہادی تربیت سے انہیں خاص محبت ہے۔ سنجیدگی، وقار اور اسلامی ہمدردی ان کی زندگی کے بنیادی امتیازات میں سے ہے۔

امیر المؤمنین حفظہ اللہ کی زندگی بہت سادہ اور بے تکلف ہے۔ کھانے، پینے اور لباس و رہائش میں تکلف کا کوئی اثر نظر نہیں آتا۔انہیں دیکھنے پر لوگ ایسا محسوس کرتے ہیں جیسے وہ اپنے مہربان بڑے بھائی یا مشفق رہنما سے مل رہے ہیں۔ جہادی امور کا اہتمام بہت دقتِ نظر سے کرتے ہیں۔ موجودہ ایام میں مطالعہ وتدریس کی جگہ زیادہ وقت جہادی امور کی تنظیم، تنسیق اور ترتیب میں گزرتا ہے۔

ترتیب وتالیف: شعبۂ تاریخ اطلاعاتی کمیشن

☆☆☆☆☆

عقائدِ اسلام

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نور اللہ مرقدہ

یہ اقتباسات حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کی کتاب ''عقائد اسلام'' سے لیے گئے ہیں

کفر اور کافری سے تبریٰ و بے زاری ایمان کی شرط ہے۔ مثلاً اگر کوئی بت پرست یا عیسائی دینِ اسلام میں داخل ہو اور دینِ محمدی کی تمام باتوں کی تصدیق کرے لیکن شرک اور عیسائیت سے بے زاری اور تبریٰ ظاہر نہ کرے تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص دو دینوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو داغِ کفر سے داغ دار ہے اور اس کا حکم منافق کا سا حکم ہے۔

لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَ لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ (النساء: ۱۴۳)

''نہ ادھر کا اور نہ اُدھر کا''۔

پس ایمان کی تصدیق اور تحقیق کے لیے کفر سے تبریٰ اور بے زاری ضروری ہے اور تبریٰ کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ دل سے ہو اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ دل اور زبان اور جسم سب سے ہو۔ اور تبریٰ سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دشمنوں سے دشمنی رکھے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جب ہی ثابت ہو سکتی ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دشمنی رکھی جائے۔

کسی سے دعویٰ محبت کا ہو اور پھر اس محبوب کے دشمنوں سے دشمنی بھی نہ ہو تو عقلاً ایسی محبت غیر معقول ہے اور دعوائے محبت غیر مقبول ہے۔ اس لیے کہ یہ اجتماع ضدین کو مستلزم ہے۔ اور یہ مصرعہ؛ تولّٰی بے تبریّٰ نیست ممکن... نہیں ہوتی محبت بے تبرّیٰ، اس جگہ صادق ہے۔

قرآن کریم میں حق جل شانہ' نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دشمنانِ خدا سے تبرّیٰ اور بے زاری کو اہل ایمان کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ (الممتحنۃ: ۴)

''تحقیق تمہارے لیے ابراہیم اور ان کے اصحاب میں ایک بہترین نمونہ ہے جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے یہ کہہ دیا کہ ہم تم سے اور تمہارے تمام معبودوں سے سوائے خدا کے بری اور بے زار ہیں۔ ہم اللہ کے مومن اور تمہارے کافر ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بغض اور عداوت ہے یہاں تک کہ تم ایک خدا پر ایمان لاؤ''۔

ایمان کی تعریف پہلے گزر چکی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے تمام حکموں کو نبی کے بھروسہ اور اعتماد پر بے چون وچرا تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے اور کفر چونکہ ایمان کی ضد ہے، لہٰذا کفر کی تعریف یہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے کسی ایک حکم کا انکار کرنا یا اس میں شک کرنا جو قطعی اور یقینی طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کو پہنچا ہے، اس کا نام کفر ہے۔

قطعی اور یقینی کی قید اس لیے لگائی کہ دین کے احکام ہم تک دو طریق سے پہنچے ہیں۔ ایک بطریق تواتر اور ایک بطریق خبر واحد۔ تواتر اس کو کہتے ہیں کہ جو چیز نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم سے علی الاتصال اور مسلسل طریق سے ہم تک پہنچی ہے اور عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک نسلاً بعد نسل ہر زمانہ کے مسلمان اس کو نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ ایسی شے قطعی اور یقینی ہے جس میں خطا اور نسیان کا احتمال نہیں۔ ایسے قطعی اور یقینی اور متواتر امور کا انکار کفر ہے اور جو امور خبر واحد سے ثابت ہوں ان کا انکار کفر نہیں۔ مثلاً نماز اور زکوٰۃ کا انکار یا شراب اور زنا کی حرمت کا انکار ہے، یہ کفر ہے اور شریعت اسلامیہ کی اہانت اور اس کے ساتھ استہزا یہ بھی کفر ہے کیوں کہ یہ امور قرآن اور حدیث متواتر سے اور مسلمانوں کے مسلسل تعامل سے ثابت ہیں لہٰذا اُن کا انکار کفر ہو گا۔

کافر کی تعریف اور اس کی قسمیں:

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ' شرح مقاصد، ص ۲۶۸ جلد ۲ میں فرماتے ہیں:

کافر:۔ وہ ہے جو مومن نہ ہو۔ یعنی جن چیزوں کا ماننا مومن ہونے کے لیے ضروری ہے ان میں سے کسی ایک کو نہ مانتا ہو۔

منافق:۔ جو ظاہر میں ایمان کا مدعی اور مقر ہو اور دل سے منکر ہو۔

مرتد:۔ وہ ہے جو اسلام میں داخل ہونے کے بعد اسلام سے پھر گیا ہو۔

مشرک:۔ وہ ہے کہ جو دو یا دو سے زیادہ معبودوں کی پرستش کا قائل ہو۔

کتابی:۔ وہ ہے کہ جو ادیان منسوخہ جیسے یہودیت اور عیسائیت وغیرہ میں کسی آسمانی کتاب کو مانتا ہو۔

دہری یا دہریہ:۔ وہ ہے کہ جو عالم کو قدیم مانتا ہو اور عالم کے واقعات اور حوادث کو دھر یعنی زمانہ کی طرف منسوب کرتا ہو اور وجودِ خداوندی کا قائل نہ ہو۔

ملحد اور زندیق:۔ وہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اقرار کرتا ہو اور شعائر اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ بھی بجا لاتا ہو مگر دل میں ایسے عقائد رکھتا ہو جو باتفاق کفر ہیں تو ایسے شخص کو زندیق کہا جاتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ زندیق حکم میں منافق کے ہے اس لیے کہ یہ شخص اسلام کے پردہ میں اپنے کفر کو چھپاتا ہے۔ ظاہراً اسلام کا اقرار کرتا ہے اور معناً نصوص شریعۃ میں ایسی تاویلیں کرتا ہے جس سے اس کی حقیقت ہی بدل جاتی ہے۔

مسئلہ تکفیر اہل قبلہ:

اہل قبلہ 'اصطلاحِ شریعت میں وہ لوگ کہلاتے ہیں کہ جو تمام ضروریاتِ دین اور تمام قطعیاتِ اسلام کے قائل ہوں۔ مثلاً حدوثِ عالم اور حشرِ اجساد اور خدا تعالیٰ کے عالمِ کلیات اور جزئیات ہونے کو قائل ہوں اور جو احکام قرآن کریم اور احادیث متواترہ کی عبارت النص سے ثابت ہوں ان سب کو مانتے ہوں۔

اور اگر کوئی شخص پانچ وقت قبلہ رخ ہو کر نمازیں ادا کرتا ہو مگر عالم کو قدیم سمجھتا ہو یا مثلاً حشرِ اجساد کا قائل نہ ہو یا مثلاً شراب اور زنا کو حلال سمجھتا ہو تو یہ شخص ہر گز ہر گز اہل قبلہ میں سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَاج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (البقرۃ:۸۵)

"تو کیا مانتے ہو بعض کتاب کو اور نہیں مانتے بعض کو؟ سو کوئی سزا نہیں اس کی جو تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی اور قیامت کے دن پہنچائے جاویں سخت سے سخت عذاب میں اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے"۔

اَفَكُلَّمَا جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَاتَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ۔ وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا اًا مَّا يُؤْمِنُوْن (البقرۃ:۸۸۔۸۷)

"پھر بھلا کیا جب تمہارے پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمہارے جی کو تو تم تکبر کرنے لگے۔ پھر ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو تم نے قتل کر دیا اور کہتے ہیں ہمارے دلوں پر غلاف ہے۔ بلکہ لعنت کی ہے اللہ نے ان کے کفر کرنے کے سبب سو بہت کم ایمان لائے ہیں"۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّاوَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (النساء:۱۵۰تا۱۵۲)

"جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ میں ایک راہ ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور جدا نہ کیا ان میں سے کسی کو ان کو دے گا ان کا ثواب اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان"۔

ایک شبہہ اور اس کا جواب:

علما میں یہ مشہور ہے کہ جس میں ۹۹ وجہیں کفر کی ہوں اور ایک وجہ ایمان کی ہو تو اس کی تکفیر نہ کی جائے۔ سو جاننا چاہیے کہ اس کلام کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ جو شخص اسلام اور دین کی ۹۹ باتوں کا منکر اور مکذّب ہو اور ایک بات دین کی مانتا ہو اس کو کافر کہنا جائز نہ رہے گا۔ کیوں کہ یہود اور نصاریٰ کم از کم ۵۰ فی صدی اسلام کی باتوں کو مانتے ہیں بلکہ دنیا میں کوئی کافر ایسا نہیں کہ جو اسلام کی تمام باتوں کا منکر ہو۔

علما کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی مجمل اور محتمل کلمہ کفر زبان سے نکالا جس کے معنی میں ۹۹ احتمال کفر کے ہیں اور ایک احتمال ایمان کا بھی ہے تو ایسے محتمل اور مشتبہ قول کی بنا پر اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی شخص شریعت کے تین سو حکموں کو مانتا ہے اور صرف تین حکموں کو نہیں مانتا مثلاً زناکاری اور شراب خواری اور رشوت ستانی کو حلال سمجھتا ہے تو کیا یہ شخص کافر نہ ہو گا، کیوں کہ سو ۱۰۰ میں ننانوے کا قائل ہے اور صرف ایک حکم کا منکر ہے۔ جو شخص حکومتِ وقت کے ۹۹ قوانین کو مانتا ہو اور سو ۱۰۰ میں سے صرف ایک حکم کو ناقابلِ عمل قرار دیتا ہو تو حکومت کے نزدیک ایسا شخص باغی ہے اور تختۂ دار یا حبس دوام کا مستحق ہے حالانکہ یہ شخص حکومت کے ۹۹ احکام کو مانتا ہے صرف ایک حکم نہیں مانتا اور اس کے خلاف تقریریں کرتا ہے۔

ضروریاتِ دین کی تعریف:

ضروریاتِ دین اصطلاح شریعت میں اُن امور کو کہا جاتا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق تواتر ثابت ہوں اور عام طور پر مسلمان ان امور کو جانتے ہوں۔ یعنی ان چیزوں کا علم 'علما تک محدود نہ ہو بلکہ عوام کے علم میں بھی وہ چیز آچکی ہو، ایسی چیزوں کو ضروریاتِ دین کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو شامی ص ۲۴۷ باب الامامۃ۔

مثلاً خدا تعالیٰ کا ایک ہونا اور تمام کائنات کا خالق اور مربیّ ہونا قرآن شریف اور تمام آسمانی کتابوں کا کلامِ الٰہی ہونا، تمام پیغمبروں کا برحق ہونا، جنت اور جہنم کا برحق ہونا اور انبیائے کرام سے جو معجزات صادر ہوئے وہ سب حق اور سچے تھے۔ معاذ اللہ کوئی دھوکا اور شعبدہ اور طلسم نہ تھے اور جن چیزوں کا حلال اور حرام ہونا قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے اور ان کو حلال اور حرام سمجھنا مثلاً چوری اور زنا کو حرام سمجھنا اور ماں اور بیٹی اور بہن اور باپ کی منکوحہ سے نکاح کو حرام سمجھنا۔ اگر کوئی شخص ان باتوں میں سے کسی ایک بات کا انکار کرے یا اس میں شک کرے تو وہ مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے اور اسلام کے لیے تمام

ضروریاتِ دین اور قطعیاتِ اسلام کا تسلیم کرنا ضروری ہے۔ دین کی سو ۱۰۰ باتوں میں صرف ایک بات کا ماننا مومن ہونے کے لیے کافی نہیں۔

حکومت کا وفادار وہی ہے کہ جو حکومت کے تمام احکام اور قوانین کو مانتا ہو اور اگر کوئی شخص حکومت کے ننانوے احکام کو مانتا ہو مگر ایک حکم کے متعلق یہ کہتا ہے کہ حکومت کا یہ حکم میرے نزدیک قابل قبول نہیں اور طرح طرح سے اس حکم میں شکوک اور شبہات پیش کرتا ہے یا اس حکم کی ایسی تاویلات اور توجیہات کرتا ہے کہ جو اب تک ارکانِ دولت اور حکامِ عدالت کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں گزری تھیں تو ایسا شخص حکومت کو وفادار نہیں بلکہ باغی ہے۔

ضروریاتِ دین اور متواترات میں تاویل بھی کفر ہے:

جس طرح ضروریاتِ دین اور متواتراتِ اسلام میں سے کسی ایک امر کا انکار کفر ہے، اسی طرح ضروریاتِ دین اور متواتراتِ اسلام میں تاویل کرنا بھی کفر ہے کیوں کہ قطعی امور کی تاویل بھی انکار کے حکم میں ہے۔ جس طرح نماز اور روزہ کی فرضیت کا انکار کفر ہے اسی طرح نماز اور روزہ اور زکوٰۃ کے حکم میں کسی قسم کی تاویل بھی کفر ہے۔ تاویل وہاں مسموع ہے جہاں کوئی اشتباہ ہو اور جو امور قطعی اور صاف اور روزِ روشن کی طرح واضح ہوں ان میں تاویل کرنا انکار کے مترادف ہے بلکہ تمسخر اور استہزا کے ہم معنی ہے۔

خلافتِ راشدہ کی تعریف

اسلامی حکومت ہونے کے لیے حاکم کا ذاتی طور پر مسلمان ہونا کافی نہیں جب تک خود حکومت کا مذہب من حیث الحکومت اسلام نہ ہو۔

جیسے آج کل قومی اور عوامی اور نیشنل حکومت کا چرچا ہے، سو ایسی حکومت 'اسلامی حکومت' نہیں کہلا سکتی۔ جو حکومت اللہ کے حاکمیت اور قانونِ شریعت کی برتری اور بالا دستی کو نہ مانتی ہو بلکہ یہ کہتی ہو کہ حکومت عوام کی اور مزدوروں کی ہے اور ملک کا قانون وہ ہے کہ جو عوام اور مزدور مل کر بنالیں۔۔ سو ایسی حکومت بلاشبہ حکومتِ کافرہ ہے۔

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہ

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْکٰفِرُوْنَ (المائدہ: ۴۴)

اَفَحُکْمَ الْجَاہِلِیَّۃِ یَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ (المائدہ: ۵۰)۔

جو فرد یا جماعت قانونِ شریعت کے اتباع کو لازم نہ سمجھے اس کے کفر میں کیا شبہہ ہے۔ ایمان نام ماننے کا ہے اور کفر نام نہ ماننے کا ہے۔

بادشاہِ اسلام:

اگر حکومت زبان سے تو اسلام کا اقرار کرتی ہے مگر در پردہ دیدہ ودانستہ بے دین لوگوں کے مشورہ سے ملک میں ایسے قوانین اور احکام جاری کرتی ہے کہ جو صریح کتاب و سنت اور اجماعِ امت کے خلاف ہیں تو ایسی حکومت حکومتِ نفاق ہے۔ اور ایسی حکومت کے اربابِ اقتدار فی الحقیقت جنسِ کفار سے ہیں۔ احکامِ آخرت کے اعتبار سے ان میں اور کفار میں کوئی فرق نہیں لیکن چونکہ اپنی زبان سے دعویٰ اسلام کا کرتے ہیں پس ان کا کفر پوشیدہ ہے۔ ان کا ظاہری اسلام اس امر کا مقتضی ہے کہ ان کے ساتھ معاملہ مسلمانوں کا سا کریں گو وہ آخرت میں کفار اشرار کے ساتھ درکات نار میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ مگر ہمیں نہ کسی کے دل کا حال معلوم ہے اور نہ آخرت کا حال معلوم ہے اس لیے ایسی صورت میں مسلمانوں کو چاہیے کہ اُن کے دل کا اور ان کی آخرت کا معاملہ تو خداوند علام الغیوب کے سپرد کریں اور ظاہری معاملات میں اُن کے زبانی دعوائے اسلام کی وجہ سے مسلمانوں جیسا معاملہ کریں۔

ایسی ریاست دینِ اسلام کے لیے سمّ قاتل ہے۔ ایسی سلطنتِ ضالّہ کی مخالفت اور منازعت بقدر استطاعت شرعاً وعقلاً فرض اور لازم ہے بشرطیکہ اس ریاست اور اقتدار کے ختم ہو جانے کے بعد سلطنتِ عادلہ اور ریاستِ صالحہ کے قائم ہو جانے کا یقین یا ظن غالب ہو کہ اس حکومت کے خاتمہ کے بعد دوسری آنے والی حکومت یقیناً یا بظنِ غالب اسلام اور اہلِ اسلام اور ملک اور ملت اور عام رعایا کے لیے نفع بخش اور راحت رساں ہوگی۔ شرعاً وعقلاً ایسے بے دینوں اور گمراہوں کو ذلیل اور رسوا کرنا آئندہ آنے والوں کے لیے باعثِ عبرت ہوگا۔ یہ وقت نہایت نازک ہے جس میں غایت درجہ احتیاط واجب ولازم ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک ظالم سے نجات ملے اور اس سے بڑھ کر دوسرے ظالم کے پنجہ میں جا پھنسیں۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

تمہارے قلم پہ میکالے کے مکتب کی ملمہ کاری ہے
ہمیں چودہ قرن قبل کی تعلیمِ شریعت پیاری ہے
حزبِ شیطان سے تو تمہاری یاری ہے
شریعت کے خلاف تمہاری جنگ جاری ہے
تاریخِ انسان کے صفحات پہ تمہاری حیثیت محض، ایک بھکاری ہے
جاگتے میں خواب دیکھتے رہنا بس یہ ہی تمہاری بیماری ہے
جیسے فنا کرنے نکلے تھے تم
ہاتھ آج بھی اس کا بھاری ہے
خود تمہارے ایوانوں پہ اک لرزا طاری ہے
بتاؤ ذرا تم ہی! اس جنگ میں کس کا پلڑا بھاری ہے
ہمیں تو محض اسلاف کے ورثے کو بچانا ہے
تمہارے آنگن کو بھی تلاوتِ قرآن سے مہکانا ہے
شریعت یا شہادت بس یہی نعرہ لگانا ہے

جمہوریت اس دور کا صنمِ اکبر

شہیدِ اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

بعض غلط نظریات قبولیتِ عامہ کی ایسی سند حاصل کر لیتے ہیں کہ بڑے بڑے عقلاء اس قبولیتِ عامہ کے آگے سر ڈال دیتے ہیں، وہ یا تو ان غلطیوں کا ادراک ہی نہیں کر پاتے یا اگر ان کو غلطی کا احساس ہو بھی جائے تو اس کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہیں کر سکتے۔ دُنیا میں جو بڑی بڑی غلطیاں رائج ہیں ان کے بارے میں اہلِ عقل اسی المیے کا شکار ہیں۔ مثلاً ''بت پرستی'' کو لیجئے! خدائے وحدہ لا شریک کو چھوڑ کر خود تراشیدہ پتھروں اور مورتیوں کے آگے سر بسجود ہونا کس قدر غلط اور باطل ہے، انسانیت کی اس سے بڑھ کر توہین و تذلیل کیا ہو گی کہ انسان کو 'جو اَشرف المخلوقات ہے' بے جان مورتیوں کے سامنے سرنگوں کر دیا جائے اور اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہو گا کہ حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ مخلوق کو شریکِ عبادت کیا جائے۔ لیکن مشرک برادری کے عقلا کو دیکھو کہ وہ خود تراشیدہ پتھروں، درختوں، جانوروں وغیرہ کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ تمام تر عقل و دانش کے باوجود ان کا ضمیر اس کے خلاف احتجاج نہیں کرتا اور نہ وہ اس میں کوئی قباحت محسوس کرتے ہیں۔

اسی غلط قبولیتِ عامہ کا سکہ آج ''جمہوریت'' میں چل رہا ہے، جمہوریت دورِ جدید کا وہ ''صنمِ اکبر'' ہے جس کی پرستش اوّل اوّل دانایانِ مغرب نے شروع کی، چونکہ وہ آسمانی ہدایت سے محروم تھے اس لیے ان کی عقلِ نارسا نے دیگر نظام ہائے حکومت کے مقابلے میں جمہوریت کا بت تراش لیا اور پھر اس کو مثالی طرزِ حکومت قرار دے کر اس کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ پوری دُنیا میں اس کا غلغلہ بلند ہوا یہاں تک کہ مسلمانوں نے بھی تقلیدِ مغرب میں جمہوریت کی مالا جپنی شروع کر دی۔ کبھی یہ نعرہ بلند کیا گیا کہ ''اسلام جمہوریت کا علَم بردار ہے'' اور کبھی ''اسلامی جمہوریت'' کی اصطلاح وضع کی گئی، حالانکہ مغرب ''جمہوریت'' کے جس بت کا پجاری ہے اس کا نہ صرف یہ کہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اسلام کے سیاسی نظریہ کی ضد ہے، اس لیے اسلام کے ساتھ ''جمہوریت'' کا پیوند لگانا اور جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کرنا صریحاً غلط ہے۔

سب جانتے ہیں کہ اسلام، نظریۂ خلافت کا داعی ہے جس کی رُو سے اسلامی مملکت کا سربراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی زمین پر اَحکامِ الٰہیہ کے نفاذ کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ مسند الہند حکیم الاُمت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ، خلافت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> مسئلہ در تعریف خلافت: ھی الریاسۃ العامۃ فی التصدی لاقامۃ الدین باحیاء العلوم الدینیۃ واقامۃ ارکان الاسلام والقیام بالجہاد وما یتعلق بہ من ترتیب الجیوش والفرض للمقاتلۃ واعطائھم من الفیئ والقیام بالقضاء واقامۃ الحدود ورفع المظالم والأمر بالمعروف والنھی عن المنکر نیابۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
>
> (ازالۃ الخفاء ص:۲)
>
> ''خلافت کے معنی ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں دِین کو قائم (اور نافذ) کرنے کے لیے مسلمانوں کا سربراہ بننا۔ دِینی علوم کو زندہ رکھنا، ارکانِ اسلام کو قائم کرنا، جہاد کو قائم کرنا اور متعلقاتِ جہاد کا انتظام کرنا، مثلاً: لشکروں کا مرتب کرنا، مجاہدین کو وظائف دینا اور مالِ غنیمت ان میں تقسیم کرنا، قضا و عدل کو قائم کرنا، حدودِ شرعیہ کو نافذ کرنا اور مظالم کو رفع کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا''۔

اس کے برعکس جمہوریت میں عوام کی نمائندگی کا تصوّر کار فرما ہے، چنانچہ جمہوریت کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے:

> ''جمہوریت وہ نظامِ حکومت ہے جس میں عوام کے چنے ہوئے نمائندوں کی اکثریت رکھنے والی سیاسی جماعت حکومت چلاتی ہے اور عوام کے سامنے جواب دہ ہوتی ہے''۔

گویا اسلام کے نظامِ خلافت اور مغرب کے تراشیدہ نظامِ جمہوریت کا راستہ پہلے ہی قدم پر الگ الگ ہو جاتا ہے، چنانچہ:

۱۔ خلافت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا تصوّر پیش کرتی ہے، اور جمہوریت عوام کی نیابت کا نظریہ پیش کرتی ہے۔

۲۔ خلافت، مسلمانوں کے سربراہ پر اِقامتِ دِین کی ذمہ داری عائد کرتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کا دِین قائم کیا جائے، اور اللہ کے بندوں پر، اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کے مقرّر کردہ نظامِ عدل کو نافذ کیا جائے، جب کہ جمہوریت کو نہ خدا اور رسول سے کوئی واسطہ ہے، نہ دِین اور اِقامتِ دِین سے کوئی غرض ہے، اس کا کام عوام کی خواہشات کی تکمیل ہے اور وہ ان کے منشا کے مطابق قانون سازی کی پابند ہے۔

۳۔ اسلام، منصبِ خلافت کے لیے خاص شرائط عائد کرتا ہے، مثلاً: مسلمان ہو، عاقل و بالغ ہو، سلیم الحواس ہو، مرد ہو، عادل ہو، اَحکامِ شرعیہ کا عالم ہو، جب کہ جمہوریت ان شرائط کی قائل نہیں، جمہوریت یہ ہے کہ جو جماعت بھی عوام کو سبز باغ دِکھا کر اسمبلی میں زیادہ نشستیں حاصل کر لے اسی کو عوام کی نمائندگی کا حق ہے۔ جمہوریت کو اس سے بحث نہیں کہ عوامی اکثریت حاصل کرنے والے ارکان مسلمان ہیں یا کافر، نیک ہی پابد، متقی و پرہیزگار ہیں یا فاجر و بدکار، اَحکامِ شرعیہ کے عالم ہیں یا جاہلِ مطلق اور لائق ہیں یا کندہ ناتراش، الغرض! جمہوریت میں عوام کی پسند و ناپسند ہی سب سے بڑا معیار ہے اور اسلام نے جن

اوصاف وشرائط کا کسی حکمران میں پایا جانا ضروری قرار دیا، وہ عوام کی حمایت کے بعد سب لغو اور فضول ہیں، اور جو نظامِ سیاست اسلام نے مسلمانوں کے لیے وضع کیا ہے وہ جمہوریت کی نظر میں محض بے کار اور لایعنی ہے، نعوذ باللہ!

۴۔ خلافت میں حکمران کے لیے بالاتر قانون کتاب وسنت ہے، اور اگر مسلمانوں کا اپنے حکام کے ساتھ نزاع ہو جائے تو اس کو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رَدّ کیا جائے گا اور کتاب وسنت کی روشنی میں اس کا فیصلہ کیا جائے گا، جس کی پابندی راعی اور رعایا دونوں پر لازم ہو گی۔ جب کہ جمہوریت کا ''فتویٰ'' یہ ہے کہ مملکت کا آئین سب سے ''مقدس'' دستاویز ہے اور تمام نزاعی اُمور میں آئین ودستور کی طرف رُجوع لازم ہے، حتیٰ کہ عدالتیں بھی آئین کے خلاف فیصلہ صادر نہیں کر سکتیں۔

لیکن ملک کا دستور اپنے تمام تر ''تقدس'' کے باوجود عوام کے منتخب نمائندوں کے ہاتھ کا کھلونا ہے، وہ مطلوبہ اکثریت کے بل بوتے پر اس میں جو چاہیں ترمیم وتنسیخ کرتے پھریں، ان کو کوئی روکنے والا نہیں، اور مملکت کے شہریوں کے لیے جو قانون چاہیں بناڈالیں، کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں۔ یاد ہو گا کہ انگلینڈ کی پارلیمنٹ نے دو مردوں کی شادی کو قانوناً جائز قرار دیا تھا اور کلیسا نے ان کے فیصلے پر صاد فرمایا تھا، چنانچہ عملاً دو مردوں کا، کلیسا کے پادری نے نکاح پڑھایا تھا، نعوذ باللہ!

حال ہی میں پاکستان کی ایک محترمہ کا بیان اخبارات کی زینت بنا تھا کہ جس طرح اسلام نے ایک مرد کو بیک وقت چار عورتوں سے شادی کی اجازت دی ہے، اسی طرح ایک عورت کو بھی اجازت ہونی چاہیے کہ وہ بیک وقت چار شوہر رکھ سکے۔ ہمارے یہاں جمہوریت کے نام پر مردوزن کی مساوات کے جو نعرے لگ رہے ہیں، بعید نہیں کہ جمہوریت کا نشہ کچھ تیز ہو جائے اور پارلیمنٹ میں یہ قانون بھی زیرِ بحث آجائے۔ ابھی گزشتہ دنوں پاکستان ہی کے ایک بڑے مفکر کا مضمون اخبار میں شائع ہوا تھا کہ شریعت کو پارلیمنٹ سے بالاتر قرار دینا قوم کے نمائندوں کی توہین ہے، کیونکہ قوم نے اپنے منتخب نمائندوں کو قانون سازی کا مکمل اختیار دیا ہے۔ ان صاحب کا یہ عندیہ ''جمہوریت'' کی صحیح تفسیر ہے، جس کی رُو سے قوم کے منتخب نمائندے شریعتِ الٰہی سے بھی بالاتر قرار دیئے گئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں ''شریعت بل'' کئی سالوں سے قوم کے منتخب نمائندوں کا منہ تک رہا ہے لیکن آج تک اسے شرفِ پذیرائی حاصل نہیں ہو سکا، اس کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام، مغربی جمہوریت کا قائل ہے؟

تمام دُنیا کے عقلا کا قاعدہ ہے کہ کسی اہم معاملے میں اس کے ماہرین سے مشورہ لیا جاتا ہے، اسی قاعدے کے مطابق اسلام نے انتخابِ خلیفہ کی ذمہ داری اہلِ حل وعقد پر ڈالی ہے، جو رُموزِ مملکت کو سمجھتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ اس کے لیے موزوں ترین شخصیت کون ہو سکتی ہے، جیسا کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا:

انما الشوریٰ للمهاجرين والأنصار

''خلیفہ کے انتخاب کا حق صرف مہاجرین وانصار کو حاصل ہے''۔

لیکن بت کدۂ جمہوریت کے برہمنوں کا ''فتویٰ'' یہ ہے کہ حکومت کے انتخاب کا حق ماہرین کو نہیں بلکہ عوام کو ہے۔ دُنیا کا کوئی کام اور منصوبہ ایسا نہیں جس میں ماہرین کے بجائے عوام سے مشورہ لیا جاتا ہو، کسی معمولی سے معمولی ادارے کو چلانے کے لیے بھی اس کے ماہرین سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے، لیکن یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ حکومت کا ادارہ (جو تمام اداروں کی ماں ہے اور مملکت کے تمام وسائل جس کے قبضے میں ہیں، اس کو) چلانے کے لیے ماہرین سے نہیں بلکہ عوام سے رائے لی جاتی ہے، حالانکہ عوام کی ننانوے فیصد اکثریت یہی نہیں جانتی کہ حکومت کیسے چلائی جاتی ہے؟ اس کی پالیسیاں کیسے مرتب کی جاتی ہیں؟ اور حکمرانی کے اُصول وآداب اور نشیب وفراز کیا کیا ہیں...؟ ایک حکیم ودانا کی رائے کو ایک گھسیارے کی رائے کے ہم وزن شمار کرنا، اور ایک کندہ ناتراش کی رائے کو ایک عالمی دماغ مدبر کی رائے کے برابر قرار دینا، یہ وہ تماشا ہے جو دُنیا کو پہلی بار ''جمہوریت'' کے نام سے دِکھایا گیا ہے۔

درحقیقت ''عوام کی حکومت، عوام کے لیے اور عوام کے مشورے سے'' کے الفاظ محض عوام کو اُلو بنانے کے لیے وضع کیے گئے ہیں، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ جمہوریت میں نہ تو عوام کی رائے کا احترام کیا جاتا ہے اور نہ عوام کی اکثریت کے نمائندے حکومت کرتے ہیں، کیونکہ جمہوریت میں اس پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جاتی کہ عوام کی حمایت حاصل کرنے کے لیے کون کون سے نعرے لگائے جائیں گے اور کن کن ذرائع کو استعمال کیا جائے گا؟ عوام کی ترغیب وتحریص کے لیے جو ہتھکنڈے بھی استعمال کیے جائیں، ان کو گمراہ کرنے کے لیے جو سبز باغ بھی دِکھائے جائیں اور انہیں فریفتہ کرنے کے لیے جو ذرائع بھی استعمال کیے جائیں وہ جمہوریت میں سب روا ہیں۔

اب ایک شخص خواہ کیسے ہی ذرائع اختیار کرے، اپنے حریفوں کے مقابلے میں زیادہ ووٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے، وہ ''عوام کا نمائندہ'' شمار کیا جاتا ہے، حالانکہ عوام بھی جانتے ہیں کہ اس شخص نے عوام کی پسندیدگی کی بنا پر زیادہ ووٹ حاصل نہیں کیے بلکہ روپے پیسے سے ووٹ خریدے ہیں، دھونس اور دھاندلی کے حربے استعمال کیے ہیں اور غلط وعدوں سے عوام کو دھوکا دیا ہے، لیکن ان تمام چیزوں کے باوجود یہ شخص نہ روپے پیسے کا نمائندہ کہلاتا ہے، نہ دھونس اور دھاندلی کا منتخب شدہ اور نہ جھوٹ، فریب اور دھوکا دہی کا نمائندہ شمار کیا جاتا ہے، چشمِ بد دُور! یہ ''قوم کا نمائندہ'' کہلاتا ہے۔ انصاف کیجئے! کہ ''قوم کا نمائندہ'' اسی قماش کے آدمی کو کہا جاتا ہے؟ اور کیا ایسے شخص کو ملک وقوم سے کوئی ہمدردی ہو سکتی ہے...؟

عوامی نمائندگی کا مفہوم تو یہ ہونا چاہئے کہ عوام کسی شخص کو ملک و قوم کے لیے مفید ترین سمجھ کر اسے بالکل آزادانہ طور پر منتخب کریں، نہ اس اُمیدوار کی طرف سے کسی قسم کی تحریص و ترغیب ہو، نہ کوئی دباؤ ہو، نہ برادری اور قوم کا واسطہ ہو، نہ روپے پیسے کا کھیل ہو، الغرض اس شخصیت کی طرف سے اپنی نمائش کا کوئی سامان نہ ہو اور عوام کو بے وقوف بنانے کا اس کے پاس کوئی حربہ نہ ہو۔ قوم نے اس کو صرف اور صرف اس بنا پر منتخب کیا ہو کہ یہ اپنے علاقے کا لائق ترین آدمی ہے۔ اگر ایسا انتخاب ہوا کرتا تو بلاشبہ یہ عوامی انتخاب ہوتا اور اس شخص کو ''قوم کا منتخب نمائندہ'' کہنا صحیح ہوتا، لیکن عملاً جو جمہوریت ہمارے یہاں رائج ہے، یہ عوام کے نام پر عوام کو دھوکا دینے کا ایک کھیل ہے اور بس...!

کہا جاتا ہے کہ: ''جمہوریت میں عوام کی اکثریت کو اپنے نمائندوں کے ذریعہ حکومت کرنے کا حق دیا جاتا ہے''۔ یہ بھی محض ایک پُرفریب نعرہ ہے، ورنہ عملی طور پر یہ ہورہا ہے کہ جمہوریت کے غلط فارمولے کے ذریعہ ایک محدود سی اقلیت، اکثریت کی گردنوں پر مسلط ہو جاتی ہے!

مثلاً: فرض کر لیجئے کہ ایک حلقۂ انتخاب میں ووٹوں کی کل تعداد پونے دو لاکھ ہے، پندرہ اُمیدوار ہیں، ان میں سے ایک شخص تیس ہزار ووٹ حاصل کر لیتا ہے، جن کا تناسب دُوسرے اُمیدواروں کو حاصل ہونے والے ووٹوں سے زیادہ ہے، حالانکہ اس نے صرف سولہ فی صد حاصل کیے ہیں، اس طرح سولہ فی صد کے نمائندے کو ۸۴ فی صد پر حکومت کا حق حاصل ہوا۔ فرمایئے! یہ جمہوریت کے نام پر ایک محدود اقلیت کو غالب اکثریت کی گردنوں پر مسلط کرنے کی سازش نہیں تو اور کیا ہے...؟ چنانچہ اس وقت مرکز میں جو حکومت ''کوس لمن الملک'' بجا رہی ہے، اس کو ملک کی مجموعی آبادی کے تناسب سے ۳۳ فی صد کی حمایت بھی حاصل نہیں، لیکن جمہوریت کے تماشے سے نہ صرف وہ جمہوریت کی پاسبان کہلاتی ہے بلکہ اس نے ایک عورت کو ملک کے سیاہ و سفید کا مالک بنا رکھا ہے۔

الغرض! جمہوریت کے عنوان سے ''عوام کی حکومت، عوام کے لیے'' کا دعویٰ محض ایک فریب ہے، اور اسلام کے ساتھ اس کی پیوندکاری فریب در فریب ہے، اسلام کا جدید جمہوریت سے کوئی تعلق نہیں، نہ جمہوریت کو اسلام سے کوئی واسطہ ہے!

ضدان لا یجتمعان

''یہ دو متضاد جنسیں ہیں جو اکٹھی نہیں ہو سکتیں''۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: قرآن کریم فرقان حمید میں مذکور دلوں کا تذکرہ

''اور اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے''۔

القلب المختوم:

ایسا دل جس پر مہر لگ گئی ہو (جس دل میں سوچنے سمجھنے اور حق قبول کرنے کی توفیق نہ ہو)

وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ (الجاثیۃ: ۲۳)

''اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے''۔

القلب القاسی:

سخت دل (جس دل میں ایمان کے لیے نرمی نہ ہو، کوئی زجر و توبیخ بھی اثر نہ کرے اور اللہ کا ذکر نہ کرنے والا دل)

وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً (المائدۃ: ۱۳)

''اور ان کے دل سخت کر دیے''۔

القلب الغافل:

غافل دل (اپنے رب کے ذکر سے غافل دل)

وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا (الکہف: ۲۸)

''دیکھ اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے''۔

القلب الأغلف:

بند دل (جس پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بھی اثر نہ کرے)

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ (البقرۃ: ۸۸)

''یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلاف والے ہیں''۔

القلب الزائغ:

ٹیڑھا دل

فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ (ال عمران: ۷)

''پس جن کے دلوں میں کجی ہے''۔

القلب المریب:

شک وشبہ میں مبتلا دل

وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ (التوبۃ: ۴۵)

''جن کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں''۔

اللھم اجعل قلوبنا من القلوب السلیمۃ المطمئنۃ البیضاء وثبتنا علی الھدی والإیمان!

''اے اللہ! اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو پاک وصاف، سفید، حق اور ایمان پر قائم دائم رہنے والا بنادے''۔

☆☆☆☆☆

عقیدہ فرقہ ناجیہ

شیخ ابو محمد مقدسی حفظہ اللہ

جہاد اور خروج:

جہاد:

☆جہاد مسلمانوں کے ہر گروہ کے ساتھ مل کر ہو سکتا ہے؛ جہاد بہر حال کرنا چاہیے، خواہ اکیلے کرنا پڑے یا اُمرا و حکام کی معیت میں اور یہ حکمران چاہے نیک ہوں، چاہے فاسق و فاجر! جہاد کا یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا۔ واضح رہے کہ خدا کی معصیت میں اربابِ اقتدار کی اطاعت تو جائز نہیں ہے لیکن اِس امر کا جواز موجود ہے کہ بوقت ضرورت خدا کی معصیت کرنے والوں کے ساتھ مل کر اُن لوگوں کے خلاف جہاد کیا جائے جو خدا کے انکار کی روش پر گامزن ہیں؛ یہ دراصل اِس قاعدے کے تحت ہے کہ بڑے مفسدہ کے خاتمے کے لیے ادنیٰ درجے کے مفسدہ کو گوارا کر لیا جائے۔

☆سنت و فضیلت ایسی صفات سے متصف پرچم تلے جہاد کرنا ہمارے نزدیک زیادہ پسندیدہ، افضل اور وجوب سے قریب تر ہے؛ جہاد فرائضِ دینیہ میں سے ایک اہم فریضہ ہے جسے امام وحاکم کی عدم موجودگی اور اسلامی سلطنت کے سقوط کی بنا پر معطل نہیں کیا جاسکتا۔

اہلِ قبلہ سے جنگ:

☆ہم موحد اہل قبلہ کے خلاف تلوار اُٹھانے کے قائل نہیں ہیں، اِلا یہ کہ دلیل قطعی کی بنا پر کسی کے خلاف تلوار اُٹھانا واجب ہو جائے؛ تمام اہل اسلام کو یقینی طور پر عصمت حاصل ہے جو محض یقینی دلیل ہی کی بنا پر زائل ہو سکتی ہے۔ اہل توحید نمازیوں کی جان مباح کر لینا بہت ہی خطرناک معاملہ ہے اور ایک ہزار کافر کو غلطی سے چھوڑ دینا اِس کی نسبت کہیں کم تر ہے کہ ایک مسلمان کا تھوڑا سا فاسد خون بہانے میں غلطی کا ارتکاب کیا جائے۔

خروج و بغاوت:

☆ہم اہل اسلام کے آئمہ و اُمرا اور اُن کے امور و معاملات کے ذمہ داروں کے خلاف بغاوت کے قائل نہیں ہیں شرط کہ وہ مسلمان ہوں؛ خواہ وہ حکمران ہم پر ظلم ہی کیوں نہ کریں۔ جب تک وہ نیکی کا حکم دیں، ہم اُن کی اطاعت سے دست کش نہیں ہوتے اور اگر وہ معصیت کا حکم نہ دیں تو ہم اُن کی فرماں برداری کو واجب سمجھتے ہیں؛ ہم اُن کے لیے صلاح و ہدایت کی دعا بھی کرتے ہیں۔

☆ہم اُن آئمہ کفر کے خلاف خروج کے قایل ہیں جو مسلمانوں پر مسلط ہیں اور دین کو چھوڑ کر مرتد ہو چکے ہیں؛ اِس کے متعدد وجوہ ہیں :

- اِنھوں نے شریعت کو تبدیل کر رکھا ہے۔
- یہ خدا کے ساتھ شریعت سازی کے منصب پر براجمان ہیں۔
- شرق و غرب کے مختلف طاغوتوں سے فیصلے کراتے ہیں۔
- دشمنانِ خدا سے محبت وولایت رکھتے اور اُن کی مدد و نصرت کرتے ہیں۔
- خداوند قدوس کے دین اور اُس کے دوستوں سے عداوت و دشمنی رکھتے ہیں۔

ہماری رائے میں انہیں ہٹانے کے لیے دعوت دینا اور عملی جدوجہد کرنا حسب استطاعت تمام مسلمانوں پر فرض ہے؛ جو شخص ہتھیار اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا، وہ اُن کی نصرت سے بہر آئینہ عاجز نہیں، خواہ خدا کے حضور دعا ہی کے ذریعے کرے۔

☆اِس مقصد کی خاطر مادی اور معنوی تیاری کرنا واجباتِ دین میں داخل ہے۔

☆ہمارا اعتقاد ہے کہ دوسروں سے قتال کی نسبت اِن سے برسرپیکار ہونا زیادہ ضروری ہے کیوں کہ کفر ارتداد بااجماعِ امت کفر اصلی سے زیادہ سنگین ہے۔ عقلی اعتبار سے بھی یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ اصل سرمایے کی حفاظت منافع کے حصول پر مقدم ہے؛ پھر یہ بھی طے شدہ اصول ہے کہ دفاعی جہاد، اقدامی جہاد پر فوقیت رکھتا ہے؛ مزید برآں قریبی کفار سے جہاد کا آغاز دور کے کافروں سے جہاد کے مقابلے میں اولیٰ ہے۔ اِس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ مسلم ممالک میں یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار کو اقتدار و اختیار اور مسلمانوں کے اموال و بلاد لوٹنے کے مواقع انھی مرتدوں ہی نے تو مہیا کیے ہیں !!

☆ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو لوگ بے بنیاد شبہات کی بنا پر اِن مرتدوں کے خلاف جہاد کو معطل کرنا چاہتے ہیں، مثلاً یہ کہ آج ہجرت ممکن نہیں ہے؛ یا لوگ منتشر ہیں؛ یا یہ کہ مسلمانوں کا ذمہ دار امام موجود نہیں ہے تو یہ لوگ درحقیقت جہالت و ضلالت کی وادیوں میں سرگرداں ہیں؛ یہ بغیر علم کے فتوے دیتے ہیں، نتیجتاً خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کے لیے بھی ضلالت کا باعث بنتے ہیں؛ یہ خود دین کی نصرت سے دست کش ہو چکے ہیں اور دوسروں کو بھی اِس کی مدد سے ہاتھ کھینچنے پر اکساتے ہیں۔

☆ہمارے اعتقاد کی رُو سے یہ اہم ترین واجب ہے کہ اِن حکام سے ہر حال میں قتال کیا جائے اور اِنھیں اقتدار سے بے دخل کیا جائے، تاآنکہ سارا دین اللہ کے لیے ہو جائے؛ اِس کے لیے جو ہجرت لازم ہے، وہ یہ ہے کہ توحید کو اپناتے ہوئے خدا کی طرف ہجرت کی جائے اور اتباع و اطاعت کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہجرت کی جائے۔

☆اِس مقصد کے لیے واقعی سنجیدگی اور کامل یکجہتی سے تیاری کرنا ہمارے نزدیک واجب ہے اور انفرادی کارروائیوں یا متفرق کاوشوں سے بہتر ہے۔

☆یہ اصول اپنی جگہ طے ہے کہ اِن حکمرانوں کے خلاف کھڑا ہونا محض اُسی شخص پر واجب ہے جو اِس کی استطاعت و قدرت رکھتا ہو لیکن یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ جو شے وجوب کے لیے شرط ہے، اُسے جواز کے لیے شرط قرار نہیں دیا جاسکتا فللہذا ایک اکیلے فرد کا اِن حاکموں کے خلاف قتال کرنا جائز ہے، خواہ حصولِ شہادت اور ظاہری ناکامی کا یقین ہی کیوں نہ ہو۔ جہاد ایک عبادت اور فریضہ ہے جو تاقیامت مشروع ہے اور اسے کوئی چیز

روک نہیں سکتی؛ پس ہر لحظہ میں جہاد کیا جاسکتا ہے؛ اِس کی مثال یوں سمجھیے کہ وجوبِ زکوۃ تو چند شرائط سے مشروط ہے لیکن عمومی صدقہ کے لیے ایسی کوئی شرط نہیں؛ وہ ہر وقت کیا جاسکتا ہے۔

☆جہاد ہی وہ تربیت گاہ ہے جہاں بڑے بڑے پیمانے پر افراد تیار ہوتے ہیں اور اِسی سے وہ بنیادیں مضبوط ہوتی ہیں جن پر دینِ متین کی رفیع الشان عمارت اساس پذیر ہے۔

طائفہ منصورہ

☆ہم طائفہ منصورہ سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پر ایمان رکھتے ہیں؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

''میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر لڑتا رہے گا اور تاقیامت غالب رہے گا''۔

اِس کے بعد فرمایا:

فَيَنْزِلُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامِ، فَيَقُوْلُ أَمِيْرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَيَقُوْلُ: لَا، إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللهِ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ (رواہ مسلم عن جابر مرفوعاً)

''پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے تو اِس گروہ کا امام گزارش کرے گا کہ آیئے نماز پڑھایئے! حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ نہیں بلکہ تمہارے امام تم ہی میں سے ہوں گے اور یہ خدا کی جانب سے اِس امت کا اعزاز ہے''۔

نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

لَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلٰى أَمْرِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ قَاهِرِيْنَ لِعَدُوِّهِمْ، لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ (مسلم)

''میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ احکامِ الٰہی کی خاطر بر سرِ قتال رہے گی اور اُسے اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل رہے گا؛ اُس کی مخالفت کرنے والا اُسے کچھ بھی ضرر نہ پہنچا سکے گا اور اس کی تاقیامت یہی کیفیت رہے گی۔''

حضرت سلمہ بن نفیل الکندی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم

''ایک روز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا

فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَذَالَ النَّاسُ الْخَيْلَ وَوَضَعُوْا السِّلَاحَ! وَقَالُوْا: لَا جِهَادَ قَدْ وَضَعَتِ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا، فَأَقْبَلَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِوَجْهِهٖ وَقَالَ: كَذَبُوْا، الْآنَ الْآنَ جَاءَ الْقِتَالُ، وَلَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِيْ أُمَّةٌ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ، وَيُزِيْغُ اللهُ لَهُمْ قُلُوْبَ أَقْوَامٍ، وَيَرْزُقُهُمْ مِنْهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ، وَحَتّٰى يَأْتِيَ وَعْدُ اللهِ، وَالْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَهُوَ يُوْحٰى إِلَيَّ أَنِّيْ مَقْبُوْضٌ غَيْرُ مُلَبَّثٍ وَأَنْتُمْ تَتَّبِعُوْنِيْ أَفْنَادًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، وَعُقْرُ دَارِ الْمُؤْمِنِيْنَ الشَّامُ (حدیث صحیح، رواہ احمد والنسائی)

کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں کی نگاہ میں گھوڑوں کی وقعت ختم ہو کر رہ گئی ہے اور اُنھوں نے ہتھیار رکھ دیے ہیں؛ اُن کا کہنا ہے کہ جہاد کا باب بند ہو چکا ہے کیوں کہ جنگ موقوف ہو گئی ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرۂ انور اُس کی طرف پھیرا اور فرمایا: وہ جھوٹ کہتے ہیں؛ اب تو قتال کا زمانہ آیا ہے؛ اور میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے لڑتا رہے گا؛ اللہ تعالیٰ اُن کی خاطر لوگوں کے دل ایمان سے کفر کی طرف پھیر دے گا اور تاقیامت اُنھیں اُن لوگوں سے رزق عطا فرمائے گا تا آنکہ خدا کا وعدہ آن پہنچے گا؛ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے خیر رکھ دی گئی ہے اور مجھے وحی کی گئی ہے کہ میری روح جلد ہی قبض کر لی جائے گی اور تم متفرق گروہوں کی صورت میں میری پیروی کرو گے اور ایک دوسرے کو قتل کرو گے؛ (عہدِ فتن میں) شام اہل ایمان کا مستقر ہو گا''۔

☆یہی وہ طائفہ ہے جو ہر عصر و عہد میں دین اسلام کے انصار واعوان کی نمائندگی کرتا رہا ہے؛ جہاد و قتال میں مشغول یہی گروہ ہے جو کامل طریقے پر دینِ الٰہی کی مدد و نصرت کے لیے کوشاں ہے؛ ہم خداوندِ متعال کی جناب میں دست بہ دعا ہیں کہ وہ ہمیں بھی اس طائفہ میں شامل فرمائے اور اپنی راہ میں خلعتِ شہادت سے سرفراز کرے۔

خاتمہ:

یہ ہے ظاہری و باطنی پہلو سے ہمارا دین و اعتقاد؛ ہمارا دین و مذہب غلو و تقصیر، تشبیہ و تعطیل، جبر و قدر اور امید و یاس کے مابین معتدل اور متوازن حیثیت کا حامل ہے؛ ہمارا رجحان نہ اہل افراط کی جانب ہے اور نہ ہم اہل تفریط ہی کی طرف میلان رکھتے ہیں؛ ہم اِس دین کے ماسوا ہر مذہب و مسلک سے اظہار براءت کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل سے ہماری التجا ہے کہ وہ ہمیں ایمان پر ثبات عطا کرے؛ اِسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے اور ہمیں خواہشاتِ نفس، آراے متفرقہ اور مذاہبِ فاسدہ سے محفوظ رکھے۔

وَصَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ

☆☆☆☆☆

خروج دجال اور ظہورِ امام مہدی

مفتی محمد ادریس ہاشمی دامت برکاتہم العالیہ

مہدی کے خلاف قبیلہ قریش کا جو شخص لشکر بھیجے گا اس کا نام کیا ہو گا؟

یہ بات تو صحیح احادیث سے ثابت ہو چکی ہے کہ مہدی کے خلاف ایک شخص لشکر بھیجے گا جس کا ننھیال بنو کلب ہو گا اور وہ لشکر زمین میں دھنس جائے گا۔ اب آتے ہیں اس بات کی طرف کہ مہدی کے خلاف لشکر بھیجنے والے کا نام کیا ہو گا؟ کیونکہ بعض احادیث میں اس شخص کے نام کے ساتھ بھی کچھ اس کی صفات کو بیان کیا گیا ہے جو کہ بہت اہم ہے۔ اس شخص کا لقب "سفیانی" آیا ہے اور بعض روایات میں "سفیانی دوم" کے نام سے بھی پکارا گیا ہے۔

حدثنا أبو محمد أحمد بن عبد الله المزني ، ثنا زكريا بن يحيى الساجي ، ثنا محمد بن إسماعيل بن أبي سمينة ، ثنا الوليد بن مسلم ، ثنا الأوزاعي ، عن يحيى بن أبي كثير ، عن أبي سلمة ، عن أبي هريرة رضي الله عنه ، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : «يخرج رجل يقال له : السفياني في عمق دمشق ، وعامة من يتبعه من كلب ....حتى إذا صار ببيداء من الأرض خسف بهم ، فلا ينجو منهم إلا المخبر عنهم» هذا حديث صحيح الإسناد على شرط الشيخين ، ولم يخرجاه (مستدرک حاکم)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نکلے گا جس کا نام ہو گا سفیانی جو کہ دمشق کی ایک بستی پر حملہ آور ہو گا اور بنو کلب والے اس کی پیروی کریں گے (پھر آگے فرمایا) یہاں تک کہ وہ لشکر ایک میدان میں دھنس جائے گا اور ان میں سے کوئی باقی نہیں بچے گا سوائے ایک کے جو ان کی خبر دے گا"۔

أخبرني محمد بن المؤمل بن الحسن ، ثنا الفضل بن محمد بن المسيب ، ثنا نعيم بن حماد ، ثنا يحيى بن سعيد ، ثنا الوليد بن عياش ، أخو أبي بكر بن عياش ، عن إبراهيم ، عن علقمة ، قال : قال ابن مسعود رضي الله عنه : قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم : « أحذركم سبع فتن تكون بعدي :-----وفتنة من بطن الشام وهي السفياني »

(مستدرک حاکم، ج۱۹ ص۴۴۰، رقم: ۸۵۸۰)

"اور فتنہ شام کی پیٹ سے نکلے گا اور وہ فتنہ سفیانی ہو گا"۔

اس کے علاوہ الفتن نعیم بن حماد میں مہدی کے مقابلے میں آنے والے شخص سفیانی کے باب میں کی بہت ساری صحیح روایات ایسی ہیں جس میں اس کے متعلق کافی تفصیل سے ذکر موجود ہے۔ ان ساری احادیث کا یہاں ترجمہ پیش کرنا ممکن نہیں۔ ہم صرف چند صحیح احادیث نقل کریں گے جس میں اس کا باقاعدہ نام "سفیانی" مذکور ہے:

حدثنا عبد القدوس عن أرطاة عن ضمرة قال السفياني رجل أبيض جعد الشعر (الفتن نعیم بن حماد، ص۲۲۳، رقم: ۸۲۰، اسنادہ جید)

"سفیانی سفید رنگت کا آدمی ہو گا جس کے بال گھنگریالے ہوں گے"۔

حدثنا الحكم بن نافع عن جراح عن أرطاة قال في زمان السفياني الثاني (الفتن نعیم بن حماد، ص۲۲۶، رقم: ۸۳۸، اسنادہ جید)

"سفیانی دوم کے زمانے میں"

حدثنا الحكم بن نافع عن جراح عن أرطاة قال رفع بالشام ثلاث رايات الأبقع والأصهب والسفياني (الفتن نعیم بن حماد، ص۲۲۷، رقم: ۸۳۹، اسنادہ حسن)

"سر زمین شام میں تین جھنڈے بلند ہوں گے، ابقع کا جھنڈا، اصہب کا اور سفیانی کا"۔

حدثنا عبد الله بن مروان عن سعيد بن يزيد عن الزهري قال يبايع السفياني أهل الشام فيقاتل أهل المشرق (الفتن نعیم بن حماد، ص۲۳۳، رقم: ۸۶۲، اسنادہ قوی)

"اہل شام سفیانی کی بیعت کر لیں گے اور وہ اہل مشرق سے جنگ کرے گا"۔

نزل جيش السفياني البيداء فيخسف بهم ثم يخرج المهدي (الفتن نعیم بن حماد، ص۲۴۴، رقم: ۹۰۰، اسنادہ صحیح)

"سفیانی کا لشکر جب میدان میں اترے گا تو دھنس جائے گا پھر حضرت مہدی خروج فرمائیں گے"۔

حدثنا محمد بن عبد الله التيهرتي عن معاوية بن صالح عن شريح بن عبيد وراشد بن سعد وضمرة بن حبيب ومشايخهم قالوا يبعث السفياني خيله وجنوده فيبلغ عامة الشرق من أرض خراسان وأرض فارس (الفتن نعیم بن حماد، ص۲۵۱، رقم: ۹۲۴، اسنادہ جید)

"سفیانی اپنے لشکر بھیجے گا جو کہ مشرق میں خراسان تک پہنچ جائیں گے یعنی فارس تک"۔

حدثنا محمد بن عبد الله التيهرتي عن عبد السلام بن مسلمة سمع أبا قبيل يقول يبعث السفياني جيشا إلى المدينة فيأمر بقتل كل من كان فيها من بني هاشم-حتى يظهر أمر المهدي بمكة (الفتن نعیم بن حماد، ص۲۵۵، رقم: ۹۳۹، اسنادہ جید)

''سفیانی مدینہ کی طرف ایک لشکر بھیجے گا اور ہر اس شخص کو قتل کرنے کا حکم دے دے گا جس کا تعلق بنی ہاشم سے ہو گا۔ یہاں تک کہ مہدی ظاہر ہو جائیں گے مکہ میں''۔

حدثنا محمد بن عبد الله عن عبد السلام بن مسلمة عن أبي قبيل قال السفياني شر من ملك يقتل العلماء وأهل الفضل ويفنيهم ويستعين بهم فمن أبي عليه قتله۔ (الفتن نعیم بن حماد، ص ۲۲۵، رقم: ۸۳۳، اسنادہ قوی)

''ابو قبیل فرماتے ہیں کہ سفیانی بہت برا بادشاہ ہو گا جو کہ علما اور عزت دار لوگوں کو قتل کرے گا اور ان کے خلاف دوسروں سے مدد لے گا، جس نے اس کی بات نہیں مانی اسے قتل کر دے گا''۔

حدثنا الحكم بن نافع عن جراح عن أرطاة قال۔ فيأخذ السفياني فيقتله على باب جيرون (الفتن نعیم بن حماد، ص ۲۷۷، رقم: ۱۰۲۹، اسنادہ : قوی)

''(حضرت مہدی) سفیانی کو پکڑ لیں گے اور اس کو جیرون وادی کے دروازے پر قتل کر دیں گے''۔

یہ تو تھی وہ صحیح روایات جو کہ سفیانی کے حوالے سے وارد ہوئیں۔ اب کچھ مزید روایات ہیں جس میں اس کے مزید اوصاف کا ذکر ہے مگر وہ ضعیف ہیں:

سفیانی کا نام اصل نام عبداللہ ہو گا:

حدثنا عبد الله بن مروان عن أرطاة بن المنذر عمن حدثه عن كعب قال اسم السفياني عبد الله (الفتن نعیم بن حماد، ص ۲۲۴، رقم: ۸۲۶، اسنادہ ضعیف)

''حضرت کعب فرماتے ہیں کہ سفیانی کا نام عبداللہ ہو گا''۔

سفیانی کا تعلق بنو امیہ سے ہو گا:

حدثنا أبو المغيرة عن ابن عياش قال حدثني بعض أهل العلم عن محمد بن جعفر قال قال علي بن أبي طالب رضي الله عنه يخرج رجل من ولد خالد بن يزيد بن معاوية بن أبي سفيان (الفتن نعیم بن حماد، ص ۲۲۵، رقم: ۸۳۳، اسنادہ ضعیف)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خالد ابن یزید ابن معاویہ بن ابی سفیان کی اولاد میں سے ایک شخص ظاہر ہو گا''۔

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ سفیانی (جو کہ آخر زمانے میں شام کے علاقے پر قابض ہو گا) نسلی طور پر خالد ابن یزید ابن معاویہ ابن ابی سفیان اموی کی پشت سے تعلق رکھتا ہو گا۔ وہ بڑے سر اور چیچک زدہ چہرے والا ہو گا۔ اس کی آنکھ میں سفید دھبہ ہو گا، دمشق میں اس کا ظہور ہو گا۔ اس کے ساتھ قبیلہ کلب کے لوگوں کی اکثریت ہو گی، لوگوں کا خون بہانا اس کی خاص عادت ہو گی۔ یہاں تک کہ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے بچوں کو بھی ہلاک کر دایا کرے گا، وہ جب مہدی کی خبر سنے گا تو ان سے جنگ کرنے کے لیے لشکر بھیجے گا''۔ (بحوالہ مظاہر حق جدید، ج ۵، ص ۴۳، مظاہر حق نے اس روایت کو صحیح کہا ہے)

شام میں سفیانی کا خروج کب ہو گا؟

حدثنا أبو عمرو البصري عن ابن لهيعة عن عبد الوهاب بن حسين عن محمد بن ثابت البناني عن أبيه عن الحارث الهمداني عن ابن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ۔فذكر اختلافا طويلا إلى خروج السفياني (الفتن نعیم بن حماد، ص ۱۸۵، رقم: ۵۹۳، اسنادہ ضعیف)

''پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ۔۔۔۔ طویل اختلاف کا ذکر کیا یہاں تک کہ سفیانی ظاہر ہو جائے گا''۔

إذا خرجت السودان طلبت العرب ينكشفون حتى يلحقوا ببطن الأرض ۔ أو قال : ببطن الأردن۔ فبينما هم كذلك إذ خرج السفياني في ستين وثلاثمائة راكب حتى يأتي دمشق (السنن الواردة في الفتن، جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ حدیث نمبر: ۵۹۸)

''جب سوڈان والے نکلیں گے اور عرب سے باہر آنے کا مطالبہ کریں گے یہاں تک کہ وہ (عرب) بیت المقدس یا اردن پہنچ جائیں گے۔ اسی دوران اچانک تین سو ساٹھ سواروں کے ساتھ سفیانی نکل آئے گا یہاں تک کہ وہ دمشق آئے گا''۔

وہ عورت کی حمل کی مقدار برابر حکومت کرے گا:

حدثنا سعيد أبو عثمان عن جابر عن أبي جعفر قال يملك السفياني حمل امرأة (الفتن نعیم بن حماد، ص ۲۲۴، رقم: ۸۲۶، اسنادہ ضعیف)

''سفیانی عورت کے حمل کے مقدار کے برابر حکومت کرے گا''۔

سفیانی ابتدا میں بہت نیک آدمی ہو گا پھر غلط راستے کی طرف چل پڑے گا:

فأول ظهوره يكون بالزهد والعدل ويخطب له على منابر الشام فإذا تمكن وقويت شوكته زال الإيمان من قلبه وأظهر الظلم والفسق (فیض القدیر، ج ۴ ص ۱۶۸)

''(سفیانی) ابتدا میں بہت متقی و پرہیزگار اور انصاف کرنے والا بن کر آئے گا حتی کہ شام کے اندر مساجد میں اس کا خطبہ پڑھایا جائے گا۔ پھر جب

وہ مضبوط ہو جائے گا تو اس کے دل سے ایمان نکل جائے گا اور ظلم اور بداعمالیوں پر اتر آئے گا"۔

سفیانی اور اس کا لشکر ارتداد کی راہ پر گامزن ہو جائیں گے:

قال حذیفة : یا رسول الله و کیف یحل قتالھم وھم موحدون ﷺ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : یا حذیفة ھم یومئذ علی ردة(السنن الواردة فی الفتن، جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ حدیث نمبر: ۵۹۸)

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیسے (سفیانی کے لشکر سے) قتال کریں جب کہ وہ موحد ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے حذیفہ! اس روز وہ ارتداد پر ہوں گے"۔

سفیانی مسلمانوں اور خصوصاً بنو ہاشم یعنی اہل بیت کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟

حدثنا الولید و رشدین عن ابن لھیعة عن أبی قبیل عن أبی رومان عن علی رضی الله عنه قال إذا ظھر أمر السفیانی لم ینج من ذلك البلاء إلا من صبر علی الحصار (الفتن نعیم بن حماد)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سفیانی نکلے گا تو اس مصیبت سے سوائے محاصرے پر صبر کرنے والوں کے علاوہ کوئی بھی نجات نہیں پا سکے گا"۔

یخرج السفیانی بالشام فیسیر الی الکوفة فیبعث جیشا الی المدینة فیقاتلون ماشائ الله حتی یقتل الحبل فی بطن امه (علل بن ابی حاتم، ج ۲ ص ۴۲۵)

"سفیانی کا خروج شام سے ہوگا پھر وہ کوفہ جائے گا تو مدینہ کی جانب ایک لشکر روانہ کرے گا، چناچہ وہ لوگ وہاں لڑیں گے جب تک کہ اللہ چاہے حتیٰ کہ ماں کے پیٹ میں موجود بچے کو بھی قتل کر دیا جائے گا"۔

عن علی قال : یبعث بجیش إلی المدینة فیأخذون من قدروا علیه من آل محمد صلی الله علیه وسلم ، وتقتل من بنی ھاشم رجالا ونساء ، فعند ذلك یھرب المھدی والمبیض من المدینة إلی مکة فیبعث فی طلبھما وقد لحقا بحرم الله وأمنه (نعیم).(کنز العمال، ج ۱۴ ص ۵۸۹ حدیث نمبر: ۳۹۶۶۹)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ کی طرف (سفیانی کی طرف سے) ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ وہ اہل بیت کے لوگوں کا قتل عام کرے گا تو مہدی اور مبیض مدینہ سے مکہ بھاگ جائیں گے"۔

وَإِنَّ أَهْلَ بَيْتِي سَيَلْقَوْنَ بَعْدِي بَلَاءً وَتَشْرِيدًا وَتَطْرِيدًا حَتَّى يَأْتِيَ قَوْمٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَعَهُمْ رَايَاتٌ سُودٌ فَيَسْأَلُونَ الْخَيْرَ فَلَا يُعْطَوْنَهُ فَيُقَاتِلُونَ فَيُنْصَرُونَ فَيُعْطَوْنَ مَا سَأَلُوا فَلَا يَقْبَلُونَهُ حَتَّى يَدْفَعُوهَا إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي (ابن ماجہ، ج ۱۲ ص ۱۰۰ رقم الحدیث: ۴۰۷۲)

"اور یقیناً میرے اہل بیت کو آزمائشوں، جلاوطنی اور بے بسی کا سامنا ہوگا، یہاں تک کہ مشرق سے کچھ لوگ آئیں گے جن کے ہاتھ میں کالے جھنڈے ہوں گے، چنانچہ وہ امارت کا سوال کریں گے لیکن (بنو ہاشم) ان کو عمارت نہیں دیں گے سو وہ جنگ کریں گے اور ان کی مدد کی جائے گی پھر (بنو ہاشم) ان کو امارت دیں گے لیکن اب وہ اس کو قبول نہ کریں گے اور میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو امارت دیں گے"۔

سفیانی کے ہاتھوں بنو ہاشم کے ایک بادشاہ کا قتل ہونا:

حدثنا رشدین عن ابن لھیعة عن أبی قبیل قال یملك رجل من بنی ھاشم فیقتل بنی أمیة حتی لا یبقی منھم إلا الیسیر لا یقتل غیرھم ثم یخرج رجل من بنی أمیة فیقتل لکل رجل إثنین حتی لا یبقی إلا النساء ثم یخرج المھدی (الفتن نعیم بن حماد، ص ۲۶۳، رقم: ۹۷۶، اسنادہ ضعیف)

"بادشاہ ہوگا ایک آدمی بنو ہاشم میں سے، پس قتل کرے گا اس کو بنو امیہ یہاں تک کہ باقی نہ رہے گا کوئی ان میں سے مگر مسافر، پس قتل کرے گا ان کے علاوہ کو یہاں تک کہ نکلے گا ایک آدمی بنو امیہ میں سے، قتل کرے گا ہر دو آدمیوں کو یہاں تک کہ نہیں باقی رہیں گی پھر مہدی ظاہر ہو جائیں گے"

حدثنا الولید قال أخبرنی ابن لھیعة عن أبی قبیل عن ابن عباس رضی الله عنه قال یخرج رجل من المشرق فینفر منه ملکھم فیقتل بین الرقة وحران یقتله رجل من قریش ویخرج من البربرة من آل أبی سفیان رجل من المغرب ویقتل ملك الکوفة بحران (الفتن نعیم بن حماد، ص ۲۳۷، رقم: ۸۷۷، اسنادہ ضعیف)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرق سے ایک آدمی نکلے گا تو ان کا بادشاہ اس سے ڈر جائے گا تو یہ آدمی رقہ اور حران کے درمیان مارا جائے گا اور اس کو قریش کا ایک آدمی مارے گا اور بربرہ سے اور ابوسفیان کے خاندان سے مغرب کا ایک آدمی نکلے گا اور کوفے کے بادشاہ کو حران میں قتل کرے گا"۔

الرقہ شہر شام کے میں واقع ہے۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

عصر حاضر کے چند نمایاں فتنے

مولانا سید احمد و میض ندوی

خان صاحب کی ایک اور فکری گمراہی علاماتِ قیامت اور حضرت مہدی علیہ السلام سے تعلق رکھتی ہے۔ اس سلسلہ میں سری نگر کے جناب غلام نبی کشافی صاحب کی تحریر سے کچھ اقتباسات پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ غلام نبی کشافی صاحب 'ابتدا میں خان صاحب کے انتہائی عقیدت مند اور ان کے مداحین میں تھے۔ کچھ عرصہ قبل ان کی فکری کجی اور گمراہ کن خیالات سے اختلاف کرکے ان سے اپنی برأت کا اعلان کیا۔ کشافی صاحب اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں :

''آخر میں ہمارے خان صاحب کا نمبر آتا ہے جنہوں نے اپنے باطل اور طاغوتی نظریات کے ذریعہ پرانے تمام مدعیانِ نبوت و مہدویت کی رہی سہی کسر پوری طرح نکال کر نہ صرف قیامت کا الارم بھی بجادیا ہے بلکہ قیامت کے قریب جو وقوع پذیر علامات و پیشین گوئیاں ہیں انہوں نے بڑے فنکارانہ انداز میں ان کی تاویل کرکے ان کا واقع ہو جانا ثابت بھی کیا ہے اور مسیح و مہدی کی آمد کے بارے میں جو روایتیں آتی ہیں، ان میں بھی تاویل کرکے ان کو الگ الگ شخصیات نہیں بلکہ دونوں کو ایک ہی شخصیت ثابت کیا اور ان کی جسمانی آمد سے انکار کرکے ان کے رول کی آمد قرار دے کر ان تمام روایات کو اپنے اوپر چسپاں کر دیا ہے بلکہ حد یہ ہے کہ امام مہدی مسیح اور دجال کے ظہور ہو چکنے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ جیسا کہ خان صاحب اپنی تحریر فرماتے ہیں'': حدیث میں بیان کردہ علامتیں بتاتی ہیں کہ قیامت اب بہت قریب ہے۔ اس اعتبار سے غالباً یہ کہنا درست ہوگا کہ دجال اور مہدی اور مسیح کا ظہور ہو چکا ہے''۔ (الرسالہ جون ۲۰۱۰ء ص:۵)

اسی مضمون میں اس سے پہلے والے صفحہ پر اپنی طرف مسیحیت و مہدویت کا اشارہ کرتے ہوئے یہ چند سطریں بھی تحریر کیا ہے۔

''پیغمبر کی طرح مہدی اور مسیح کو بھی وہی لوگ پہچانیں گے اور ان کا ساتھ دیں گے جو شبہے کے پردے کو پھاڑنے کی نادر صلاحیت رکھتے ہوں۔ اس دنیا کے لیے خدا کا قانون یہ ہے کہ یہاں کوئی اعلیٰ سعادت صرف اسی شخص کو ملے گی جو شبہات سے بلند ہو کر سچائی کو پہچانے اور یقین کے ساتھ اس کا مکمل ساتھ دے سکے''۔ (ص:۴)

اس طرح ایک طرف خان صاحب نے اپنے مشن اور اپنے عزائم کے فروغ میں دعووں کی زبان کا سہارا لیا ہے اور دوسری طرف انہوں نے اسلام کی انتہائی غلط تعبیر و تشریح کرکے اسے چند اخلاقی تعلیمات کا مجموعہ قرار دے دیا ہے۔ اقامتِ دین حاکمیتِ الٰہ و خلافت علی منہاج النبوۃ اور اسلام کے بنیادی احکام و قوانین اور دوسری اہم اصطلاحات سے انکار کرکے اسلام کا حلیہ ہی بگاڑ دیا ہے اور اسلامی جہاد کی بھی انتہائی غلط تاویل کرکے مکمل طور پر مرزا غلام احمد قادیانی کے مشن کے نوک پلک درست کرکے قادیانیت کا ایک نیا ایڈیشن تیار کیا ہے''۔ (ماہنامہ اللہ کی پکار مارچ ۲۰۱۲ء)

غلام نبی کشافی صاحب 'اس کے بعد خان صاحب سے اپنے دیرینہ عقیدت مندانہ تعلقات اور پھر بعد میں ان سے مکمل کنارہ کشی کی وجوہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :

''اگرچہ مجھے اس طرح کی باتوں کے اظہار کرنے میں بڑی دقت اور تکلیف محسوس ہو رہی ہے، کیونکہ میں خود ایک طویل زمانہ سے اس مشن کا حصہ بنا رہا ہوں، لیکن خان صاحب کے اصل عزائم سامنے آنے کے بعد میں نے حق کی خاطر خان صاحب کے باطل نظریات سے مکمل علیحدگی اختیار کرلی ہے اور اس وقت مجھے 'الرسالہ' قارئین کی فکر لاحق ہے جو اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے ابھی ابھی اس مشن کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیکڑوں ''الرسالہ'' قارئین کو میں نے خان صاحب کے دامِ فریب سے باہر نکالا ہے اور انہوں نے توبہ بھی کی ہے۔ میں نے ذاتی طور پر خان صاحب کے مشن کے ساتھ کافی عرصہ گزارا اور جو افراد ان کے قریب رہتے ہیں ان سے زیادہ میں خان صاحب کے بارے میں جانکاری رکھتا ہوں، کیونکہ ان میں ایک بھی قابلِ ذکر عالمِ دین شامل نہیں ہے۔ البتہ ان کی CPS ٹیم میں جو افراد شامل ہیں وہ یا تو تنخواہ دار ہیں اور یا پھر انہیں اسلام کے بارے میں کوئی زیادہ علم نہیں ہے اور وہ ان کی سطحی کتابوں مثال کے طور پر ''رازِ حیات''، ''کتابِ زندگی'' اور ''راہیں بند نہیں'' وغیرہ سے متأثر ہو کر میری طرح شدید غلط فہمی کا شکار ہو کر عالمِ سالام کا بڑا اور واحد عالم و مفکرِ اسلام تصور کرنے میں بڑی جلد بازی سے کام لیتے ہیں۔ جب کہ ان کی بیشتر بیش تر کتابوں کے مطالعہ سے خان صاحب ایک ماہر نفسیات ثابت ہوتے ہیں نہ کہ کوئی عالمِ دین! وہ نہیں جانتے کہ خان صاحب نے جو لٹریچر تیار کیا ہے وہ اسلام کو محض چند تعلیمات کا مجموعہ ثابت کرتا ہے جس سے اسلام کی وہ آفاقیت و ہمہ گیریت ختم ہو جاتی ہے جو اسے جامع دین کے ساتھ مکمل نظامِ زندگی کے طور پر پیش کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔''

(ماہنامہ اللہ کی پکار مارچ ۲۰۱۲ء)

اس طرح کے نام نہاد مفکرین اور اصحابِ قلم میں ایک نام راشد شاذ کا بھی ہے۔ یہ اس طبقہ کا نوپید شہسوار ہے۔ ان کے نام کے ساتھ ''راشد'' کا محترم لفظ انتہائی بے محل معلوم ہوتا

ہے۔البتہ شاذ بجا ہے چونکہ وہ ایسے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جو اسلامیات میں جمہور کی ڈگر سے ہٹ کر اپنے لیے ایک نئی راہ تلاش کر لیتا ہے۔ان کی کتاب '' ادراکِ زوالِ امت'' نہایت مہنگی طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ جب منظر عام پر آئی تو لوگ سمجھ رہے تھے کہ واقعی انہوں نے زوالِ امت کا ادراک کر لیا ہے، لیکن جب اہلِ علم نے گہرائی سے مطالعہ کیا تو پتہ چلا مصنف نے منکرینِ حدیث کے نقشِ قدم پر چل کر خوب گل کھلائے ہیں۔بقول شخصے پوری کتاب ابلیسی نظریات کا مرقع پیش کرتی ہے۔کتاب میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نشانۂ تنقید بنایا گیا ہے۔ بالخصوص حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف اعلانِ جہاد پر خوب ملامت کی گئی ہے ۔ (ادراکِ زوالِ امت: ۱۰۸/۲) چند سال قبل انہوں نے نئی نبوت یا نئی پیغمبرانہ بصیرت کی بات کہی تھی۔ان کی تحریروں سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ خود کو نبوی بصیرت کا حامل سمجھتے ہیں۔

اس قبیل کے لوگوں میں سر سید احمد خان کا نام بھی سر فہرست ہے۔ معجزات، جنت، جہنم اور اسلام کے دیگر مسلمات کے سلسلہ میں سر سید نے جس طرح تاویل کی ہے ،اس سے اسلامی عقائد اور مسلمات سب کچھ خطرہ میں پڑ جاتے ہیں۔ آخری عمر میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ نے انہیں ایک خط لکھا اور اس میں ان سے گزارش کی کہ وہ اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح فرمائیں۔خط کا آخری حصہ یوں ہے:

''خلاصہ تمام معروضات کا یہ ہے کہ کہ اب آپ کا اخیر وقت ہے، بہ جز عقائد و اعمال کے کوئی اس سفر آخرت کا ساتھی نہیں۔اپنے چند روزہ رفقا کو رخصت کیجیے، خواہ ظاہراً بھی خواہ صرف دل سے اور اس دائمی رفیق کو ساتھ لیجیے یعنی عقائد واعمال کی اصلاح فرمایئے۔ کیونکہ اِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لاَ يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلاَ يَسْتَقْدِمُوْنَ۔(اصلاح المسلمین ص: ۵۹۰ لاہور ایڈیشن)

پڑوسی ملک میں نام نہاد جدید مفکرین کی خاصی تعداد ہے جن میں مولانا سعید احمد شاہ رائے پوری بانی تنظیم فکر شاہ ولی اللہ اور ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی بھی شامل ہیں۔ مولانا سعید احمد شاہ رائے پوری خود کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے افکار و نظریات کا امین کہتے ہیں لیکن انتہائی گمراہ کن فکر کے حامل ہیں، ان بزرگوں کی جانب ان کی نسبت محض فریب ہے۔ وہ حوض کوثر کو مجرداتِ ادراک سے حاصل شدہ عقلی شدت قرار دیتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو فرشتہ ماننے کے بجائے نبی کی قوتوں میں سے ایک نفسیاتی قوت کا نام قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بغیر سمجھے قرآن کی تلاوت شرک اور بت پرستی ہے۔(افادات و ملفوظات ص ۳۰۲)وہ حیاتِ عقبیٰ کے عقیدہ کو یہودیوں اور صحابیوں کی من گھڑت کہانی قرار دیتے ہیں۔(الہام الرحمن ۲۴۰/۲)ان کے نزدیک جہنم ایک نفسیاتی کیفیت کا نام ہے، خارج میں اس کا کوئی وجود نہیں۔(فکری نصاب کی کتاب قرآنی دستور انقلاب)انہوں نے شفاعت کا صاف انکار کر دیا۔(الہام الرحمن ۱۰۶/۱)

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی نے بہت سے مسائل میں احادیث مبارکہ اور اجماع سے ہٹ کر رائے زنی کی جرأت کی ہے۔ دبے الفاظ میں عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں۔ مثلاً ان کا کہنا ہے کہ جو شخص وفات پاجاتا ہے اسے ایک برزخی جسم ملتا ہے جس میں اس کی روح ڈال دی جاتی ہے اور اس جسم و روح پر سارے احوال برزخ گذرتے ہیں۔ (عذاب قبر ص ۹) جب کہ احادیث میں اس دنیوی جسم پر احوال برزخ گذرنے کا ذکر ہے۔اسی طرح مسئلہ حیات النبی میں بھی جمہور سے ہٹ کر مسلک رکھتے ہیں۔خود ہمارے ملک میں سر سید اور ان کی فکر سے قربت رکھنے والے اہل علم نے بہت سے مسائل میں جمہور علمائے اہل سنت کے خلاف راستہ اپنایا ہے۔ یہ دراصل علم و قلم کا فتنہ ہے۔اس فتنہ سے چوکنا رہنا ضروری ہے۔ علم دین ' علمائے حق سے حاصل کرنا چاہیے۔ عصری علوم سے وابستہ تجدد پسند اصحاب عام طور پر علما کی رہ نمائی سے بے نیاز ہو کر ذاتی مطالعہ کے ذریعہ اس میدان میں داخل ہوتے ہیں، اس لیے بہت سے دینی حقائق کے سلسلہ میں غیر شعوری طور پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ قلم کے فتنہ پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''دور حاضر میں جہاں مختلف فتنوں کی آماجگاہ ہے وہاں قلم کا فتنہ شاید سب سے گوئے سبقت لے جارہا ہے۔ایک حدیث میں جسے درِ منثور میں بحوالہ مسند احمد اور الادب المفرد للبخاریؒ اور متدرک حاکم میں بہ روایت عبد اللہ بن مسعود سے ذکر کیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے پہلے کے چھ فتنوں کا ذکر فرمایا ہے۔ جن میں سے ایک فشو القلم یعنی قلم کا طوفان ہے۔اس حدیث کی روشنی میں آج طوفان قلم کی فتنہ سامانی کا اندازہ ہر عاقل کر سکتا ہے۔ علمی میدان میں ان حضرات کا دائرہ نہ صرف بہت محدود اور تنگ ہے بلکہ ہے ہی نہیں۔ اردو کے تراجم سے کچھ سطحی معلومات حاصل کر کے ہر شخص دور حاضر کا مجتہد بنتا جارہا ہے اور ''اعجاب کل ذی رای برأیہ ''(ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرتا ہے)۔اس فتنے نے کریلا اور پھر نیم چڑھا والی مثال صادق کر دی ہے۔'' (دور حاضر کے فتنے ص:۶۷)

عصری نظام تعلیم کا فتنہ:

عصر جدید کے جو فتنے عالم گیر سطح پر امت مسلمہ پر اثر ڈال رہے ہیں ان میں عصری نظام تعلیم کا فتنہ نمایاں ہے۔اس لیے کہ موجودہ دور میں کالجوں اور عصری اداروں میں جو نظام تعلیم رائج ہے وہ دراصل اہل مغرب کا وضع کردہ ہے۔ہندوستان میں رائج عصری نصاب لارڈ میکالے کا بنایا ہوا ہے۔اور میکالے کے تعلق سے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے کہ:

"اس کا سب سے بڑا مشن یہ تھا کہ ہندوستان کے باشندوں بالخصوص مسلمانوں کو اپنے سارے تہذیبی ورثے کے بارے میں شدید احساس کمتری کا شکار بنا کر ان کے دلوں پر مغرب کی ہمہ گیر بالادستی کا سکہ بٹھادیا جائے اور نئی نسل کو ہر ممکن طریقہ سے یہ یقین کر لینے پر مجبور کر دیا جائے کہ اگر دنیا میں ترقی اور سربلندی چاہتے ہو تو اپنی فکر اپنے فلسفہ اپنی تہذیب اپنی معاشرت اور اپنے ماضی پر ایک حقارت بھری نظر ڈال کر مغرب کے پیچھے پیچھے آؤ اور اپنی زندگی کا ہر راستہ اس کے نقوشِ قدم پر تلاش کرو۔"

(ہمارا نظام تعلیم ص۲۸)

اسلام اور مغرب کے تصورِ علم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسلام اسی علم کو حقیقی معنی میں علم تسلیم کرتا ہے جو آدمی میں فکر آخرت پیدا کرے، خدا کی معرفت تک پہونچائے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام، اوامر و نواہی سے آگاہ کرے۔ خوفِ خدا اور خشیتِ الٰہی کا سبب بنے اور یہ چیز علم دین ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ دنیوی علوم میں انسانیت کے لیے نفع مند ثابت ہونے والے علوم کی اسلام حوصلہ شکنی نہیں کرتا لیکن وہ علم نہیں فن، ہنر اور کاری گری کا درجہ رکھتے ہیں۔ حضرت تھانوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"علم کا شرف معلوم کے شرف پر موقوف ہے، اور معلوم اس کو کہتے ہیں جس کے حالات اس علم میں بتائے جاتے ہیں۔ علم دین کا معلوم حق تعالیٰ شانہ کی ذات ہے اور تمام علم دین کا حاصل بھی یہی ہے اور دیگر تمام علوم کا معلوم ماسوا اللہ ہے پس جو نسبت دنیا یا ماسوا اللہ کو حق تعالیٰ کے ساتھ ہے وہی نسبت علومِ دنیوی کو علم دین کے ساتھ ہوگی اور اس کی نسبت بجز اس کے کیا کہا جاسکتا ہے۔

؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

حق تعالیٰ کی ذات وصفات تو کسی چیز کے ساتھ کچھ نسبت نہیں رکھتی، وہ باقی اور سب فانی، وہ زندہ اور سب مردہ، وہ غنی اور سب محتاج، وہ موجود اور سب معدوم (کل شیئ ھالک الا وجہہ) غرض دونوں چیزوں میں کوئی نسبت نہیں قرار دی جاسکتی سوائے اس کے کے علم دین پر موجود کا اطلاق کیا جائے اور علم دنیا پر معدوم کا۔ اب میرا دعویٰ قریب الفہم ہو گیا کہ علمِ دین کے سامنے دیگر علوم علم کہلانے کے مستحق ہی نہیں تو مقابلہ کیا کیا جائے؟ علومِ دنیا کو علم مت کہو فن کہو پیشہ کہو حرفت کہو۔" (انفاسِ عیسیٰ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حضرت شبیر احمد عثمانیؒ اس عنوان کی مزید وضاحت یوں فرماتے ہیں:

"قرآن کریم کو ایک سرسری نظر سے پڑھا جائے تو ظاہر ہو جائے گا کہ وہ خود علم کی دو قسمیں قرار دیتا ہے۔ ایک علم نافع و مطلوب و محبوب دوسرا مضر و مردود۔ اس کے نزدیک ایک علم زہر دوسرا تریاق ایک پاک شراب ہے دوسرا محض سراب۔ ایک سببِ ہلاکت ہے دوسرا سامان نجات۔ ایک آسمان کی بلندیوں پر اٹھانے والا ہے دوسرا اسفل سافلین کی پستیوں میں پہونچانے والا۔ جو علم اپنے اثرات کے اعتبار سے آخر کار خشیتِ الٰہی اور رغبتِ آخرت پر منتج نہ ہو، جو علم انسان کو خدا سے نڈر اور زندگی کے آخری انجام سے بالکل غافل کردے، جو علم ایسی مادی دنیا کی لذت و انبساط و تصوراتِ حیوانیہ کو انسان کا معبود ٹھہرائے، بس ایسا علم بارگاہ رب العزت میں درخورِ اعتناء یا لائق التفات ٹھہر سکتا ہے؟"

(بیداری حیدرآباد سندھ جون ۲۰۰۶ء)

جب تک جدید دنیوی علوم ہمارے اسلاف کے زیر کنٹرول رہے ان میں کسی قسم کی بے دینی اور دین بے زاری نہیں تھی بلکہ ان جدید علوم و فنون سے بھی انسانیت کا سبق ملا کرتا تھا۔ اس دور کے عصری علوم پڑھنے والے اخلاقِ عالیہ سے آراستہ اور حق و باطل کے درمیان تمیز کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے، سائنس کے اسباب اس کے لیے معرفتِ خداوندی کے حصول کا ذریعہ ثابت ہوتے تھے اور اس دور کا مسلمان سائنس ٹیکنالوجی بھی انسانیت کی خدمت اور رضائے الٰہی کے لیے حاصل کرتا تھا۔ مگر زوالِ اسپین کے بعد جب تمام علوم و فنون جن کو اسلاف نے ربانی فراست اور روحانی حرارت کے ذریعہ پروان چڑھایا الحاد و دہریت کی شکار خدا اور رسول کی باغی، مادیت و شہوت پرستی کی خوگر قوموں کے قبضے میں چلے گئے تو پھر ان علوم و فنون کا غلط استعمال ہونے لگا۔ اس کے بعد سے اب تک عصری تعلیم پر خدا اور سول سے بغاوت، مذہب سے عداوت، اخلاقی اقتدار سے عاری لوگوں ہی کا تسلط ہے۔ اس وقت مغربی اقوام نے عصری علوم کی بنیاد ہی مذہب بیزاری، ذاتی منفعت خود غرضی پر رکھی ہے۔ تعلیم کے سلسلہ میں مغربی دانش وروں کے نظریات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔ مثلاً ڈیکارٹ نے 'جسے جدید تعلیمی نظریہ سازی میں اہم مقام حاصل ہے' روح کو مادی جز سے اور ذہن کو جسمانی جز سے جدا کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں روح پر بحث بالکلیہ ترک کر دی گئی اور انسان مادّہ اور مادیت ہی پر سارا زور صرف کرنے لگا۔ اسی لیے ڈیکارٹ کو الحادِ جدید کا محرک کہا جاتا ہے۔ نیز اس نے وحی کا بھی انکار کیا۔ اسی طرح ایک اور مغربی دانش ور آئزک نیوٹن نے خالق کا انکار کیا اور دعویٰ کیا کہ کائنات اور تمام اشیا خود بخود وجود میں آ گئیں اور طبعی قوانین کی روشنی میں دنیا جاری و ساری ہے۔ لوائے زر نے مادے کے غیر فانی ہونے کا نظریہ پیش کیا جس سے دنیا کا غیر فانی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ فرائڈ نے انسانوں کے سارے اعمال کا محرک جنس اور شہوت رانی قرار دیا جس کی وجہ سے ازدواجی تعلقات کی اہمیت ختم ہو گئی۔ مالتھس نے اللہ کی رزاقیت کا انکار کرکے برتھ کنٹرول کا نظریہ پیش کیا۔ فری میسن لاج نے انسانی معاملات سے مذہب کو

خارج کر کے سیکولرازم کی بنیاد ڈالی۔ کارل مارکس نے کارزارِ حیات میں خدا کی کارفرمائی کا انکار کر دیا۔ جان پال سارٹر نے نظریہ وجودیت پیش کرتے ہوئے کہا کہ آزادی کے لیے خدا مذہب اور اخلاق سے بیزاری لازم ہے۔ ہولیاک نے آخرت کے وجود کا انکار کیا۔ فکٹے نے سب سے پہلے وطن پرستی کی دعوت دی۔

اسی طرح مغربی دانش وروں نے تعلیم کے جو مقاصد بیان کیے ہیں اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ تعلیم صرف دنیوی مقاصد کے حصول کے لیے ہے، اس کا اخلاقی و مذہبی اقدار سے کوئی واسطہ نہیں۔ بیکن کے نزدیک مقصدِ تعلیم طاقت ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ تعلیم کا مقصد تہذیبِ نفس اور معاشرہ کی اصلاح نہیں بلکہ تعلیم مادی غلبہ حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اوسو (فرانس) کا کہنا ہے کہ تعلیم کا مقصد بچے کے اندر فطری قوتوں کو پروان چڑھانا ہے۔ اوسو نے تعلیم کے اخلاقی اور مذہبی ہونے کی سخت ترین الفاظ میں مخالفت کی۔ انگلستان کے دانش ور ایڈم اسمتھ نے تعلیم کا مقصد عقلی پیداوار میں اضافہ کو قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ جب عصری تعلیم کا ڈھانچہ بنانے والوں کے یہ مقاصد ہوں تو لا محالہ اس نصاب کا پڑھنے والا مذہب سے دور اور مادّیت کا دلدادہ ہو کر رہ جائے گا۔ اس لیے علمائے امت ہمیشہ عصری تعلیم کے مذہبی نقصانات سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے رہے۔ موجودہ عصری نظام تعلیم کی سنگینی پر روشنی ڈالتے ہوئے مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''یہ مغربی نظام تعلیم در حقیقت مشرق اور اسلامی ممالک میں ایک گہرے قسم کی لیکن خاموش نسل کشی کے مترادف تھا۔ عقلائے مغرب نے پوری نسل کو جسمانی طور پر ہلاک کرنے کے فرسودہ اور بدنام طریقہ کو چھوڑ کر اس کو اپنے سانچے میں ڈھال لینے کا فیصلہ کیا اور اس کام کے لیے جابجا مراکز قائم کیے گئے جن کو تعلیم گاہوں اور کالجوں کے نام سے موسوم کیا۔ (مسلم ممالک میں مغربیت اور اسلامیت کی کشمکش ص ۲۴۷)

معروف مغربی نو مسلم خاتون مریم جمیلہ لکھتی ہیں:

''مسلمان ماں کو کسی بھی قیمت پر اپنے بچوں کو عیسائی مشنری اسکول یا کانونٹ کو بھیجنے پر راضی نہ ہونا چاہئے۔ جہاں ان بچوں کو پوری طرح اپنے مذہبی معاشرتی ورثہ سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ بھی یقین کر لیا جائے کہ سرکاری اسکول کچھ زیادہ تسلی بخش سامان مہیا نہیں کر سکتے۔'' (اسلام اینڈ ویمن ٹوڈے)

اسی طرح نو مسلم مغربی مفکر محمد اسد مغربی نظام تعلیم کے نقصانات پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''مسلم نوجوانوں کی مغربی تعلیم ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام پر ایمان و یقین رکھنے اور اپنے آپ کو اس مخصوص الٰہی تمدن و تہذیب کا نمائندہ سمجھنے کے قابل نہ رکھے گی جو اسلام لے کر آیا۔ یعنی جو کچھ ہوا اس میں شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ ان روشن خیالوں کے اندر دینی عقائد بڑی تیزی کے ساتھ کمزور ہوتے جا رہے ہیں جن کی تعلیم مغربی بنیادوں پر ہوتی ہے''۔

آگے لکھتے ہیں:

''ہماری (مسلمانوں) کی پوری تعلیمی پسماندگی اور بے بضاعتی ان مہلک اثرات کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی جو دینی بنیادوں پر مغربی تعلیم کی اندھی تقلید کے مرتکب ہوں گے۔'' (اسلام ایٹ دی کراس روڈ۔ ص ۱۰۰)

اہل مغرب ملحد دین بے زار اور مادیت پرست ہوتے ہیں اور نظامِ زندگی کے تعلق سے ان کی فکر خالص مادہ پرستی ہے۔ جو قوم جس قسم کی فکر رکھتی ہے اس کا بنایا ہوا نظامِ تعلیم بھی اسی فکر پر قائم ہوتا ہے اور اس نظام تعلیم میں تربیت پانے والے نوجوان بھی اسی فکر کے حامل بن جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں محترم سید محمد سلیم لکھتے ہیں:

''اللہ انسان اور آخرت انسانی زندگی کی اہم حقیقتیں ہیں، فکرِ انسانی کی یہ تین اکائیاں ہیں، ان کے متعلق رائے قائم کیے بغیر انسان کے لیے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ خواہ یہ خیال آرائی بچکانہ ہو۔ دیومالا کے انسان ہوں، فلسفیانہ افکار ہوں، مثبت ہوں یا منفی ہوں۔ یہی خیال آرائی یا افکار کا مجموعہ کسی قوم کا نظام تصورات کہلاتا ہے۔ کسی قوم کے نظام حیات کی تمہید اس کے نظام تصورات کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔ مغرب میں نظام حیات کی عمارت مغربی تصورات اور افکار کی بنیاد پر استوار ہوتی ہے۔ ان افکار و خیالات کی اہمیت انسانی زندگی میں بہت زیادہ ہے۔ اہل مغرب نے لادینی تحریک کے زیر اثر خدا اور آخرت کا انکار کر ڈالا۔ اس نے ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو بری طرح مجروح کر دیا ہے۔ انفرادی کردار اور باہمی روابط دونوں عدم استحکام اور عدم توازن کا شکار ہو گئے۔ اس کے بعد اخلاقی زندگی کے لیے کوئی بساط باقی نہیں رہی۔ عالمِ غیب اور غیر حسی حقیقتوں کا انکار کر دینے کے بعد اعتراض و خواہشات نمود و نمائش ان کے فکر و خیال کا محور بن گئے''۔

(مغربی فلسفہ تعلیم کا تنقیدی مطالعہ)

اسلام اور مغربی تصورات کے درمیان بعد المشرقین ہے، طرز زندگی، مقصد حیات، دنیا اور انسان وغیرہ سے متعلق مغربی افکار اسلام سے راست طور پر ٹکراتے ہیں۔ اسلامی فکر یہ ہے کہ انسان اپنے مولیٰ کو راضی کرنے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہے۔ (بقیہ صفحہ ۵۶ پر)

اللہ کی نصرت پر یقین

شیخ محمود محمد الخزندار

[یہ مضمون اسلامی اخلاق پر عربی کی مشہور کتاب ''ھذہ اخلاقنا'' میں سے لیا گیا ہے]

اللہ پر یقین کی حقیقت ضعف کے مراحل میں ہی ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ صاحبِ یقین وہ نہیں جو اسلام کی قوت، اہل اسلام کی عزت اور نصرت کے وقت ثابت قدم رہے، بلکہ اللہ پر حقیقی ایمان رکھنے والا شخص تو وہ ہے جو تاریکیوں کی کثرت، حالات کی شدت، غموں کی انتہا اور قوموں کی مخالفت کے باوجود اس بات پر محکم یقین رکھتا ہو کہ آخری کامیابی متّقین کے لیے ہی ہے اور مستقبل اسی دین کا ہے۔

مجاہدین کی جدوجہد زمین پر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہے اور یہ مقصد صرف صبر و یقین سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ ابن القیمؒ کہتے ہیں میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو فرماتے سنا ہے کہ: ''دین میں امامت صبر و یقین سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے سورۃ السجدۃ کی یہ آیت تلاوت کی:

وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ (السجدۃ: ۲۴)

''اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے''۔

لہٰذا سب سے اہم چیز جو کسی انسان کو اللہ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے وہ یقین ہی ہے۔ امتِ اسلامیہ اس وقت تک تباہ نہیں ہو سکتی جب تک اس کے بیٹے اپنی پوری قوت اس کی نصرت میں لگاتے رہیں اور بے عملی کا شکار نہ ہوں۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس امت کے اوّلین لوگوں کی کامیابی کی وجہ زہد اور یقین ہے اور بعد والوں کی ہلاکت کا باعث بخل اور بے جا امیدیں ہیں''۔ (صحیح الجامع)

چونکہ اللہ کی ذات تنہا عالم الغیب ہے اس لیے ہم نہیں جانتے کہ فتح کب حاصل ہو گی، ہم صرف اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے ہم بہترین امت ہیں اور ہمارے لیے فتح مقدّر کر دی گئی ہے چاہے وہ دیر سے ہی کیوں نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے کسی کو نہیں معلوم کہ اس کی ابتدا میں خیر ہے یا آخر میں''۔ (جامع ترمذی)

ہمیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کس نسل کے ہاتھوں امت کے ان غموں کا مداوا کرے گا اور اس کی شان کو بلند فرمائے گا لیکن ہم کائنات میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رائج سنت سے واقف ہیں۔

بے شک ہمیں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کثیر تعداد میں ایسی بشارتیں ملتی ہیں جو امیدوں کی تجدید اور یقین کو مضبوط کرتی ہیں۔ جیسے کہ ہمیں حدیث سے خوش خبری ملتی ہے کہ اللہ کا وعدہ ہے اس امت کی بادشاہی زمین کے مشرق و مغرب تک پھیل جائے گی اور زمین کا کوئی خطہ ایسا نہ ہو گا جس پر مسلمانوں کی حکومت نہ ہو۔ حدیث میں آیا ہے:

''میرے سامنے زمین کو پیش کیا گیا تو میں نے اس کے مشرق و مغرب دیکھے، اور بے شک میری امت کی بادشاہی اس سب تک پہنچے گی جو میرے سامنے پیش کیا گیا''۔ (جامع ترمذی)

لہٰذا جب ہمیں علم ہے کہ اسلام کی اصل ہے کہ اسے بلندی، قیادت اور تمکین حاصل ہو کر رہے گی تو پھر ہمیں کسی بھی زمانے میں مسلمانوں کی کمزوری سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ بے شک اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسی بشارتیں دی ہیں جو ہر قسم کی مایوسی اور قنوطیت کو زائل کر دیتی ہیں، ہر کمزور کو ثابت قدم بناتی ہیں، ان دلوں کو سکون پہنچاتی ہیں جو اس دین کے بیٹوں سے ناامید ہو چکے ہیں۔ اسی لیے جہاد قیامت تک جاری رہے گا اور حق پر ظاہر ہونے والے گروہ کو اس کی مخالفت کرنے والے کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ بلکہ وہ اپنی کوشش جاری رکھیں گے حتیٰ کہ اللہ کا حکم آجائے۔ اسی بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس دین کے لیے مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت تک لڑتی رہے گی''۔

بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے معیار ہمارے معیار سے مختلف ہیں۔ وہ کمزوری کے بعد قوت دیتا ہے اور یہ چیز حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ اس امت کی کی نصرت کمزور لوگوں کی دعاؤں، نمازوں اور اخلاص کی وجہ سے کرتا ہے''۔ (سنن نسائی۔ کتاب الجہاد)

ایک مسلمان جو بیڑیوں میں جکڑا ہوا، قید خانے میں بند، ہر جگہ پر مظلوم اور فقیر ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کی دعا، نماز اور اخلاص کے باعث اس امت کی نصرت کرے گا چاہے اس بیں ضعف کے کتنے ہی مظاہر کیوں نہ ہوں۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ قوت ہمارے دشمنوں کے ہاتھ میں ہے اور وہ بظاہر ہم پر غالب ہیں۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ بے شک تمام اسباب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہی تصرف میں ہیں۔ وہ کسی لمحے بھی اپنے مومن بندوں سے غافل نہیں اور وہ ہرگز ان کی دائمی ذلت و رسوائی پر راضی نہیں ہو گا۔ جیسا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”میزان رحمن کے ہاتھ میں ہے وہی کچھ قوموں کو سربلند اور باقی کو پست کرتا ہے“۔(صحیح الجامع:)

لہٰذا جب ہم خالصتاً اس کی رضا کے مطابق کوشش کریں گے تو وہ ضرور ہمیں اس پستی کے بعد سربلندی عطا فرمائے گا۔ کیونکہ ہر صدی میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ امت کے اندر چند اصحابِ خیر کے ذریعے یقین کو زندہ کرتا ہے۔ جو آزمائشوں میں ثابت قدم رہتے ہیں اور عامۃ الناس کی امید بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

”ہر صدی میں میری امت میں کچھ سبقت لے جانے والے ہوں گے“۔(صحیح الجامع)

چنانچہ امت میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں جو ان کے فہمِ دین کی اصلاح کرتے ہیں، صراطِ مستقیم کو روشن کرتے ہیں، ہدایت کی طرف قیادت کرتے ہیں اور ان کے دینی امور کی تجدید کرتے ہیں۔ اس امر کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ یوں دی ہے:

”بے شک اللہ ہر صدی کے آغاز میں اس امت کے لیے ایک مجدّد بھیجے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا“۔(سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم)

تو چاہے نجات اصحابِ خیر کے ہاتھوں آئے یا مجددِ دین کے، لیکن کرب ہمیشہ نہیں رہتا۔ تمام دشمنانِ اسلام کے خلاف اللہ تعالیٰ کا اعلان جنگ ہے، تو جس کے خلاف اللہ اعلان جنگ کرے تو ہمیں اس سے نہ کوئی خوف ہونا چاہیے اور نہ اس کے دائمی غلبے کا خدشہ۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے:

”جو کوئی میرے ولی سے دشمنی رکھے، پس میرا اس کے خلاف اعلان جنگ ہے“۔(صحیح بخاری، کتاب الرقاق)

لہٰذا ہمیں آزمائشوں پر صبر کی تلقین کرنی چاہیے اور اللہ کی قضا (فیصلے) پر ثابت قدم رہنا چاہیے۔ پریشانیوں سے ڈرانے کی بجائے خیر کی بشارتیں دینی چاہییں اور طویل عرصے سے اللہ کی نصرت کے منتظرین کی ویسے ہی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزمائشوں کی کثرت اور شدت سے گھبرانے پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا:

”اور اللہ ضرور اس امر کو پورا کر کے رہے گا... اور لیکن تم جلدی کرتے ہو“۔(سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد)

بے شک اللہ کو اپنے بندوں سے جو یقین مطلوب ہے اس کی عملی مثال ام موسیٰ علیہ السلام کا یقین ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا:

وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡہِ ۚ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡہِ فَاَلۡقِیۡہِ فِی الۡیَمِّ وَ لَا تَخَافِیۡ وَ لَا تَحۡزَنِیۡ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡہُ اِلَیۡکِ وَ جَاعِلُوۡہُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ (القصص:۷)

”ہم نے موسیٰ علیہ سلام کی کی ماں کو وحی کی کہ اسے دودھ پلاتی رہ اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف معلوم ہو تو اسی دریا میں بہادینا اور کوئی ڈر خوف یا رنج غم نہ کرنا، ہم یقیناً اسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اسے اپنے پیغمبروں میں بنانے والے ہیں۔“

تو انہوں نے بغیر کسی خوف و غم کے اپنے بیٹے کو دریا کے حوالے کر دیا حالانکہ فطرتاً دریا ایک شیر خوار بچے کے لیے بہت خطرناک ہے۔ پھر اللہ نے اس طرح نجات بخشی کہ اس بچے کو فرعون سے ملا دیا اور وہ ان کی کفالت سے ذرہ بھی خوفزدہ نہ ہوا، کیونکہ کوئی انسان بھی کسی شیر خوار بچے کی کفالت سے خوف زدہ نہیں ہوتا۔ پھر دیکھیے کہ فرعون اسی بچے کے ہاتھوں ہی ہلاک ہوا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے عجائب قدرت ایسے ہی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی تین اقسام بیان کی ہیں جن میں کوئی خیر نہیں، ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔ اس لیے وہ قوم جو شک کے مرض میں مبتلا ہو گئی اور قنوطیت نے اسے گھیر لیا وہ کبھی بھی اس خیر تک نہیں پہنچ سکتی جو اللہ پر یقین اور بھروسہ رکھنے والی اقوام کو حاصل ہوتی ہے۔ بے شک ایمان بالقدر اللہ پر اس یقین کی ایک شاخ ہے آخری کامیابی متّقین کے لیے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”بے شک ہر چیز کی ایک حقیقت ہے اور ایمان کی حقیقت تک انسان اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ یہ نہ جان لے کہ جو چیز اسے ملنے والی تھی وہ اسے ہی ملی کسی اور کے پاس نہیں جا سکتی اور جو چیز اسے نہیں ملنی وہ کسی صورت اسے نہیں مل سکتی“۔(صحیح الجامع)

مسئلہ یہ نہیں ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ نے اپنی نصرت کا وعدہ پورا نہیں کیا، بلکہ معاملہ یہ ہے کہ ہر کام کا وقت متعیّن اور محدّد ہے، جو کسی کے جلدی کرنے سے واقع نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کسی کی سستی کے باعث اس میں تاخیر ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ دعا فرماتے تھے:

”اے اللہ! مجھے اپنی قضا پر راضی کر دے، میرے لیے میری تقدیر کو بابرکت بنا دے، حتیٰ کہ میں اس چیز میں جلدی پسند نہ کروں جس میں تو نے تاخیر رکھی اور نہ تاخیر کو جلدی پر ترجیح دوں“۔(تہذیب مدارج السالکین)

اس لیے اگر امت پر کچھ عرصے کے لیے ضعف آ جائے تو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ سب اللہ کی تقدیر سے ہے۔ وہ اس بات پر قادر ہے کہ کھوئی ہوئی عظمت کو لوٹا دے اور قیادت کو دوبارہ ہمارے لیے زندہ کر دے۔ کیونکہ بلندی و پستی کا آنا انسانیت کی فطرت میں سے ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

(بقیہ صفحہ ۴۰ پر)

پیمانے بدل گئے

مجیب اللہ ربانی

کفر کے ہر دھرم کی ایک روح ہوتی ہے سو مغربی نظامِ حیات و طرزِ زندگی کی روح ''دنیا کی محبت'' ہے۔ یہ وہ واحد بنیادی عقیدہ ہے جس پر 'گلوبل ویلیج' کا تمام انفراسٹرکچر کھڑا ہوا ہے اور ہر مذہبی کمیونٹی کی مانند اس 'گلوبل ویلیج' میں بنیادی عقیدے کے مخالفین بھی اقلیت میں شمار کیے جاتے ہیں۔ دنیا کی محبت کا لازمی نتیجہ خود غرضی اور مفاد پرستی کے سوا ہو بھی کیا سکتا ہے؟! اس لیے قوانین کی پاس داری بھی اسی نہج پر کی جاتی ہے۔ ٹریفک کے قوانین کی پابندی اس لیے ضروری ہے کہ اس میں غرض پوشیدہ ہے (اپنی جان بچتی ہے بھائی)، کتے کی آؤ بھگت اس لیے ضروری ہے کہ اس میں بھی غرض پوشیدہ ہے کیونکہ سننے میں آیا ہے کتا بڑا غم خوار ہوتا ہے جب کہ بوڑھے والدین سے جب کوئی غرض وابستہ نہ رہے تو انھیں گھر میں رکھنا، خدمت کرنا وغیرہ سب لایعنی ہیں کیونکہ ان میں کوئی فائدہ جو نظر نہیں آتا۔ تہذیب جدیدہ کا بنیادی ہتھیار جو ایٹم وہائڈروجن بم سے بھی زیادہ خطرناک ہے وہ اسی دنیا کی محبت ہے کیونکہ جب اذہان و اجسام فتح کر لیے جائیں تو زمینیں و علاقے فتح ہونے کو محنت نہیں مانگتے۔ جب ایک معاشرے کے اندر تعریفات ہی جھوٹ کی تلبیس کر کے بدل دی جائیں پھر دل خون کے آنسو نہ روئے تو کیا کرے۔ حرص و ہوس، شہوانیت، اسبابِ راحت کی فراوانی و سامانِ عشرت کی کثرت کو جس چیز کا نام دیا جاتا ہے اسے ''ترقی'' کہتے ہیں۔ جب سیکڑوں این جی اوز سے اربوں ڈالرز خرچ کروا کے اپنا بنیادی عقیدہ قلوب و اذہان میں راسخ کیا جا سکتا ہے تو روایتی جنگوں کے مقابلے میں یہ سودا ہر گز مہنگا نہیں ہے۔ فکرِ آخرت اور اللہ کی محبت کو دل سے نکالنے کے لیے اگر کالا شاہ کاکو اور چیچو کی ملیاں کو پیرس و واشنگٹن بنا دیا جائے تو یہ گھاٹے کی تجارت نہیں بلکہ کفر و باطل کے لیے عین نفع و کامیابی کی ضمانت ہے۔ آج کا سارا معاشرہ لاالہ الاالانسان پر قائم کیا جا رہا ہے۔

اسلام کی غربت کو پہچاننا آج کیا مشکل ہے! بس آئینہ دیکھیے، اپنی روٹین لائف دیکھیے اپنی ترجیحات کا میزان ترتیب دیجیے اور اسلام کا نمبر تلاش کیجیے۔ ہماری نمازیں، ذکر، تلاوت، اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم غرض یہ کہ ساری کی ساری شریعت معلوم نہیں کس لسٹ میں پڑی ہے اور ہماری ''لسٹ'' میں تو بس کیریئر بنانے کی دوڑ، روزی کا چکی پاٹ، ملٹی نیشنل کمپنیوں میں چند ٹکوں کے عوض ''باعزت'' روزگار تلاش کرنا ہے۔ جی ہاں یہ سب مادیت پرستی کے متوقع نتائج ہی تو تھے جن سے اسلاف نے ڈرایا تھا اور وہ امتِ مظلومہ کی کوکھ سے برآمد ہو ہی گئے۔ ہمارے رسائل و جرائد پر بیٹھی حسینائیں، ٹی وی پر بیٹھے مدلس دانش ور، یہ موسیقی کی دھنیں، نوجوانوں میں بس پورنو گرافی (بالی وڈ ہالی وڈ بھی پورنو گرافی ہی تو ہے گر کوئی سمجھے تو) کا رحجان ایک بے ترتیب، بے ڈھنگا و بے ہنگم معاشرہ اس جاہلیتِ جدیدہ میں گھس جانے کی روداد سناتا ہے۔ جی ہاں وہی جاہلیتِ جدیدہ جو مرغزاروں، چشموں سے مزین حسین جنت سے کھینچ کر دنیا (قید خانے) کو ہی جنت قرار دینے پر تلی ہوئی ہے اور اپنے تمام تر اسباب و وسائل اسی خاطر بروئے کار لائے جا رہے ہیں۔ بقول انجنیئر احسن عزیز شہید رحمہ اللہ:

بھلے لوگو!\
شکستہ موتیوں سے اپنے دامن کو بچا رکھنا\
ذرا اس دامِ ہم رنگ زمیں سے\
اپنی پروازیں\
جدا رکھنا!\
بھلے لوگو!\
تمہارے آشیانے کے بہت ہیں قیمتی تنکے\
تو اُن کی آگ سے ہر گز\
کبھی مت روشنی لینا!\
کہ یہ شعلے...\
تمہارے کھیت کی سب کھیتیاں ویران کر دیں گے\
فرشتوں کی صفوں میں خود تمہیں انجان کر دیں گے\
اترتے تھے افلاک سے کبھی جو نصرتیں لے کے\
وہی اک ضرب سے اپنی\
تمہاری بستیوں کی بستیاں سنسان کر دیں گے\
بھلے لوگو!\
تمہیں معلوم بھی ہے یہ\
وہ راضی ہو نہیں سکتے کبھی تم سے\
تو پھر کیونکر...\
تمہی ان کی مروت کا کبھی احساں اٹھاتے ہو\
کبھی خرمن کے جلنے کا انہیں قصہ سناتے ہو\
سنانے کے لیے جاتے ہو لیکن سُن کے آتے ہو\
کبھی تہوار ہو ان کا تو پھر شمعیں جلاتے ہو\
مسلمانوں کے زخموں پر نمک کی تہہ جماتے ہو\
اجاڑا جس نے مسلم کو......\
اسی قتّال کو پھر منصفِ دوراں بناتے ہو\
عبث خود کو تھکاتے ہو!!\
بھلے لوگو؟؟؟

شیخ اسامہ تو وہ آدمی ہیں جو کہ ناحق خون خصوصاً مسلمانوں کا خون بہانے سے سخت نفرت کرتے تھے

شیخ آدم یحییٰ غدن کی ریسر جنس سے گفتگو

جماعت القاعدۃ الجہاد برصغیر کے انگریزی ترجمان رسالے 'ری سر جنس' کا شمارہ نمبر ۲/ ایک ایسے جہادی قائد کے تفصیلی انٹرویو پر مشتمل ہے، جنہوں نے کفر کے اندھیروں میں آنکھیں کھولیں لیکن فطرت سلیم اور قلبِ منیب کے حامل اس بندۂ خدا نے اوائل عمری میں ہی حق کی تلاش کا سفر شروع کر دیا۔ ایک ایسے معاشرے میں جہاں کفر و طاغوت کی سیاہیاں چہار سُو پھیلی ہوئی تھیں، معصیت و فجور کی منہ زور آندھیوں نے پوری فضا کو مسموم کر رکھا تھا۔ ایسے ماحول میں ایک پاکیزہ فطرت نفس اٹھتا ہے اور اپنے خالق و مالک کی تلاش کا عزم لے کر نکلتا ہے۔ پھر اُس کا کریم رب بھی اُسے بھٹکنے کے لیے نہیں چھوڑتا بلکہ ایسی دست گیری فرماتا ہے کہ ہدایت و سعادت کا ہر دروازہ اس کے لیے کھلتا چلا جاتا ہے۔ ہجرت کی راہوں کا انتخاب ہوتا ہے تو پر کٹھن اور پر صعوبت راستے' پر عزم اور ایمان و عمل کے جذبے سے پر جوش 'آدم' کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آسان ہوتے چلے جاتے ہیں! ایمان، ہجرت، رباط، جہاد، قتال فی سبیل اللہ اور دعوت الی اللہ کے راستوں کا یہ مسافر بالآخر اپنی منزل مراد پا گیا اور دنیوی و اخروی فلاح و کامیابیوں کے تمام خزانے اپنے دامن میں سمیٹتا ہوا' مہربان اور قدر دان رب کے دربار میں حاضر ہو گیا۔

اس انگریزی انٹرویو کا ترجمہ ماہنامہ نوائے افغان جہاد میں سلسلہ وار شائع ہو گا، ان شاء اللہ [ادارہ]۔

ری سر جنس: آج ہر کوئی دولت اسلامیہ کی غلطیوں اور کوتاہیوں کے بارے میں بات کر رہا ہے۔ لیکن کچھ لوگوں نے اسی طرح کا بہت کچھ شیخ ابو مصعبؒ کے بارے میں کہا (اور آج بھی کہہ رہے ہیں): کہ انہوں نے عراق میں صلیبیوں اور ان کے گماشتوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے غلطیاں کیں۔

آدم: بلا شبہ انہوں نے غلطیاں کیں اور اگر مجھے اور آپ کو بھی تاریخ کی اس شدید ترین صلیبی جنگ کے خلاف جہادی مزاحمت کی کمان کرنی پڑے تو میں بھی غلطیاں کروں گا اور آپ بھی! ہر کوئی غلطیاں کرتا ہے، کیوں کہ انسان تو ہے ہی خطا کا پتلا! مگر یہاں ایک واضح فرق ہے اس شخص کے درمیان جس سے کبھی کبھی غلطی کا صدور ہوتا ہے... جیسا کہ شیخ ابو مصعب الزرقاویؒ... اور اس شخص کے درمیان جس کا پورا منصوبہ ہی کوتاہیوں، شرعی اور سیاسی غلطیوں، دینی اور منہجی گمراہیوں اور شریعت کی کھلم کھلا خلاف ورزیوں پہ مشتمل ہوتا ہے۔ جس کی بنیادی وجہ ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھنے پہ عدم آمادگی اور علما اور میدانِ جہاد کا عملی تجربہ رکھنے والے جہادی قائدین اور غازیوں کی آراء، اوامر اور ہدایات کو اہمیت نہ دینا ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ شیخ ابو مصعبؒ کی پیروی اور ان کے نقش قدم پہ چلنے کے کئی دعوے داروں میں یہ خامیاں پائی جاتی ہیں اور وہ اپنے عمل اور کردار کے ذریعے سے شیخ ابو مصعبؒ کے شروع کردہ مشن کی شکل بگاڑنے میں مصروف ہیں۔ آج، کچھ لوگ یہ کہتے پائے جاتے ہیں کہ شیخ ابو مصعبؒ کا منہج دولت اسلامیہ کی موجودہ گمراہی کا باعث ہے اور ان کے اور دولت اسلامیہ کے منہج میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ میں اس موقف سے اختلاف رکھتا ہوں۔ شیخ ابو مصعبؒ سے فقہ یا حکمت عملی کے کسی معاملے میں اختلاف رکھنا ایک الگ بات ہے اور ان کے منہج کو دولت اسلامیہ کے منہج کے برابر قرار دینا اور ان کی شہادت کے کئی سالوں بعد، ان لوگوں کی گمراہی کا ذمہ دار ٹھہرانا جو ان کی اور ان کے منہج کی پیروی کا دعوی کرتے ہیں' ایک بالکل الگ بات، اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کہنا غلط ہے۔

شیخ ابو مصعبؒ وہ شخص تھے جنہوں نے صلیبیوں اور ان کے گماشتوں کے خلاف شدید جنگ کے عین درمیان بھی فلوجہ کے ایک مسلمان رہائشی کی جانب سے تین امریکی سپاہیوں (جو کہ صرف امدادی کارکنان نہ تھے) کو دی گئی امان کا احترام کیا اور اسے پورا کیا اور ایک عیسائی امدادی کارکن مارگریٹ حسن کو قید کرنے والے ایک گروہ سے مطالبہ کیا کہ اگر ان کے پاس اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ وہ حملہ آور اتحادیوں کی ایجنٹ ہے تو اسے رہا کیا جائے۔ یہاں تک کہ انہوں نے بدر بریگیڈ اور مہدی آرمی (یعنی محارب رافضی شیعہ مخالفین) کے ارکان کے گھروں کو تباہ کرنے سے پہلے انہیں عورتوں اور بچوں سے خالی کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے فلوجہ اور الرمادی میں امریکہ کے ہاتھوں 'رائٹرز' ایک نمائندے سمیت مختلف میڈیا سے وابستہ افراد کے قتل کو بے نقاب کیا اور اس کی مذمت کی۔ لہٰذا شیخ ابو مصعب جیسی احتیاط پسند اور اصولوں پر مبنی پالیسی کی مالک شخصیت کا موازنہ ان لوگوں سے کیسے کیا جا سکتا ہے جو ایک ہمدرد اور ایک جارح کے درمیان فرق نہیں کر سکتے، اور نہ ہی غیر جانب دار اور مخالفین، ان کافروں جن کو شرعی اعتبار سے مارا جا سکتا ہے اور جنہیں نہیں مارا جا سکتا، مجاہدین اور امن لشکریوں، مسلمانوں اور مرتدین کے درمیان فرق کر سکتے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے جارج ڈبلیو بش کا وہ بدنام زمانہ قول اپنا لیا ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ "آپ یا تو ہمارے ساتھ ہیں یا ہمارے دشمن کے ساتھ"۔

شیخ ابو مصعب الزرقاویؒ وہ آدمی تھے جنہوں نے یہ واضح کیا کہ ان کی حکمت عملی صرف ان گروپوں کے خلاف لڑنا ہے جو مسلمانوں کے خلاف لڑ رہے ہیں اور عراق پہ صلیبیوں کے قبضے میں ان کی مدد کی اور یہ کہ ان کو یزیدیوں، مندئیوں اور عراق کے عیسائیوں کے خلاف لڑنے میں کوئی دلچسپی نہیں۔ تو کوئی شخص کیسے شیخ ابو مصعبؒ جیسے فرد' جس کی ترجیحات ایک درست ترتیب میں تھیں' کا موازنہ ان افراد سے کر سکتا ہے جو عراق میں موجود اسلام اور مسلمانوں کے لیے بنیادی خطرے کی حامل بغداد کی شیعہ مذہبی حکومت اور شیعہ جنگ جوؤں، قاتل دستوں اور اس سے اتحاد کرنے والی مقامی انتظامیہ کے خلاف دفاعی جہاد کو چھوڑ کر عراق کے اقلیتی مذاہب کے پیروکاروں کے خلاف کج روی اور گمراہی پہ مبنی دفاعی جہاد شروع کرنے میں مصروف ہو جائیں۔ جس کی وجہ سے صلیبی مغرب کو عراق اور شام میں کھلم کھلا مداخلت کرنے کا ایک بہانہ مل جاتا ہے جو کہ اگرچہ ایک جھوٹا بہانہ ہے۔

مگر میرے اندازے میں یہ سب ان لوگوں کے لیے ایک معمول کی بات ہے جو مرتدین اور باغیوں کے خلاف لڑنے اور ایک ''اسلامی'' ریاست قائم کرنے کے نام پہ شام میں نصیریوں اور رافضیوں کے خلاف جاری دفاعی جہاد کو چھوڑ کر اپنا سارا زور ان مجاہدین اور انقلابیوں کے خلاف ایک بھرپور باقاعدہ جنگ چھیڑنے میں لگانا چاہتے ہیں 'جو بشارالاسد اور اس کے ساتھ موجود راہزنوں کے ٹولے کے خلاف لڑ رہے ہیں۔

ابو مصعبؒ جیسے شخص، جس کے بارے میں کبھی بھی جانتے بوجھتے کسی مسلمان یا مجاہد کا خون بہانا یا اس کا مسلمانوں کے درمیان رونما ہونے والے فتنے میں شرکت کرکے ان کے خلاف لڑنا معلوم نہ ہو' کا موازنہ ان افراد سے کیسے کیا جا سکتا ہے جو فتنے کو ختم کرنے کے لیے کی جانے والی مسلسل درخواستوں، اپیلوں اور عملی طور پہ اٹھائے جانے والے اقدامات کے باوجود اس فتنے کو ختم کرنے سے یکسر انکار کر دیں اور ان کی تنظیم میں شامل افراد کے علاوہ باقی مسلمانوں اور مجاہدین کی جان اور مال کو مباح سمجھے اور ان کے ساتھ مرتدین کا سا معاملہ کرے۔ خواہ وہ افراد ان کے قریب ترین وہ لوگ ہی کیوں نہ ہوں جو چند دن پہلے تک ان کے ساتھ مل کر اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے خلاف لڑائی میں مصروف تھے۔

شیخ ابو مصعبؒ جیسے شخص، جس کے بارے میں شرعی عدالت کے فیصلے کو مسترد کرنا یا اس سے گریز کرنے بارے سوچا بھی نہ کیا جا سکتا ہو' کا موازنہ ان سے کیسے کیا جا سکتا ہے جو دوسرے مسلمانوں اور مجاہدین کے ساتھ اپنے تنازعات میں اپنے آپ کو شریعت کے تابع کرنے سے بچنے کے لیے ہر وہ حیلہ اور ذریعہ اختیار کریں جس کا تصور کیا جا سکتا ہے؟

شیخ ابو مصعب الزرقاویؒ تو وہ آدمی تھے جنہوں نے تنظیم القاعدہ کی امیر کی بیعت کے ذریعے امارت اسلامی افغانستان کے امیر کی بیعت کے لیے اپنی قیادت کی قربانی دی جب کہ اس وقت ابو مصعب دنیا کے مضبوط ترین اور سب سے زیادہ بااثر مجاہد کمان دانوں میں سے تھے اور انہیں کسی دوسرے سے اتحاد کرنے اور کسی دوسرے کے ہاتھوں بیعت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ تو کوئی شخص اتحاد کے بے غرض حامی ابو مصعبؒ کا موازنہ 'ایسوں سے کیونکر کر سکتا ہے جنہوں نے مجاہدین کے صفوں میں پھوٹ ڈالی، اطاعت کی بیعت توڑ ڈالی اور اپنے امیر کے شرعی اوامر کی پیروی کرنے سے کھلم کھلا انکار کیا۔ شیخ اسامہ بن لادنؒ نے اپنی تقریر (عراق کے لوگوں کو اپنے چوتھے پیغام اور شیخ ابو مصعبؒ کی شیخ اسامہ بن لادنؒ کی بیعت کرنے کے بعد انہیں مخاطب کرتے ہوئے اپنے پہلے بیان) میں کہا:

''آپ کی اطلاع کے لیے عرض کروں کہ مجاہد بھائی ابو مصعب الزرقاوی ارض الرافدین میں تنظیم القاعدہ کے امیر ہیں اور وہاں موجود بھائیوں کو بخوشی ان کی سمع وطاعت کرنی چاہیے۔ مجاہدین کے مخلص قائدین اور علاقائیت پہ مبنی ریاستوں کے بادشاہوں اور صدور میں یہی فرق ہے کہ یہ امت کے مفادات اور اپنے دین کی خاطر بغیر کسی غرض وطمع کے اپنی قیادتیں چھوڑ دیتے ہیں۔

جب کہ وہ امت کو متحد اور صلیبیوں کے ہاتھوں کھینچی گئی سرحدات کو ختم کرنے کے بجائے قومیت کے نام پہ اختلافات اور پھوٹ کو مزید ہوا دیتے ہیں، اور اقتدار میں رہنے کی خواہش میں امت کو قربانی کی بھینٹ چڑھانے سے بھی گریز نہیں کرتے بلکہ یہ تو اپنی کرسی کی خاطر اپنے باپ، بیٹے اور بھائی تک کو قربانی کا بکرا بنانے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اردن کے حسن بن طلال اور حمزہ بن حسین کی اقتدار سے بے دخلی اور فہد کے خاندان کے ہاتھوں عبداللہ بن عبدالعزیز کی معزولیت اس کی چند مثالیں ہیں۔ تو ان لوگوں سے کیسے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ یہ لوگ امت کو متحد کریں گے اور بڑے عالمی تناظر میں اس کے مفادات کا تحفظ کریں گے؟ ان کے بارے میں جو کچھ کہا جا سکتا ہے یہ اس کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ اور اس کے بعد میں مجاہدین کو اس بات کی یاد دہانی کروانا چاہتا ہوں کہ امت کو توحید کے کلمے تلے جمع کرنا کوئی اختیاری امر نہیں: بلکہ یہ تو تمام فرائض سے بڑھ کر فرض ہے۔ لہٰذا اس پہ توجہ دی جانی چاہیے اور مجاہدین کی جماعتوں کو ایک جھنڈے تلے اکٹھے ہونے کے لیے آپس میں مربوط ہو کر مل جل کر کام کرنا چاہیے''۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''جب بھی لوگ اللہ کے اوامر میں سے کسی ایک کو چھوڑ دیتے ہیں، تو ان کے درمیان دشمنی اور حسد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب بھی لوگ تفرقہ بازی میں پڑ جاتے ہیں تو تباہی اور بربادی ان کا مقدر بن جاتی ہے اور جب بھی وہ متحد ہو جاتے ہیں تو انہیں راست بازی اور قوت عطا کی جاتی ہے کیونکہ اتحاد ایک رحمت اور تفرقہ بازی ایک سزا ہے''۔

اور شیخ اسامہ رحمہ اللہ نے اپنے اسی پیغام میں فرمایا:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے قائدین اور امرا کا انتخاب کرنا امت کا حق ہے''۔

اور انہوں نے یہ بھی کہا:

''میں مرتد حکمرانوں کو مخاطب کرکے یہ کہتا ہوں: امت ہی کو اپنے حکمران چننے کا حق حاصل ہے، لہٰذا امانتیں ان کے مستحقین کے حوالے کر دو؛ یہی تمہارے لیے بہتر ہے''۔

میں داعش سے تعلق رکھنے والے مخلص بھائیوں سے یہ کہنا چاہوں گا کہ وہ شیخ اسامہ رحمہ اللہ کے الفاظ پہ غور کریں۔ خصوصاً انہوں نے مجاہدین کے مخلص قائدین کے جو اوصاف بیان کیے ہیں ان پر تدبر کریں۔ اللہ ہم سب کو وہ اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس سے وہ راضی ہو جائے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ دولت اسلامیہ عراق کی غلطیوں کے باوجود جب

ہم اسے ایک کمزور اور مظلوم قوت کے طور پہ بے رحم ظالموں سے لڑتے ہوئے دیکھتے تھے تو اس سے کافی حد تک ہمدردی رکھتے تھے۔ مگر اب جب کہ یہ واضح ہو چکا ہے کہ بد قسمتی سے اس نے بھی انہی ظالموں کے کچھ طور طریقے اور ہتھکنڈے اپنا لیے ہیں تو ہمارے دلوں میں اس کا وہ مقام نہیں رہا جو پہلے کبھی ہوا کرتا تھا۔

چاہے آپ شیخ ابو مصعبؒ کے کچھ طریقوں اور پالیسیوں سے اختلاف کریں یا اتفاق، لیکن اگر آپ کھرے اور دیانت دار بندے ہیں تو آپ کے پاس اس بات کا اعتراف کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ وہ 'آج کی دولت اسلامیہ کی قیادت کے اس منہج سے جس پہ وہ عمل کر رہے ہیں اور جس کی وہ تبلیغ کر رہے ہیں' بالکل بری ہیں۔

ری سر جنس: مگر ان کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ان کا موازنہ ان بادشاہوں اور صدور سے کرنا کسی طور صحیح نہیں جو امت کے اندر پھوٹ ڈالنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں کیونکہ دولت اسلامیہ علاقائی قومیت کے بڑے دشمنوں میں سے ہے اور اس نے سب سے پہلے عراق اور شام کے درمیان خود ساختہ غیر فطری 'سائیکس-پیکو' سرحد کو ختم کیا تھا۔ مزید یہ کہ آپ کس طرح ان پر اختلافات اور تفرقہ بازی کو پروان چڑھانے الزام لگا سکتے ہیں جب کہ یہ تو مشہور بات ہے کہ وہ دولت اسلامیہ کے امیر کی بیعت کی طرف بلاتے ہوئے مجاہدین کے اتحاد کے حامی ہیں۔

آدم: شام اور عراق کی سرحد کو ختم کرنا تو اپنے عیبوں پہ پردہ ڈالنے سے زیادہ کچھ نہیں؛ اگر ہم یہ تسلیم کر بھی لیں کہ انہوں نے یہ ایک رکاوٹ گرا بھی دی ہے تو پھر بھی دولت اسلامیہ کی جماعت 'اسلامی اتحاد کی راہ میں جن اخلاقی اور مادی رکاوٹوں کو پیدا کرنے اور تقویت دینے مرتکب ہوئی ہے، وہ تعداد میں کہیں زیادہ ہیں۔

ان میں مندرجہ ذیل چیزیں شامل ہیں: مسلمانوں کو بغیر کسی معقول وجہ کے دائرۂ اسلام سے باہر سمجھنا اور ناحق ان کا خون بہانا، اپنی جماعت اور امیر کے ساتھ حد سے بڑھ کر تعصبی حزبیت (پارٹی بازی) کا مظاہرہ کرنا، جاہلیت کی طرز پہ لڑی جانے والی تعصبی جنگوں میں شرکت کرنا (یعنی اس نعرے کی بنیاد پہ لڑنا کہ ''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم'')، اپنے آپ کو واحد شرعی جماعت یعنی ''الجماعت'' سمجھنا اور اپنے منہج کو واحد درست منہج سمجھنا، بغیر کسی شرعی بنیادوں کے اطاعت اور اتحاد کی بیعات توڑ ڈالنا، امت پہ اپنی حکومت کو بزور نافذ کروانا اور دیگر انتشار اور تقسیم کے مظاہر شامل ہیں۔

جہاں تک اس جماعت کی قیادت کی جانب سے مجاہدین میں اتحاد پیدا کرنے کی دعوت دینا ہے تو اس کا ایک ہی مطلب ہے: باقی تمام جماعتیں اپنے جھنڈوں کو ترک کر کے ''دولت اسلامیہ'' کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو وہ کم سے کم خارجی اور باغی ہیں اور زیادہ سے زیادہ کافر اور مرتد ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ یہ مجاہدین کے درمیان ان کی باہمی رضامندی سے ہونے والا وہ اتحاد نہیں جس کی بات شیخ اسامہ رحمہ اللہ کرتے تھے؛

یہ تو ''ظالموں کا اتحاد ہے''، جس میں اختلاف یا مخالفت کی کوئی گنجائش نہیں اور ان کا اسلامی اصطلاحات اور نعروں کا استعمال زمینی حقائق کو تبدیل یا چھپا نہیں سکتا۔

ری سر جنس: کیا دولت اسلامیہ سے القاعدہ کا اختلاف صرف پالیسی اور سٹریٹجی کی بنیادوں پہ ہے جیسا کہ کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے یا اس کا تعلق منہج اور شریعت کی واضح خلاف ورزیوں سے بھی ہے؟

آدم: پہلے پہل (یعنی چند سال پہلے) تو ہم یہی سمجھے کہ یہ زیادہ تر پالیسی، سٹریٹجی، ترجیحات اور اسلامی قوانین کے فہم کے چھوٹے چھوٹے مسائل سے متعلق ہے۔ جیسے جیسے مزید حقائق منظر عام پہ آتے گئے تو یہ مفروضہ بھی تبدیل ہوتا گیا اور پچھلے ڈیڑھ سال میں ہمارے سامنے اور ہر اس شخص پہ جو القاعدہ کے منہج، جو کہ اہل وسنت والجماعت کے منہج سے کسی طور بھی مختلف نہیں جیسا کہ اہل حق علما نے سمجھا اور بیان کیا' بارے میں جانتا ہے، یہ واضح ہو گیا کہ ہمارے اور دولت اسلامیہ درمیان فاصلے ہماری توقعات سے کہیں زیادہ ہیں اور ہمارے اختلافات عقیدے کے معاملات کی حد تک بڑھ چکے ہیں۔

لٰہذا مجھے یہ خدشہ ہے کہ وہ لوگ جو القاعدہ اور دولت اسلامیہ کو ایک ہی چہرے کے دو رُخ سمجھنے اور ہمیں اور انہیں بھائی بھائی کہنے پہ مُصر ہیں، وہ ایک صریح مغالطے میں مبتلا ہیں۔

ری سر جنس: ان لوگوں کے جواب میں آپ کیا کہنا چاہیں گے جو یہ سمجھتے ہیں کہ القاعدہ کے قائدین نے محض ذرائع ابلاغ پر پیش کی جانے والی دولت اسلامیہ کی تصویر دیکھ کر اور ان لوگوں کی گواہیوں کی بنیاد پہ اپنی رائے بدلی، اسے گمراہی کا مرتکب قرار دیا اور اس سے قطع تعلقی کر لی جن لوگوں کو دولت اسلامیہ اپنا دشمن اور حریف خیال کرتی ہے۔ اور اگر یہ بات صحیح ہے تو ان کی گواہی مشکوک اور ناقابل قبول ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ شیخ محمد الجولانی اور شیخ ابو خالد السوری شہیدؒ؟

آدم: یہ درست نہیں۔ کیونکہ میں اپنے قائدین کے دولت اسلامیہ کے بارے میں موجودہ موقف اختیار کرنے کے اور اسے القاعدہ سے نکالنے کے اتفاقی فیصلے تک پہنچنے کے مرحلہ وار عمل سے واقف ہوں۔ اس فیصلے کی بنیادی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں؛

کئی قابل اعتماد ذرائع سے موصول ہونے والی رپورٹیں، ان میں وہ بھی شامل ہیں جو زمینی صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے خصوصی طور پہ شام سے منگوائی گئی تھیں۔ ان رپورٹوں سے دولت اسلامیہ پہ لگائے جانے والے بیش تر الزامات کی تصدیق ہو گئی اور یہ بات بھی سامنے آئی کہ شدت پسندی، غیر منطقی اور ناقابل قبول تکفیری فکر، مسلمانوں کے قتل اور ان پہ بے رحمانہ ظلم و زیادتی کرنے میں ملوث ہونے کے حوالے سے ان کی شہرت بے بنیاد نہیں۔

داعش کے رسمی میڈیا، اس کے قائدین اور ترجمان کے بیانات، جن سے کئی دیگر چیزوں کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو حق پہ قائم واحد جماعت سمجھتے

ہیں اور اس بات پہ یقین رکھتے ہیں کہ صرف وہی طائفہ منصورہ ہیں اور ان کے علاوہ ہر کوئی یا تو گمراہ ہے، یا مرتد ہے، یا دشمن کے لیے کام کرنے والا ہے۔ اگرچہ انہوں نے اس بات کی تردید کے لیے کئی کمزور اور باہمی تضاد پہ مبنی کچھ کوششیں بھی کی ہیں۔

داعش کی قیادت کا شام میں رونما ہونے والے فتنے کو ختم کرنے اور تحکیم کے لیے شرعی عدالت کے قیام پہ اتفاق کرنے سے کھلم کھلا انکار کرنا۔ اس کے لیے انہوں نے کئی بے بنیاد حیلے بہانوں سے کام لیا جنہوں نے حروریہ فرقے (سب سے پہلے وجود میں آنے والا خارجیوں کا گروہ) کے دلائل کی یاد تازہ کر دی۔ جیسا کہ ان کا یہ کہنا کہ قران کے مقابلے میں ایک غیر جانب دار شرعی عدالت سے فیصلہ کروانا ایک بدعت ہے!!! وہ بے شمار حیلے بہانے تو ان کے علاوہ ہیں جو انہوں نے گھڑے ہیں؛ آپ ان کی تفاصیل ۲۷ رجب، ۱۴۳۵ھ کو جاری کیے گئے شیخ ابو محمد المقدسی حفظہ اللہ کے ایک بیان میں پڑھ سکتے ہیں جو ۲۶ مئی، ۲۰۱۴ کو شائع کیا گیا۔ دولت اسلامیہ کے قائدین کے ساتھ ہونے والی اندرونی مراسلت جس میں انہوں نے (دیگر چیزوں کے ساتھ ساتھ) اپنی غلطیوں کو تسلیم کرنے سے بھی انکار کیا (چہ جائیکہ کہ ان غلطیوں کی اصلاح کرنے پہ آمادگی ظاہر کی جاتی)۔

دولت اسلامیہ کی قیادت کا ٗالقاعدہ کی مرکزی قیادت کے نئی ریاست کے قیام کے اعلان کو منسوخ کرنے جو انہوں شام میں موجود مسلمانوں کے نمائندوں سے مشاورت کیے بغیر کیا تھا اور عراق واپس لوٹ جانے کے صریح احکامات کی اطاعت سے کھلم کھلا انکار کرنا۔

دولت اسلامیہ کی جانب سے القاعدہ کی عمومی حکمت عملیوں کی مسلسل خلاف ورزیاں مثلاً شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کی جانب سے سامنے آنے والی جہادی کام کے لیے عمومی ہدایات کی خلاف ورزی۔ اور ایک تازہ ترین ہونے والا ارتقا جس سے اس جماعت کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر بڑی حد تک تبدیل ہوا۔ یعنی اس کا (القاعدہ سے الگ ہونے کے بعد) شرعی تقاضوں اور شرائط پہ پورا اترے بغیر ''خلافت'' اور ''خلیفہ'' کی تقرری کا اعلان کرنا جو کہ حسب معمول امت کے اہل حل وعقد سے مشورہ کیے بغیر کیا گیا تھا۔

رہی بات اس دعوے کی القاعدہ نے آنکھیں بند کر کے بغیر کسی تحقیق کے دولت اسلامیہ کے دشمنوں یا ذرائع ابلاغ یا دیگر جانب دار فریقوں اور افراد کی جانب سے اس پہ لگائے جانے والے الزامات اور دعووں کو سچ تسلیم کر لیا، تو یہ دعوی بالکل بے بنیاد ہے۔ بلکہ اب تو یہ بات بھی بالکل واضح ہو چکی ہے کہ دولت اسلامیہ کے نقطہ نظر اور اس کا چیزوں کو دیکھنے کا جو ٹیڑھا انداز ہے اس کے مطابق تو ہر وہ شخص جو اس کے کاموں کی مخالفت کرے یا اس کی پالیسیوں کو مسترد کرنے کی جرات کرے یا کسی بھی لحاظ سے اس سے اختلاف رکھے تو وہ اس کا ''دشمن'' بن جاتا ہے اور اسی وجہ سے اس کے خلاف اس شخص کے گواہی مردود ٹھہرتی ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ علما جب ایک دشمن کی اس کے دشمن کے خلاف گواہی (شھادۃ العدوّ علیٰ عدوّہ) کے ناقابل قبول ہونے کی بات کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد یہ نہیں ہوتی۔ اور ایسی گواہی کی عدم قبولیت کی بات بھی وہ تب کرتے ہیں جب کوئی عدالتی معاملات در پیش ہوں۔ ضروری نہیں کہ اس کے علاوہ کسی دوسری صورت حال میں بھی اسی بات کا اطلاق ہو۔

ری سرجنس: لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ اس بات سے واقف ہی ہوں گے کہ ''خلافت'' سے وابستہ افراد نہ صرف شیخ ابو مصعب الزرقاویؒ کی سچی جاں نشینی کا دعوی کرتے ہیں بلکہ اپنے آپ کو شیخ اسامہؒ اور القاعدہ کے دیگر قائدین مثلاً شیخ ابو یحییٰ اللیبیؒ اور شیخ عطیۃاللہ اللیبیؒ کے واحد حقیقی محافظ کے طور پہ ظاہر کرتے ہیں۔ آپ اس دعوے پہ کیا تبصرہ کرنا چاہیں گے؟

آدم: میرے خیال میں ہر وہ شخص جو ان معزز شیوخ کو جانتا ہوگا، اچھی طرح اس بات کا ادراک رکھتا ہوگا کہ ان کے منہج اور ان لوگوں کے منہج میں بُعد المشرقین ہے۔ میں پہلے ہی ان دونوں منہجوں کے درمیان کئی طرح کے فرق بیان کر چکا ہوں۔ چلیے بعد میں آنے والوں کے لیے مزید وضاحت کے لیے کچھ مزید ذکر کیے دیتا ہوں:

شیخ اسامہ رحمہ اللہ وہ آدمی تھے کہ جنہوں جب یہ دیکھا کہ کمیونسٹ حکومت ختم ہو جانے کے بعد جہادی گروپوں کی آپسی لڑائیاں شروع ہو گئی ہیں اور ان میں جنگ بندی کرانے اور فتنے کی آگ بجھانے کی ان کی تمام تر کوششیں ناکام ہو چکیں ہیں تو انہوں نے اپنا بوریا بستر سمیٹا اور افغانستان سے نکل آئے۔ تو ان کا منہج، اس منہج کے برابر کیسے ہو سکتا ہے کہ جس کی وجہ سے شام میں ایک خونی فتنے نے جنم لیا اور اس کے بعد اس منہج کے حامل افراد نے مذاکرات کی میز پہ آنے اور شرعی عدالت کے فیصلے سے انکار کر کے اس فتنے کو جاری رکھا۔

شیخ اسامہ رحمہ اللہ تو وہ آدمی ہیں جو کہ ناحق خون خصوصاً مسلمانوں کا خون بہانے سے سخت نفرت کرتے تھے الاّ یہ کہ انتہائی مجبوری کے تحت یہ کام کرنا پڑے۔ یہاں تک کہ ایک سے زیادہ مواقع پر ایسا ہوا کہ شیخ رحمہ اللہ نے ایسے افراد کو معاف کیا اور رہا کیا جن کے بارے میں معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ان کے بارے میں معلومات اکٹھی کرنے آئے تھے اور شاید ان کو قتل کرنے آئے تھے۔ تو ان کا منہج، اس منہج کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جو ان مسلمانوں اور مجاہدین کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہو اور ان کے قتل کی اجازت دیتا ہو جو ایک خاص جماعت میں شمولیت اختیار کرنے سے انکار کریں یا اس کو چھوڑنے کی جرات کریں یا ان کے ظلم میں ان کا ساتھ دینے سے انکار کریں۔ ان کا منہج اور وہ منہج کیسے برابر ہو سکتا ہے جو تمام مجاہدین کی جماعتوں پہ مرتد ہونے کا حکم لگا دے اور ان کا خون بہانے کو جائز قرار دے۔ وہ منہج جو تمام مسلمان قوموں اور قبیلوں (جیسا کہ حال ہی میں دیر الزور، الأنبار اور دیگر جگہوں میں پیش آیا) کے خلاف ایک کھلا اعلان جنگ کرے اور جس کے پیچھے سیکڑوں مسلمانوں کی خون میں لپٹی، کٹی پھٹی سربریدہ لاشیں ہوں۔

شیخ اسامہ رحمہ اللہ وہ آدمی تھے جو تنازعات اور چھوٹے چھوٹے جھگڑوں سے بچنے کے لیے اپنے ماتحت افراد کو مقامی دکانوں سے چیزیں خریدتے وقت زیادہ حجت بازی اور بحث مباحثہ کرنے سے بھی منع کرتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے مہاجر مجاہدین کو کچھ مرتدین کے قتل میں حصہ لینے سے منع کر دیا تاکہ ان مسلمان قبائل کے افراد کے احساسات کو بھڑکنے سے روکا جا سکے جن قبائل کا ان مرتدین سے کچھ بھی تعلق تھا۔ تو ان کا منہج 'اس منہج کی طرح کیونکر ہو سکتا ہے جو کہ سرحد پار سے آنے والے مہاجرین کو پولیس، قاضی اور گورنر جیسے عہدوں پہ تقرری کرنے پہ زور دیتا ہو جب کہ ایسا کرنے سے مقامی آبادی اور مہاجرین کے درمیان تُسل پیدا ہونا لازمی ہے۔

شیخ اسامہ رحمہ اللہ تو وہ آدمی تھے جنہوں نے اپنے ماتحت افراد کو مقامی مساجد میں نماز ادا کرنے کا حکم دیا اور نماز میں ہر اس طریقے کو چھوڑنے کا حکم دیا تاکہ افغانستان کی عام حنفی آبادی کے ساتھ مسائل پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ کیونکہ ان (عام افغانی مسلمانوں) میں سے اکثر لوگ دیگر فقہی مذاہب کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتے۔ انہوں نے اپنے ماتحت افراد کو اس بات کی بھی ہدایت کی کہ وہ جہاد اور دعوت پہ توجہ مرکوز رکھیں اور حسبہ (امر بالمعروف ونہی عن المنکر) سے متعلق کسی بھی ایسے کام میں جلد بازی اور سختی سے کام نہ لیں جس سے ہمارے جہاد پہ منفی اثرات زیادہ اور مثبت اثرات کم ہوں۔ خصوصاً جب پہلے ہی سے یہ بات معلوم ہو یا اس کا اندیشہ ہو کہ ایسا کرنا کسی بڑے مفسدے (مثال کے طور پہ جہاد کو مسلمانوں اور کافروں کے درمیان چھڑی ایک جنگ سے مسلمانوں کی آپس کی جنگ میں تبدیل کر دینا) کو جنم دے گا۔

تو ان کا منہج 'اس منہج کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جو کہ ایک ہی رات میں تمام قوانین کا نفاذ چاہتا ہو، اس بحث میں پڑے بغیر کہ خود ان قوانین کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ وہ قوانین جو لوگوں کے لیے بالکل اجنبی ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں کہ مرتد حکمرانوں اور کفار کے درمیان موجود ان کے مددگاروں کی مہربانیوں سے ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ ہونے کو آیا ہے کہ یہ لوگ زبردستی متفق علیہ اسلامی اصولوں اور قوانین (ان حساس اور مختلف فیہ معاملات کا ذکر تو رہنے ہی دینا چاہیے جن کے نفاذ کا ہم میں سے بعض لوگ شدت سے مطالبہ کرتے ہیں، چاہے ان کے نفاذ کے لیے امت کو کتنی ہی بھاری قیمت کیوں نہ چکانی پڑے) سے بھی دور رکھے گئے ہیں، اس وجہ سے ضرورت اس بات کی ہے کہ انہیں اس بارے میں تعلیم دی جائے اور حکمت و بصیرت کے ساتھ بتدریج انہیں ان قوانین کا پابند بنایا جائے۔

میرے پاس اس بارے میں کہنے کو بہت کچھ ہے... لیکن ذرا ایمان داری سے بتایئے گا کہ کیا کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ جب ہمارے شیوخ جیسا کہ شیخ اسامہ، شیخ عطیۃ اللہ اور شیخ ابویحییٰ رحمھم اللہ مسلمانوں اور مجاہدین کو جہاد کے لیے عراق اور شام کی طرف ہجرت کرنے کی دعوت دے رہے تھے تو وہ انہیں ایک ''ریاست'' کے قیام اور ہر اس شخص کے خلاف محاذِ جنگ کھولنے کی طرف بلا رہے تھے جو ان کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کر دے۔ کیا کوئی بھی ذی عقل یہ سوچ سکتا ہے کہ وہ انہیں عراق اور شام کے مسلمانوں کے ساتھ وہ سلوک کرنے کی دعوت دے رہے تھے جو سلوک ان کے ساتھ اس نام نہاد دولت اسلامیہ نے کیا ہے؟! کیا کوئی یہ خیال کر سکتا ہے کہ وہ انہیں اس بات کی طرف بلا رہے تھے کہ وہ کمزور اور نہتی اقلیتوں پہ حملے کر کے، انہیں اپنی علاقوں سے بے دخل کر کے، ان کے مَردوں کو قتل اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر کے تمام دنیا کے غم اور غصے کو عراق اور شام کی طرف کھینچ لائیں (تمام دنیا کو اپنا شدید مخالف بن جانے پہ مجبور کر دیں بشمول ان لوگوں کے جن کو ان سے واقعی ہمدردی ہوا کرتی تھی)۔

ہر گز نہیں! بلکہ، ہمارے شیوخ تو مسلمانوں اور مجاہدین کو اس بات کی دعوت دے رہے تھے کہ وہ مشکل کی اس گھڑی میں اپنے عراقی اور شامی بھائیوں کی مدد کرنے جائیں اور ان کے بوجھ کو ہلکا کریں، نہ کہ اُن کی مشکلات میں اضافہ کا سبب بنیں! وہ تو انہیں اس بات کی دعوت دے رہے تھے کہ وہ انہیں ظالم دشمنوں سے بچائیں نہ یہ کہ خود ان پہ ظالموں کی طرح چڑھ دوڑیں۔ وہ انہیں اس بات کی دعوت دے رہے تھے کہ وہ علم، تقویٰ، شفافیت، انصاف، احتساب، باہمی مشاورت اور اتفاق کی بنیاد پہ قائم ہونے والی ایک صحیح اسلامی حکومت کے قیام کے لیے اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر کام کریں۔ تو اب آپ خود ہی بتائیں کہ کیا اسی طرح کی حکومت دولت اسلامیہ کے گروہ نے عراق اور شام کے مسلمانوں اور مجاہدین کو دی ہے؟

اگر کبھی ہمارے شیوخ نے دولت اسلامیہ عراق کا کبھی ساتھ بھی دیا ہے تو... زیادہ تفاصیل میں جائے بغیر... ان کا یہ ساتھ دینا حالات اور ضرورت (جیسا کہ عراقی قبضے کے خلاف لڑائی پہ توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت) کی بنیاد پہ تھا۔ ان کا اس کی پشتی بانی کرنے کے فیصلے کی ایک بڑی وجہ شیخ ابو حمزہ المہاجرؒ کی شخصیت پہ ان کا اعتماد بھی تھی جنہیں ان شیوخ کی اکثریت بخوبی جانتی تھی اور جن کے بارے میں ان کی اکثریت یہ یقین رکھتی تھی کہ وہ ان جرائم، مظالم اور زیادتیوں کا نہ تو حصہ بنیں گے اور نہ ہی ان سے درگزر کریں گے جن میں ملوث ہونے کا داعش پہ صحیح طور پہ الزام لگایا جاتا ہے۔

تو یہ وہ کچھ عوامل ہیں جن کی وجہ سے شروع میں تو انہوں نے دولت اسلامیہ العراق کا ساتھ دیا اور ان کا اس وقت تک مسلسل ساتھ دیتے رہے یہاں تک کہ شام میں ایک نئی ریاست کے اعلان کے بعد ان کی گمراہ فطرت کھل کر سامنے آ گئی؛ اس بات کو اس انداز میں کرنا یا یہ نتیجہ نکالنا کہ ان کا دولت اسلامیہ کا ساتھ دینے کا مطلب ہے کہ وہ اس کے ہر چھوٹے بڑے عمل کی تائید کرنے والے تھے، ایک خلافِ عقل بات ہے۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

سفید ہاتھی کی موجیں

نعیم حجازی

بادشاہتوں کے زمانے میں ہاتھیوں کی بڑی قدر کی جاتی تھی۔ ہاتھی رکھنا شان و شوکت کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ انہی دنوں سفید ہاتھی کی اصطلاح نے جنم لیا۔ سفید ہاتھی سے مراد کوئی ایسی چیز لی جاتی ہے جس کی دیکھ بھال پر اچھا خاصا خرچ آتا ہو لیکن عملی طور پر اس چیز کی کوئی افادیت نہ ہو۔ مملکت پاکستانیہ اوّل روز سے ہی ایسا ایک سفید ہاتھی پال رہی ہے۔ ابتدائی دور ہی سے ملکی مفاد اور فوجی مفاد کچھ ایسا گڈ مڈ ہوا کہ یہ تفریق ہی مٹ گئی۔ دور حاضر میں قومی مفاد اور فوجی مفاد کا ایک ہی مفہوم سمجھا جاتا ہے۔ ملک ابھی قائم بھی نہیں ہوا تھا کہ فوجی دستوں نے کشمیر کا محاذ کھول دیا اور اسلحے کے علاوہ بہت سا قومی سرمایہ بھی اس دلدل میں ضائع ہوا۔

ملک کے پہلے بجٹ میں فوجی اخراجات کو تمام تر اخراجات میں سے ستر فی صد حصہ ملا۔ مارچ ۱۹۵۱ء میں وزیر خزانہ غلام محمد نے بجٹ پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ دفاعی اخراجات ہمارے ملک کے رقبے اور استعداد کے لحاظ سے بہت زیادہ ہیں۔ بعد ازاں بھارت سے لڑنے کیلیے فوج نے امریکہ کے آگے کشکول لہرایا اور ۶۵ء کی جنگ تک خوب ڈالر کمائے۔ اس کے بعد کبھی چین، تو کبھی روس اور آخر کار عرب ممالک نے ہماری بہادر افواج کی سرپرستی کا ٹھیکہ اٹھایا۔

ستم یہ ہے کہ فوج ملکی خزانے کا ایک بڑا حصہ ہڑپ بھی کر لیتی ہے اور اس لوٹ مار کے خلاف تنقید بھی برداشت نہیں کرتی۔ اردو اخبارات سے تو خیر کیا شکوہ کرنا، انگریزی اخبارات بھی ان معاملات میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں، کہ آخر اپنی جان تو سب کو پیاری ہوتی ہے۔ ڈاکٹر عائشہ صدیقہ نے ۲۰۰۷ء میں فوجی اداروں کو ایک کاروبار کا نام دیا تھا کہ جس طرح فوج اپنے معاشی مفادات کا خیال رکھتی ہے، اس طرح کے اقدام سرکاری ادارے نہیں بلکہ کاروبار والے اٹھاتے ہیں۔

ڈاکٹر عائشہ کی کتاب تو اب پاکستان میں دستیاب نہیں لیکن اس کے خلاف بازگشت ابھی تک فوجی رسائل میں موجود ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کے بعد فوج نے اپنے اعمال سے توبہ کرنے کی بجائے کام جاری رکھا۔ پاکستان کی بری، بحری اور فضائی افواج کے کاروبار پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں۔

سنہ ۲۰۰۱ء میں مشرف نے فوجیوں کی پنشن کو فوجی بجٹ کی بجائے سویلین بجٹ میں شمار کرنے کی ہدایت کی۔ سال ۲۰۱۰ء میں تیس لاکھ سابقہ فوجی ملازموں کی پنشن کی مد میں چھہتر (۷۶) ارب روپے مختص کیے گئے۔ اس کے علاوہ فوج ترقیاتی کاموں کے لیے مختص شدہ فنڈ سے بھی پیسے حاصل کرتی ہے۔ ہمارے سالانہ بجٹ کا بیشتر حصہ بیرونی قرض ادا کرنے پر صرف ہوتا ہے اور یہ قرض بھی دراصل فوجی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ہی تو لیا جاتا رہا ہے۔

فروری ۲۰۱۴ء کے مہینے میں لاہور ہائی کورٹ نے فوج سے پوچھا کہ فورٹریس سٹیڈیم کے علاقے میں تعمیر کیا جانے والا شاپنگ سینٹر قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے یا نہیں، کیونکہ یہ زمین وفاقی حکومت کی طرف سے فوج کو دفاعی ضروریات یا عمارات بنانے کے لیے دی گئی تھی لیکن فوج نے اس زمین کو نجی کمپنی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ فوج کی جانب سے جواب داخل کروایا گیا کہ وہ زمین ابھی تک 'دفاعی اور عسکری ضروریات' کے ضمن میں استعمال کی جا رہی ہے۔ شاپنگ سینٹر کے ذریعے کون کون سے دفاعی مقاصد پورے کیے جا سکتے ہیں، اس امر پر نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی میں تحقیق جاری ہے۔

پاک بحریہ نے ۱۹۹۵ء میں کیپٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی (CDA) سے اپنے افسران کی رہائش گاہیں قائم کرنے کے لیے اونے پونے داموں زمین حاصل کی۔ اب اس زمین پر قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نیول ہاؤسنگ سوسائٹی تعمیر کی جا چکی ہے جہاں پلاٹ عام شہریوں کو مہنگے داموں بیچے جا چکے ہیں۔ پاکستانی سمندروں کی محافظ بحریہ کے اس اقدام کے باعث سرکاری خزانے کو کئی کروڑ روپے کا نقصان پہنچا ہے۔ اسلام آباد میں موجود نیول ہیڈ کوارٹر براہ راست شاپنگ پلازے چلا رہا ہے لیکن کم از کم ہمارے سمندر تو دشمن کی یلغار سے محفوظ ہیں۔

اکتوبر ۲۰۱۴ء میں آڈیٹر جنرل پاکستان نے انکشاف کیا کہ پچھلے مالی سال میں پاکستان کے خزانے کو فوجی اداروں کی کرتوت کے باعث ایک سو تہتر (۱۷۳) ارب روپے کا نقصان پہنچا۔ موازنے کی رو سے اتنی رقم میں پاکستان کے ہر بڑے شہر میں میٹرو بس بنائی جا سکتی ہے۔

پچھلے ۲۰ سال میں قومی اسمبلی کی پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نے فوجی اداروں کی مالی بے ضابطگیوں پر تین ہزار سے زائد نوٹس جاری کیے جن میں سے صرف ۱۵۰ کا جواب میسر آیا۔ آڈیٹر جنرل نے پاک فضائیہ کی کراچی میں واقع فیصل بیس کے سربراہ سے درخواست کی کہ سرکاری جہازوں C-130 پر فوجی اداروں کے کارکنان اور ان کے خاندانوں کو سوار کر کے ہر ہفتے اسلام آباد لے جانے کا سلسلہ بند کیا جائے کیونکہ اس وجہ سے رواں سال قومی خزانے کو چوالیس (۴۴) کروڑ روپے کا نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اسی ضمن میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ فوجی تعمیراتی ادارے FWO کو نجی تعمیراتی اداروں کے برعکس ٹیکس چھوٹ حاصل ہے۔

کراچی کے علاقے قیوم آباد میں ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کے ملازم مقامی لوگوں کو وہاں موجود قدیم قبرستان میں مردے دفن کرنے سے روک رہے ہیں کیونکہ اس جگہ کو ہتھیانے کا منصوبہ بنایا جا چکا ہے۔ کراچی ہی کے علاقے غازی کریک میں ڈیفنس فیز سیون (۷) اور ایٹ (۸) سے ملحقہ علاقہ پر قبضہ جاری ہے اور اگر یہ منصوبہ جاری رہے تو

اس کریک کے ارد گرد ۴۹۰ ایکڑ رقبے پر پھیلے چمرنگ (MANGROVES) کا صفایا ہو جائے گا۔ لاہور میں واقع ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی اب گوجرانوالہ، ملتان اور بہاولپور میں اپنی شاخیں قائم کر رہی ہے۔

سابق فوجی سربراہ جنرل کیانی کا بھائی پراپرٹی کے کاروبار میں ملوث تھا اور آئی ایس آئی کے سربراہ (جنرل رضوان اختر) کے بھائی کا پی آئی اے میں کروڑوں روپے ماہانہ کی تنخواہ پر تقرر کیا گیا ہے۔ برطانوی راج کے دور میں سرکار فوجیوں میں زمین بانٹتی تھی تاکہ ان کی اور ان کے خاندانوں کی وفاداری حاصل کی جائے۔ سامراجی دور میں قانون بنا کہ حکومت ملک کے کسی بھی علاقے کو 'قومی مفاد' کے نام پر شہریوں سے خالی کرا سکتی ہے۔ یہ قانون ابھی تک ہمارے ملک میں رائج ہے۔

پرویز مشرف کے دور میں فوج کو براہِ راست حکومت کرنے کی وجہ سے شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ اب فوج براہِ راست حکومت میں آنے سے کتراتی ہے۔ مگر اپنے مفادات پر آنچ نہیں آنے دیتی اور حکومتوں کو ڈرانے کے لیے عمران خان اور طاہر القادری جیسے تماشے لگائے رکھتی ہے۔ زرداری کے دور میں دفاعِ پاکستان کونسل ہوا کرتی تھی (اب بھی اس کے غبارے میں بوقت ضرورت ہوا بھری جاتی ہے)۔

ایوب خان کے دور میں فوجی افسران کو زمین بانٹنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ پہلے پہل اس ضمن میں سرحدی علاقوں کے قریب زمین حاضر سروس یا ریٹائر فوجی اہلکاروں کے نام لگائی جاتی تھی تاکہ بھارت کی جانب سے جارحیت کی شکل میں ابتدائی مدافعت کی جا سکے۔ اس دور میں ایک مارشل لا حکم کے تحت سرکاری ملازمین پر ایک سو ایکڑ سے زیادہ زمین رکھنے پر پابندی عائد کر دی گئی البتہ فوج کے ملازمین پر یہ حکم لاگو نہیں تھا۔

لیہّ کے علاقے چوبارہ میں بیس ہزار ایکڑ زمین، ایک سو چھیالیس (۱۴۶) روپے فی ایکڑ کے حساب سے فوجی ملازمین کو ۱۹۸۲ء میں عطا کی گئی۔

اسی تحصیل کے علاقے رکھ جدید میں چالیس ہزار ایکڑ زمین ملتے جلتے داموں کے عوض ۲۰۰۷ء میں فوجی ملازمین کے نام کی گئی۔

پنجاب ریونیو بورڈ کی دستاویزات کے مطابق ۱۹۹۰ء سے ۲۰۱۰ء کے دوران میں صوبے کے تین اضلاع (اوکاڑہ، بہاولپور اور خانیوال) میں ایک لاکھ ایکڑ زمین فوج کے حوالے کی گئی۔

راجن پور میں فرید ایئر بیس سے ملحقہ ۳۳۵ ایکڑ زمین پاک فضائیہ نے ہتھیا رکھی ہے اور اس زمین پر استعمال کیا جانے والا پانی فتح پور نہر سے چرایا جاتا ہے۔

پنجاب حکومت نے سنہ ۱۹۱۳ء میں نو مختلف اضلاع (ملتان، خانیوال، جھنگ، سرگودھا، پاک پتن، ساہیوال، وہاڑی، فیصل آباد اور لاہور) میں اڑسٹھ (۶۸) ہزار ایکڑ رقبہ مختلف سرکاری محکموں کو کرائے پر دیا جس میں سے چالیس فیصد رقبہ فوج کے پاس تھا۔ سنہ ۱۹۴۳ء کے بعد سے پنجاب حکومت کو اس زمین کی مد میں ایک پیسہ بھی کرایہ نہیں ملا۔

پاکستان ریلوے سے فوج کی یاد اللہ پرانی ہے۔ سنہ ۱۹۷۸ء میں کراچی بندرگاہ پر فوج کو مقامی انتظامیہ کی مدد کے لیے تعینات کیا گیا لیکن کچھ ماہ بعد یہ بندوبست ختم ہو گیا۔ اس دوران میں فوج نے نیشنل لاجسٹک سیل (NLC) کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد سے ملک میں سامان کی ترسیل کا کام ریلوے کی بجائے فوج کے ادارے نے شروع کر دیا اور بہت جلد ریلوے کا دیوالیہ نکل گیا۔ صرف مالیاتی سطح پر ہی نہیں، فوجی اداروں نے ریلوے کی کئی ہزار ایکڑ زمین بھی ہتھیا لی، جس میں سے ۱۰۰۰۰ ایکڑ پاک فوج جب کہ ۱۵۰۰ ایکڑ زمین رینجرز سے سپریم کورٹ کے حکم کے بعد واپس لی گئی۔ البتہ اب بھی کم از کم ۱۲۰۰۰ ایکڑ زمین ان اداروں کے قبضے میں ہے۔

> **فوج ملکی خزانے کا ایک بڑا حصہ ہڑپ بھی کر لیتی ہے اور اس لوٹ مار کے خلاف تنقید بھی برداشت نہیں کرتی۔ اردو اخبارات سے تو خیر کیا شکوہ کرنا، انگریزی اخبارات بھی ان معاملات میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں، کہ آخر اپنی جان تو سب کو پیاری ہوتی ہے۔**

کچھ عرصہ قبل NLC نے ریلوے کی نجکاری کے لیے مہم شروع کی اور اس سلسلے میں کوریا سے کچھ سامان بھی منگوا لیا لیکن ریلوے ملازمین کی مزاحمت کے باعث ابھی تک یہ سلسلہ شروع نہیں ہو سکا۔ سنہ ۲۰۱۲ء میں قومی اسمبلی کی خصوص کمیٹی نے لاہور میں ریلوے کی ۱۴۰ ایکڑ زمین پر غیر قانونی طور پر قائم شدہ گالف کلب کے مسئلے میں تین جرنیلوں کو مورد الزام ٹھہرایا۔ کمیٹی کی تحقیقات کے مطابق اس عمل سے ملکی خزانے کو ۲۵ ارب روپے کا نقصان پہنچا۔

فوج کے ماتحت ایک ادارہ رینجرز نام کا بھی ہے جس کی بے ضابطگیاں اور کرپشن کی داستانیں عوام تک بہت کم پہنچتی ہیں۔ رینجرز کی بنیادی ذمہ داری پاکستان اور بھارت کے مابین عالمی سرحد کی نگرانی کرنا ہے۔ تحصیل سیالکوٹ میں کسی کسان یا زمیندار کو نالوں کے کناروں سے مٹی چاہئے تو ہر ٹرالی پر سو روپیہ 'کرایہ' رینجرز کو دینا ہوتا ہے۔ شیخوپورہ میں رینجرز اہلکار مٹی کی ایک ٹرالی چار سو روپے کے عوض بیچتے ہیں۔ بہاول نگر، شیخوپورہ اور سیالکوٹ میں شکار کے لیے رینجرز کی گاڑیاں استعمال ہوتی ہیں اور شکار پارٹیوں کا بندوبست بھی رینجرز اہلکار کرتے ہیں۔ شکر گڑھ میں رینجرز اہل کار ایک شادی ہال چلا رہے ہیں۔ رحیم یار خان میں ان شہزادوں نے شاپنگ مال (جس کا نام روہی مارٹ ہے) کھول رکھا ہے۔

بہاول نگر اور بہت سے سرحدی علاقوں میں رینجرز کئی سال تک پیپسی جیسا ایک مشروب بیچتے رہے اور کچھ عرصہ قبل اس کے خلاف کارروائی ہوئی۔ بدین اور ٹھٹھہ کے مچھیروں پر

رینجرز نے اپنی مرضی کے ٹھیکے دار مسلط کرنے کی کوشش کی جس کے خلاف مقامی آبادی میں احتجاجی تحریک کا آغاز ہوا۔ کراچی شہر میں رینجرز نے جو گل کھلائے ہیں وہ محتاجِ بیان نہیں! پٹرول پمپ، کیٹرنگ، بلاک میکنگ، شادی ہال جیسے کاروباروں میں ان کا ڈنکا بولتا ہے جب کہ پراپرٹی کا بزنس تو ہے ہی اِن کے لیے!

ظلم کی انتہا ہے کہ فوجی اہل کار اور ان کے خاندان تو چھٹیاں بھی سرکاری خرچ پر فوج کے میس اور گیسٹ ہاؤسوں میں گزارتے ہیں اور ریٹائر شدہ فوجیوں کی تنخواہ سویلین بجٹ سے کٹتی ہے۔ تیرے دیوانے جائیں تو کدھر جائیں؟ فوجی اہلکاروں سے پوچھا جائے تو فوری طور پر قومی مفاد کی لال جھنڈی لہرانا شروع ہو جاتے ہیں، کیونکہ آخرکار قوم کا مفاد فوج کے مفاد میں ہی تو پنہاں ہے۔ پاکستان کی ٦٠ فی صد آبادی شدید غربت میں زندگی گزار رہی ہے، ٨٠ فی صد آبادی کو صاف پانی میسر نہیں، کروڑوں بچے تعلیم کی نعمت سے محروم ہیں، پبلک ٹرانسپورٹ نامی کوئی چیز ہمارے ہاں موجود نہیں لیکن فوج کے پاس اعلیٰ ترین ہتھیار تو ہیں، ایٹم بم تو ہے، میزائل تو موجود ہیں، تنخواہ تو مل رہی ہے۔ استاد دامن نے یونہی تو نہیں کہا کہ

پاکستان وچ موجاں ای موجاں

جدھر ویکھو فوجاں ای فوجاں

کچھ دوستوں کو اعتراض ہے کہ سیاست دان فوج سے زیادہ کرپٹ ہیں اور یہ کہ دیگر ممالک جیسے امریکہ یا برطانیہ یا چین میں بھی فوج کے اخراجات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ لیکن عرض ہے کہ امریکہ یا برطانیہ یا چین میں افواج سیاست دانوں کی کنپٹیوں پر ہمہ وقت بندوق تانے موجود نہیں ہوتیں اور نہ ہی وہاں جرنیل ریٹائر ہونے کے بعد ملکی مفاد کے مامے بن کر سرعت سے ٹی وی سکرینوں پر نمودار ہوتے ہیں۔ چین یا امریکہ کے جرنیلوں نے پچھلے ٧٠ سالوں میں اپنی حکومتوں کے خلاف گیارہ تختہ الٹنے کی سازشوں میں حصہ نہیں لیا اور اگر وہاں فوج کے اخراجات پر خرچ ہوتا ہے تو ان ممالک کی معیشت اس قابل ہے۔ ہماری معیشت کے بارے میں مثل مشہور ہے کہ گنجی کیا نہائے گی اور کیا نچوڑے گی۔

رہی بات کرپشن کی تو سیاست دانوں کو تو سنہ ٥٨ء سے کرپشن کے الزامات میں ملوث کر کے سیاست سے دور کرنے کی کوششیں کی جاتی رہی ہیں، آج تک کوئی حاضر سروس تو کیا، ریٹائر جرنیل بھی کرپشن کے الزام میں جیل گیا ہے؟ مہران بنک سکینڈل میں عدالت اپنا فیصلہ سنا چکی ہے، کیا ان ریٹائر جرنیلوں کو جیل بھیجا جا سکتا ہے؟ ایف سی کے سربراہ کو عدالت نے طلب کیا تھا تو عارضۂ دل کا بہانہ بنا کر رخصت لے لی گئی تھی، ان کے خلاف انصاف اسلام آباد کے محلہ کنٹینر پورہ میں کیوں نہیں مانگا جاتا؟ تبدیلی کے متوالے سیاسی کرپشن کے ہی درپے کیوں ہیں؟ فوج کی بے پناہ کرپشن کے بارے میں تحریک انصاف کے کسی محلے لیول کے کارکن کی جانب سے بھی کبھی بیان جاری نہیں ہوا۔

بقیہ: اللہ کی نصرت پر یقین

''مومن کی مثال گندم کے خوشے کی طرح ہے جو کبھی بلند ہوتا ہے اور کبھی جھک جاتا ہے''۔

اس میں اہم چیز یہ ہے کہ مومنین سربلند ضرور ہوں گے کیونکہ یہ ایک تکوینی سنت ہے۔ اگر اسباب میسر ہوئے تو یہ دن یقیناً آئے گا۔ امتوں کے متعلق ہمیشہ سے اللہ کی یہی سنت رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے کہ:

''میرے سامنے پیغمبروں کی امتیں لائی گئیں ان میں بعض پیغمبر ایسے تھے کہ ان کی امت کے لوگ دس سے بھی کم تھے اور بعض کے ساتھ ایک یا دو آدمی تھے، اور بعض کے ساتھ ایک بھی نہ تھا''۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دعوت پھر بھی جاری رہی اور ہمیشہ جاری رہے گی چاہے اس میں بعض اوقات کمزوری ہی کیوں نہ آ جائے۔ اس کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کو اس بات پر قابلِ گرفت نہیں سمجھا جائے گا کہ ان کی تمام جدوجہد کے باوجود کوئی ایک انسان بھی ہدایت تک نہیں پہنچا۔ اسی طرح سے مجاہد سے بھی یہ سوال نہیں پوچھا جائے گا کہ اپنی تمام کوشش کے باوجود اسے فتح کیوں نہ حاصل ہوئی۔ بلکہ قابلِ مذمت بات تو یہ ہے کہ اسباب سے فائدہ نہ اٹھایا جائے اور اللہ کی راہ میں صلاحیت لگانے میں بخل کیا جائے۔

اسی لیے جب شہدا کو اس بات کا خدشہ ہوا کہ ان کے پیچھے رہ جانے والے ساتھیوں میں یقین کی کمی آ جائے گی یا وہ جہاد کے ثمرات سے مایوس ہو جائیں گے تو انہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے عرض کیا:

''کون ہمارے بھائیوں تک یہ بات پہنچائے گا کہ ہم یہاں جنت میں زندہ ہیں، ہمیں یہاں رزق دیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ جہاد سے جی نہ چرائیں اور نہ ہی جنگ میں پیٹھ پھیریں''۔

تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

''میں یہ بات پہنچاؤں گا''۔

پس لازماً رات کٹ جائے گی اور تاریکی کے بادل چھٹ جائیں گے۔ لوگوں کے لیے نفع آور چیزیں زمیں پر باقی رہیں گی اور اللہ کا فیصلہ پورا ہو کر رہے گا کہ آخر کامیابی اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہی ہے۔

☆☆☆☆☆

''وقاری'' پلی بارگین کی ایک واردات کے احوال

مصطفیٰ احمد غوری

گزشتہ دنوں قومی احتساب بیورو(نیب) نے بلوچستان کے سابق وزیر مشتاق رئیسانی سے 'پلی بارگین' کرتے ہوئے ۲ارب روپے وصول کیے اور مشتاق رئیسانی کو کرپشن کیسز میں رعایت دینے کا اعلان کیا۔ مشتاق رئیسانی پر چالیس ارب روپے کی کرپشن کے الزامات ہیں۔ اس موقع پر ضروری خیال ہوا کہ سیاست دانوں کی بدعنوانیوں اور چور بازاریوں کا شور اٹھا ہوا ہے تو کیوں نہ 'خاکی ڈاکوؤں' میں سے بھی ایک آدھ کا ذکر کیا جائے۔ تاکہ واضح ہو سکے کہ جس طرح سیاست دان عوام کو لوٹنے والے ہیں، اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ''مقدس سانڈ'' ہے جو کہ پاکستانی عوام کو نوچ نوچ کر کھا رہا ہے۔

'پلی بارگین' پر آوازیں اٹھائی جا رہی ہیں، کیا کوئی ایسا بھی ہے جو ''وقار'' کی کرتوتوں اور وارداتوں پر بھی نظر ڈالے اور جرنیلوں نے 'پلی بارگین' کی روایت کو مضبوط کرنے میں کتنا حصہ ڈالا ہے، اس پر بھی غور کرے؟!

ایڈمرل منصور الحق پاکستان نیوی کا سربراہ تھا، یہ ۱۰ نومبر ۱۹۹۴ء سے یکم مئی ۱۹۹۷ء تک نیول چیف رہا، منصور الحق پر ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً ۳۰۰ارب روپے کی کرپشن کا الزام لگا۔ میاں نواز شریف نے یکم مئی ۱۹۹۷ء کو اسے نوکری سے برخاست کر دیا اور اس کے خلاف تحقیقات شروع کرا دیں جب کہ منصور الحق ۱۹۹۸ء میں ملک سے فرار ہو گیا اور یہ امریکی ریاست ٹیکساس کے شہر آسٹن میں پناہ گزین ہوا۔ ملک میں اس کے خلاف مقدمات چلتے رہے۔ جنرل پرویز مشرف نے جب ''نیب'' بنائی تو یہ مقدمات نیب میں منتقل ہو گئے اور اتفاق سے اسی دوران امریکہ میں اینٹی کرپشن قوانین پاس ہو گئے۔ ان قوانین کے مطابق دنیا کے کسی بھی ملک کا کوئی سیاست دان، بیوروکریٹ یا کوئی تاجر کرپشن کے بعد فرار ہو کر امریکہ آئے گا تو اسے پناہ ملے گی اور نہ ہی رہائشی سہولتیں بلکہ یہ کرپٹ شخص امریکہ میں گرفتار بھی ہو گا اور امریکی حکومت اس کے خلاف مقدمہ بھی چلائے گی، نیب نے اس قانون کی روشنی میں امریکی حکومت کو خط لکھا اور امریکہ نے ۱۷ اپریل ۲۰۰۱ء کو منصور الحق کو آسٹن سے گرفتار کر کے اسے جیل میں بند کیا اور اس کے خلاف مقدمہ شروع کر دیا گیا ۔

منصور الحق کو جیل میں عام قیدیوں کے ساتھ رکھا گیا تھا جہاں اسے قیدیوں کا لباس پہنایا گیا، قیدیوں کے لیے مخصوص سلیپر دیے گئے، عام چھوٹی سی بیرک میں رکھا گیا، عام مجرموں جیسا کھانا دیا گیا اور اسے ہتھکڑی پہنا کر عدالت لایا جاتا' یہ سلوک نازوں کا پلا ہوا منصور الحق برداشت نہ کر سکا اور اُس نے امریکی حکومت کو لکھ کر دے دیا کہ ''مجھے پاکستان کے حوالے کر دیا جائے جہاں میں اپنے ملک میں مقدمات کا سامنا کروں گا''۔ امریکی جج نے یہ درخواست منظور کر لی۔ یوں منصور الحق کو ہتھکڑی لگا کر جہاز میں سوار کر دیا گیا نیز سفر کے دوران بھی اس کے ہاتھ بھی سیٹ سے بندھے ہوئے تھے مگر جوں ہی یہ جہاز پاکستانی حدود میں داخل ہوا تو نہ صرف منصور الحق کے ہاتھ بھی کھول دیے گئے بلکہ اُسے وی آئی پی لاؤنج کے ذریعے ائیر پورٹ سے باہر لایا گیا اور نیوی کی شان دار گاڑی میں بٹھایا گیا۔ پولیس، ایف آئی اے اور نیب کے افسروں نے اسے سیلوٹ بھی کیا، پھر یہ سہالہ لایا گیا جہاں سہالہ کے ریسٹ ہاؤس کو سب جیل قرار دیا گیا اور منصور الحق کو اس ''جیل'' میں ''قید'' کر دیا گیا۔

منصور الحق کو ''جیل'' میں نہ صرف اے سی کی سہولت بھی تھی بلکہ اسے خانساماں بھی دیا گیا، بیگم صاحبہ اور دوسرے اہل خانہ کو ملاقات کی اجازت بھی تھی اور منصور الحق لان میں چہل قدمی بھی کر سکتا تھا، یہ نیب اور ایف آئی اے کے دفتر نہیں جاتا تھا بلکہ تفتیشی ٹیمیں اس سے تفتیش کے لیے ریسٹ ہاؤس آتی تھیں، یہ عدالت بھی نہیں لے جایا جاتا تھا، عدالت چل کر اس کے ریسٹ ہاؤس آتی تھی اور اس کے وکیل کی صفائی سنتی تھی، منصور الحق نے کرپشن کی دولت کا ۲۵ فی صد سرکار کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا' صدر مشرف نے اس کی ''پلی بارگیننگ'' منظور کر لی اور یوں منصور الحق کو بقیہ ۷۵ فی صد کرپشن کے ساتھ رہا کر دیا گیا، ان اثاثوں میں ۱۴ انتہائی مہنگے پلاٹس بھی شامل تھے۔ ایڈمرل منصور الحق اس کے بعد اپنے گھر شفٹ ہو گیا اور یہ آج تک مزے سے زندگی گزار رہا ہے، یہ گالف بھی کھیلتا ہیں، برج بھی، شادیوں اور دیگر تقریبات میں بھی شریک ہوتا ہے اور اسے سابق نیول چیف کا مکمل پروٹوکول بھی ملتا ہے۔

آپ ذرا تصور کیجیے کہ ہمارا مجرم جب تک امریکہ میں تھا تو یہ وہاں زندگی کے مشکل ترین دن گزار رہا تھا لیکن یہ جوں ہی انصاف کی سرزمین پر اترا' اس کے لیے زندگی آسان ہو گئی، یہ جیل، تفتیشی ٹیم اور جج تک اپنی مرضی سے تعینات کروانے لگا اور یہ آج تک نہ صرف آزاد گھوم رہا ہے بلکہ زندگی کی تمام سہولتوں سے بھی لطف اندوز ہو رہا ہے۔ کیا منصور الحق کو یہ سہولیات، یہ پروٹوکول کسی دوسرے ملک میں مل سکتا تھا؟ نہیں ہرگز نہیں! اور یہ وہ سہولت ہے جو منصور الحق جیسے لوگوں کو یورپ، امریکہ اور مشرق بعید کی جنتوں سے مسائل کی سرزمین پاکستان پر واپس لے آتی ہے کیونکہ یہ لوگ دنیا کے کسی بھی خطے میں ہرگز یہ سہولتیں حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو...

اسامہ سعید

اطلاعات ہیں کہ امریکی کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی نے پاکستان کے متعلق سال ۲۰۱۶ء کی رپورٹ شائع کی ہے جس میں اعتراضات اٹھائے گئے ہیں کہ

''اسلامی عقیدہ کو پاکستان کے تعلیمی نصاب میں اس خصوصیت کے ساتھ کیوں بیان کیا جاتا ہے؟اسلام کو پاکستان کی شناخت کے طور پر کیوں پیش کیا جاتا ہے؟ محمود غزنوی اور محمد بن قاسم کے ہندوستان پر حملوں کو فخریہ بنا کر کیوں شامل کیا گیا ہے؟اس کے برعکس ثقافت و فنون لطیفہ (یعنی موسیقی و رقص و سرور) کے متعلق غفلت برتی گئی ہے''۔

نیز نصاب تعلیم کے لیے تجاویز میں یہ بھی شامل ہے کہ

''اسلام کو بطور واحد صحیح مذہب (یعنی 'الدین' اور 'الحق') بتانا اس کو بھی ختم ہونا چاہیے! نصاب میں غیر مسلم اقلیتوں کی ممتاز شخصیتوں کے متعلق بھی مواد ہونا چاہیے تاکہ مذہبی رواداری فروغ پاسکے''۔

البتہ رپورٹ میں وضاحت کی گئی ہے کہ کمیشن کی ۲۰۱۱ء کی رپورٹ میں جو اعتراضات اٹھائے گئے تھے،اُن سے متعلقہ مواد پاکستان کے تعلیمی نصاب سے ہٹا دیا گیا ہے جب کہ کچھ ہٹانا باقی ہے۔رپورٹ کی تیاری میں معاونت کرنے والی مقامی سہولت کار این جی او 'پیس اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن' کی ویب سائٹ کے مطالعے سے ان کے مستقبل کے منصوبوں سے بھی پردہ اٹھتا ہے۔

این جی او کی آفیشل ویب سایٹ کے مطابق تنظیم کے اغراض و مقاصد میں مدرسوں اور سکولوں کے نصاب میں مناسب تبدیلیاں کروانا ہے جس میں سرفہرست ہے اور اقلیتوں کے متعلق برداشت کے رجحان کو پروان چڑھایا جانا ہے۔یہ تنظیم چھ ہفتوں پر مشتمل ۲۵ ٹریننگ ورکشاپس کا انعقاد اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد، بہاؤالدین زکریا یونی ورسٹی، مالاکنڈ، ہری پور، کوہاٹ اور پشاور میں کروا چکی ہے جب کہ سکولوں میں مذہبی تعلیم سے منسلک اساتذہ کے تربیتی پروگرام کے تحت ۱۸۴۳ اساتذہ کی تربیت کر چکی ہے جن میں ۴۱ خواتین ہیں۔

تنظیم ۲۰۰۹ء سے اب تک ۲۰۵ مساجد کے پیش امام حضرات کی بھی تربیت کر چکی ہے اور ۲۵۲ ممتاز سماجی شخصیات کی بطور faith leader تربیت کی گئی ہے۔اس این جی او نے مدرسہ سکولوں کے لیے ایک ٹیکسٹ بک بھی تیار کی ہے جس کی ۴ ہزار کاپیاں اساتذہ اور مدرسوں میں تقسیم کی جا چکی ہیں۔۸۶۷ مدرسہ سکولوں کے اساتذہ کی بھی تربیت کی گئی ہے۔طلبہ میں تنقیدی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا بھی تنظیم کے اہم مقاصد میں شامل ہے۔

حیرت ہے جو تعلیمی نظام ہود بائی، جاوید احمد غامدی، حسن نثار اور عامر لیاقت جیسے فلاسفر اور دانش ور کامیابی سے پیدا کر رہا، جن کی سوچ، فکر اور تنقید کے نشتر اسلام کے ہر ہر رکن اور عقائد کی ہر ہر جز پر برستے ہیں تو ان حالات میں بھی ان رہزنوں اور ایمان کے لٹیروں کی دلی تسکین نہیں ہوتی اور ان دہریوں کی پیداوار بڑھانے کے لیے نت نئے منصوبے تراش رہے ہیں۔

پاکستان کے تعلیمی نظام کی پیچیدگیوں اور باریکیوں میں غوطہ زن اس مقامی سہولت کار این جی او کی نظر سے تواتر سے منظر عام پر آنے والے چند سکینڈل نظروں سے اوجھل ہو گئے جن کا تعلق پاکستان کے تعلیمی نظام سے تھا یا شاید ان خبروں کو ستائشی اور اطمینان بخش اقدامات کے ضمن میں شامل کیا گیا ہوگا۔مثال کے طور پر علامہ اقبال یونیوسٹی کے میٹرک کے طلبہ سے پرچے میں سوال پوچھا گیا ہے کہ اپنی بڑی بہن کی شخصیت،اس کی عمر، قد اور رویہ کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھیں کہ اس کی جسامت اور 'لُکس'، یعنی دیکھنے میں کیسی لگتی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی نے یہ بے ہودہ سوال بنایا بھی تب بھی ایک پرچہ کئی دوسرے صاحبان کی نظر سے گزرا ہوگا لیکن کسی کو بھی تشویش محسوس نہیں ہوئی۔طلبہ و طالبات اور والدین کی جانب سے احتجاج بھی ہوا لیکن اس کے باوجود یونی ورسٹی انتظامیہ کی جانب سے کوئی رد عمل سامنے نہیں آیا۔

اس کے علاوہ بھی اگر آپ نصاب کی کتابوں کا باریک بینی سے جائزہ لیں تو بے تحاشا مواد ایسا نظر آئے گا جو میٹھے زہر کی مانند معصوم ذہنوں میں انڈیلا جا رہا ہے۔اس وقت آٹھویں جماعت کی انگریزی کی کتاب میرے ہاتھ میں ہے جس کے چند جملے ملاحظہ فرمائیں: ''اسلم اور روبینہ شادی سے پہلے دوست تھے اور ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے... میں نے پارٹی کو خوب انجوائے کیا... وہ اکثر latest ring tones شوق سے ڈاؤن لوڈ کرتا ہے''۔

مقصود اگر انگریزی زبان کی ترویج ہی ہے تو کیا ضروری ہے کہ واہیات جملوں کا انتخاب کیا جائے؟اس سال اپریل کے مہینے میں لاہور کی پرائیویٹ یونی ورسٹی کے طلبہ اور طالبات کا انوکھا احتجاجی مظاہرہ سامنے آیا تھا جس میں لڑکے لڑکیوں نے خواتین کے مخصوص ایام میں استعمال ہونے والے سینٹری پیڈز پر مختلف پیغامات لکھ کر یونی ورسٹی کی دیواروں پر چسپاں کیے۔طالبات نے اپنی قمیضوں پر سرخ دھبے بھی لگائے اور یہ پیغام دیا کہ حیض نہ ہی شرم کی بات ہے اور نہ ہی اس میں گندگی کا کوئی پہلو ہے۔

اسی قسم کی شرم ناک حرکت ہندوستان کی ایک یونی ورسٹی کے طلبہ و طالبات نے کچھ عرصہ قبل کی تھی جس پر انتظامیہ نے تادیبی کارروائی کی جب کہ پاکستانی میڈیا میں لاہور واقعے کی رپورٹنگ یوں کی گئی گویا اہم کارنامہ سرانجام دیا گیا ہو۔انتظامیہ یا حکومت کی جانب سے بھی اس شرم ناک حرکت پر نہ تو طلبہ و طالبات کے خلاف تادیبی کارروائی کی گئی نہ ہی کوئی رد عمل سامنے آیا۔

شہرِ حلب اور تاریخی مسجدِ اموی کو ماضی میں تاتاریوں نے اجاڑا اور ویران کیا،جب کہ عہدِ حاضر میں بشار قصائی،ایرانی روافض اور روسی ملحدین نے اپنی وحشت و درندگی میں تاتاریوں کو کہیں پیچھے چھوڑ دیا ہے …سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے شہر ’حلب کو رافضی شیاطین نے شرق و غرب کے صلیبی طواغیت کے ساتھ مل کر کھنڈرات میں تبدیل کردیا ہے… سقوطِ حلب کا غم ہر مسلمان کا غم ہے،لیکن نوحہ گری اور ماتم کرنے کی بجائے اس غم کو سینوں میں ، دلوں میں بسانے اور مسلسل سلگانے کی ضرورت ہے…یہ غم بھولنے والا نہیں ہے!امت کو لگنے والا تو کوئی بھی زخم اور غم بھولنے اور نظر انداز کرنے والا نہیں ہے!اِنہی زخموں سے دل بھریں رہیں اور یہی غم سینوں کو بے قرار رکھیں تو زخمی و مغموم دلوں سے اٹھنے والی ٹیسوں اور دعاؤں میں بھی اثر ہوگا اور امت مسلمہ سے اِنہی زخموں اور غموں کو دور کرنے کے لیے اپنی تمام عمر،صلاحیتوں اور وسائل کو کھپانے ،لٹانے اور وار دینے کا جذبہ اور داعیہ بھی پیدا ہوگا…یہی جذبہ و داعیہ اس وقت امت کی اہم ترین ضرورت ہے!سو ’’دانش دروں‘‘ کے تجزیوں ،’’عقل مندوں‘‘ کے مشوروں اور سود وزیاں سمجھانے والے ’’نابغوں‘‘ کے فلسفوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے اپنے خالق ومالک کے بتائے ہوئے سیدھے،صاف،سچے اور سُچے راستے پر چلیں، استقامت سے چلتے رہیں یہاں تک کہ دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی سے ہم کنار ہوجائیں!

أحبيني بعيداً عن بلاد القهر والكبت
بعيداً عن مدينتنا التي شبعت من الموت
حلب المحاصرة / آخر يوم 15-12-2016
مجھ سے دور رہتے ہوئے بھی محبت کرو
میں لشکروں اور حملوں کا شہر ہوں
میں وہ شہر ہوں جو موت سے سیر اب ہو چکا
تایید کرنے والوں کو پیغام!
تمہیں روسی قبضہ مبارک ہو!
للمؤيدين
هنيأً لكم
الأحتلال الروسي
ثوار حلب هم كرار
سنعود يا حلب
١٥-١٢-٢٠١٦
حلب کے انقلابی دوبارہ پلٹ کر حملہ کرنے والے ہیں
ہم عنقریب واپس لوٹنے والے ہیں اے حلب!
اے عمر بن خطاب رضی!
کیا آپ لوٹ کر نہیں آئیں گے؟
کہ آج فارس کے کتے ہم پر حکمرانی کر رہے ہیں۔
عمر ابن الخطاب
هل لك عودة فالكلاب
الفرس باتت تنهي وتأمر اليوم
؟
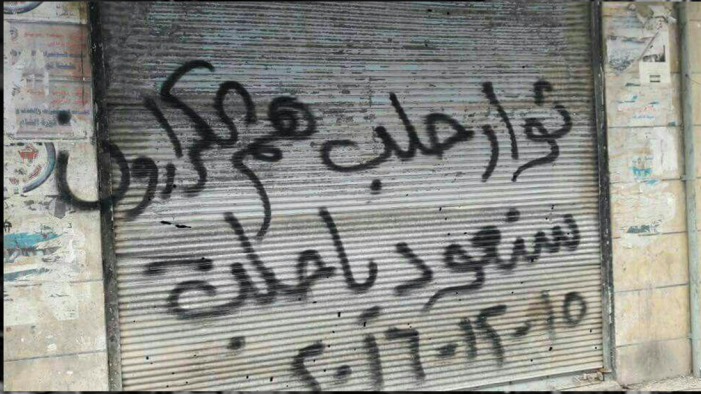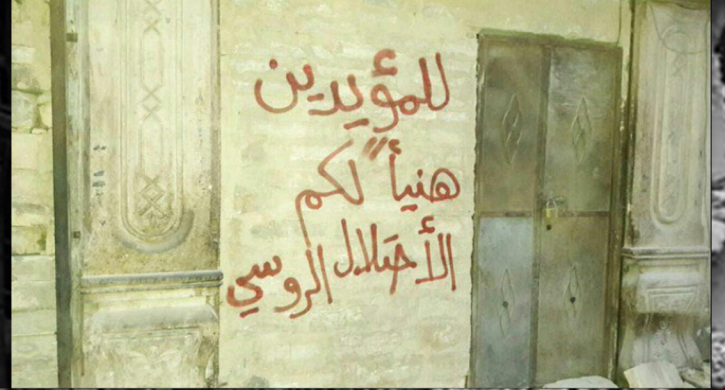
نوائے افغان جہاد
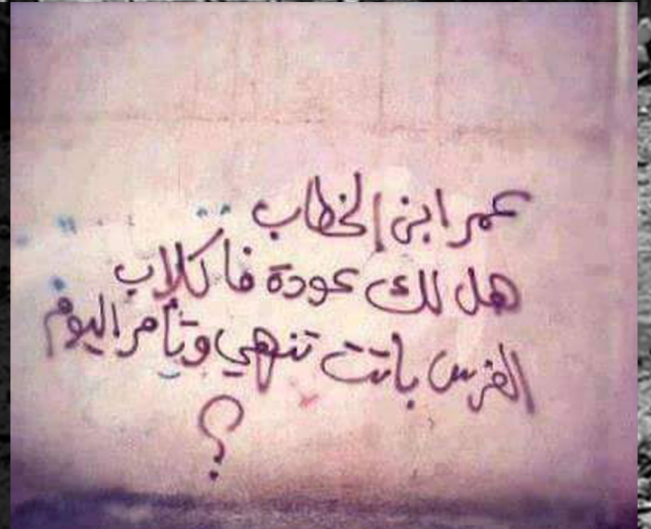
NAWAI AFGHAN JIHAD

ربیع الاول ۱۴۳۸ھ بمطابق دسمبر ۲۰۱۶ء

امارت اسلامیہ افغانستان

کے طول وعرض میں جارح افواج اور ان کے اتحادیوں کے نقصانات

- ہرات میں مرتدین کا ایک ہیلی کاپٹر گرا دیا گیا
- ننگرہار میں امریکی غاصبوں کا ڈرون طیارہ مار گرایا گیا

	صلیبي	مرتدین
ہلاکتیں	7	940
زخمي	5	586

امارت اسلامیہ

گاڑیاں	تباہ	قبضہ
M-1117	2	0
Humvee	146	0
Truck	3	2
Ranger Ford	74	3
TOYOTA	11	1
Motorcycle	6	11

مجاہدین اسلام ...... خدام المسلمین

امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے مسلمانوں کی سہولت کے لیے ہلمند میں ایک اہم پل کی تیاری پر کام شروع کر دیا ہے

مجاہدین طالبان کی جانب سے قندوز میں ۳ کلو میٹر طویل سڑک سمیت ایک پل پر کام زور و شور سے جاری ہے

وردک میں امارت اسلامیہ کی جانب سے صفائی اور مرمت کے کام پر مامور ایک ٹریکٹر

کراچی یونی ورسٹی میں ایک ایان علی، جو کرنسی سمگلنگ کیس میں ملوث ہونے کی وجہ سے کافی عرصہ اخبارات کی زینت بنی رہیں، کو مدعو کیے جانے اور طلبہ سے مخاطب ہونے کا معاملہ بھی نہ ہی یونی ورسٹی اور نہ ہی حکومت کے لیے تشویش کا باعث بنا اور تشویش ہوتی بھی کیسے کہ کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں انہی ماڈل گرلز کو بطور آئیڈیل پیش کیا جاتا ہے۔ کسی بھی پرائیویٹ یونی ورسٹی اور کالج کے داخلے کے اشتہارات دیکھیے، تصاویر کے ذریعے صاف پیغام ہوتا ہے کہ ہماری یونی ورسٹی کا ماحول کتنا آزادانہ اور بولڈ ہے۔

این جی او کی نظر سے سرگودھا سکول کا سکینڈل بھی اوجھل رہا۔ خبر کے مطابق بچوں کو گرمیوں کی تعطیلات میں اضافی کلاسز کے بہانے بلا کر اساتذہ کی جانب سے جنسی استحصال کا نشانہ بنایا گیا۔ کراچی کے میٹرک کے طالب علم اور طالبہ کے معاشقے اور پھر اکٹھے خودکشی کرنے کا واقعہ بھی اس این جی او کی توجہ حاصل نہ کر سکا۔

یہ واقعات ایسے نہیں ہیں کہ کسی بھی مہذب معاشرے میں نظر انداز کیے جا سکیں صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی دیکھنے کی ضرورت ہے کہ آیا تعلیمی نصاب میں تبدیلیوں کا مقصد پاکستانی معاشرے کے حقیقی مسائل ہیں یا صرف مغربی ایجنڈوں کی تکمیل مقصود ہے۔ کرپشن جس طرح سرکاری و نیم سرکاری اداروں میں نچلی سطح تک سرایت کر چکی ہے، جس نے غریب کے لیے دو وقت کی روٹی کا بندوبست کرنا مشکل بنا دیا ہے... کیا یہ اچھا نہیں ہوگا کہ سکولوں کے نصاب میں حلال حرام کی تمیز کے متعلق سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے واقعات شامل کیے جائیں۔

لیکن یہ مسئلہ نہ تو ان سیاست دانوں اور نام نہاد این جی اوز کی ترجیحات میں شامل ہے نہ ان کے مغربی آقاؤں کی! سکولوں کالجوں میں جس انداز سے طلبہ پر بوجھ لادا جاتا ہے اس میں یہ ممکن ہی نہیں رہتا کہ ان کی دینی اور اخلاقی تربیت کے لیے کچھ وقت میسر آ سکے۔ اس کے باوجود بھی دو تین فی صد کے علاوہ طلبہ کی اکثریت وائٹ کالر جاب کے لیے ذلیل و خوار ہوتی ہے۔

جس زور و شور سے مدرسوں میں عصری علوم کی تدریس پر زور ڈالا جاتا ہے اگر ان بھیڑیوں کی نیتیں واقعی درست ہیں تو کیا وجہ ہے کہ مفتی جمیل رحمۃ اللہ علیہ جو پورے ملک میں ایسے مدرسہ سکولوں کے نظام پر کام کر رہے تھے جہاں حفظ قرآن کے ساتھ میٹرک تک کی تعلیم کا انتظام تھا، ان کو شہید کیا گیا۔ مذاہب کے مابین مکالموں اور مباحث اور آزادئ اظہار کے داعی اپنے دعوؤں میں اگر واقعی سچے ہیں تو کیوں حق گو علما کو شہید کیا جاتا رہا ہے؟ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جس برداشت کی تلقین کا سبق مدرسوں اور تعلیمی نصاب میں شامل کیے جانے پر زور دیا جا رہا ہے۔ چہروں پر نقاب سجائے یہ غنڈے خود برداشت کی اس صفت سے محروم ہیں۔ جدید تہذیب کے دلدادہ ان غنڈوں نے کسی دوسرے ملک میں پرورش نہیں پائی بلکہ اکثر اسی تعلیمی نظام کی پیداوار ہیں۔

خیبر میڈیکل کالج کے ایک واقعے کو ہی لے لیجیے۔ کالج کی طالبہ کو نقاب کرنے کی وجہ سے کالج کے پروفیسر کی جانب سے تضحیک کا نشانہ بنایا گیا اور نقاب سے روکا گیا۔ روشن خیالی کی آڑ میں بے حیائی کے فروغ کے ساتھ ساتھ امریکہ کے ان مقامی ایجنٹوں کا مشن کوئی خاص ڈھکا چھپا نہیں۔

جنگ کے میدانوں میں مار کھانے کے بعد ان کی کوششوں کا محور اس نظریاتی جنگ کی طرف بھی ہے جس میں وہ دشمن کو میدان جنگ میں اترنے سے پہلے ہی زیر کر لینا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے ان کا پہلا حملہ نظریات اور عقائد پر ہے جیسا کہ شیخ انور العولقی رحمہ اللہ اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں:

> ''اگر ایک طرف ملا عمر کھڑا ہے تو دوسری طرف یہ ملا بریڈلی کو کھڑا کرنا چاہتے ہیں''۔

یہ چاہتے ہیں کہ کفر اور اسلام میں فرق باقی نہ رہے، الحاد و شرک کی دعوت میں کوئی روک ٹوک نہ ہو اور اگر ان کے اس کفر و الحاد کے سیلاب کے آگے کوئی بندہ مومن بند باندھنے کی کوشش کرے تو یہ ان کے نزدیک مذہبی منافرت قرار پائے گی، جس کی سرکوبی میں کوئی اصول کوئی قانون رکاوٹ نہیں بنے گا۔ یہ چاہتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی گستاخی کرے اور ان کا سبق پڑھے ہوئے مسلمان برداشت کا مظاہرہ کریں۔

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

> ''پیغمبر خدا کی توقیر و تعظیم اور ان کی نصرت و حمایت تمام امت پر فرض ہے، ان کی بے حرمتی دین الٰہی کی بے حرمتی ہے... (پس) ان (کفار) کی ظاہری قوت و شوکت اور مادی ساز و سامان سے خائف نہ ہو صرف اللہ سے ڈریں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت میں جان و مال جو کچھ بھی درکار ہو اس سے دریغ نہ کریں... (یہ تو) ہر امتی کا فرض ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی سنے تو فوراً اس کی جان لے لے یا اپنی جان دے دے''۔ (سیرۃ المصطفی جلد دوم باب سوم)

ایک نظر اس پر بھی کہ تعلیم اور اس کے ذیلی عنوانات کے ذریعے اذہان بدلنے کے جتن صرف پاکستان ہی میں نہیں کیے جا رہے بلکہ شیطانی قوتیں ہر مسلم خطے میں اس پروگرام پر عمل پیرا ہیں... حتیٰ کہ اُن خطوں میں بھی کفر و الحاد اپنا ''سافٹ امیج'' Create کرنے اور خود کو مسلمانوں کو ہمدرد و مسیحا کے طور پر پیش کرنے کے لیے سرگرم عمل ہے، جن خطوں کو ان طواغیت نے آتش و آہن اور بارود سے پھونک ڈالا ہے۔

العربیہ نیوز چینل کی ایک خبر ہے کہ روس میں آئندہ سال کے لیے ایک نیا کیلنڈر شائع کیا گیا ہے جسے ''From Syria with Love'' کا نام دیا گیا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۹۴ پر)

کوفت سے کیا فائدہ

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

حلب پر مرثیہ خوانی زور وشور سے ہوئی... کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ... وقتی طور پر جنگ بندی عمل میں آگئی۔ سردی سے ٹھٹھرے، عفونت زدہ زخموں کے مارے، خوراک کی شدید کمی کا شکار بے آسرا مسلمان ادلب کی طرف دھکیل دیے گئے... آسمان سے گرے کھجور میں اٹکے... ۲۰۰۱ء کے بعد دنیا بھر کے مسلمان مہاجر ہو کر رہ گئے۔ یا اپنے ہی ملکوں میں مہاجر... آئی ڈی پیز (IDPs) کی اصطلاح جو نہ ہندو سکھ عیسائی یہودی کے لیے ہے، نہ بدھ مت کے پیروکاروں کے لیے۔ یہ دنیا بھر میں صرف مسلمانوں کے حصے آنے والا اعزاز ہے۔ لاکھوں کی آبادیاں ان کے آبائی علاقوں سے نکال کر خیموں یا عارضی ٹین کی پناہ گاہوں میں پھینکی گئیں۔ جو گرمی میں جہنم زار اور سردی میں برف زار بن جائیں۔ یہ مناظر مسلسل مسلم دنیا کے ہیں باری باری۔

افغانستان سے شروع ہونے والی یہ کہانی ملکوں ملکوں بار بار تخلیق ہوئی۔ تاہم یہ تمام مسلمان ممالک تھے! فلسطین کا تو مقدر ۱۹۴۸ء سے یہ لکھا گیا تھا۔ پاکستان میں ۹/۱۱ کے بعد قبائلی علاقے میں افغانوں نے (مسلسل بیس لاکھ سے زائد ایک ایک وقت میں) رہتے بستے آباد گھروں سے نکل کر سالہا سال خیمہ بستیوں کی سختی کاٹی۔ دنیا بھر میں نام نہاد دہشت گردی سے نمٹنے کو یہ علاج ہو رہا ہے! نہتی آبادیوں پر بیرل بم، فاسفورس، آتش گیر مادے، کیمیائی ملے بولنے والے تو مسیحائی کر رہے ہیں۔ البتہ جو مارے جا رہے ہیں اندھا دھند ان کا نام انتہا پسند، دہشت گرد، جنونی، بنیاد پرست امن دشمن رکھ دیا گیا ہے۔

دیرالزور (شام) میں سکول پر فضائی حملے سے بچے (جو بچ نکلے) سڑکوں پر وحشت زدہ روتے ہوئے بھاگ رہے ہیں۔ ان کے ۱۰ ساتھی بچے شہید ہو چکے ہیں۔ مگر یہ حلب نہیں ہے۔ دنیا حلب کی جنگ بندی کا جشن منائے۔ دوسرے نشانے اپنی جگہ برقرار ہیں۔ ادلب بھی ہٹ لسٹ پر ہے... یعنی آگے چلیں گے دم لے کے۔

اسدی فوج میں (جس میں شامی بہت کم ہیں) دنیا بھر سے ایران کے زیر اہتمام لڑنے والے دوبارہ صف بندی میں مصروف ہیں۔ دنیا کیا کر رہی ہے؟ بہت کچھ! فنڈ ریزنگ... یعنی شامی جنگ زدہ بچوں کے غم میں کئی جگہ خصوصی ڈنر برائے چندہ ہو رہے ہیں۔ جس میں رنگا رنگ کھانے، اعلیٰ شراب، شہرت یافتہ ڈی جے... ایک زبردست رات شامی بچوں کے نام! دنیا بھر کے سیاست دان، تجزیہ نگار، صحافی، این جی اوز، شہرت کے دلدادہ شام پر اپنی اپنی ڈفلی، اپنا اپنا راگ لیے میڈیا پر دھیان بٹانے کو منڈلیاں جمائے، اظہار ہمدردی فرما رہے ہیں... کہ حرکت تیز تر ہے اور سفر آہستہ آہستہ۔ کیا اس سے شام کا مقدر بدل جائے گا؟ نہیں! رتی بھر فرق نہیں پڑا نہ پڑے گا۔

امریکہ نے اسی طرح عراق اجاڑ کر ایران کے حوالے کر دیا۔ افغانستان میں، پاکستان کی تمام تر محنت، پشت پناہی امریکہ نیٹو فوجوں کو فراہم ہونے کے باوجود لوہے کے چنے چبانے پڑے۔ سخت جان افغانوں نے مزاحمت جاری رکھی۔ البتہ مشرق وسطیٰ پورا جا بجا ادھیڑ کر رکھ دیا۔

اسرائیل نے غزہ میں ۲۰۰۸ء، ۲۰۰۹ء، ۲۰۱۲ء اور ۲۰۱۴ء میں نہتے فلسطینیوں پر جو قیامت برپا کی۔ وہی شام کے طول و عرض میں ۲۰۱۱ء میں تسلسل سے جاری ہے۔ یورپ امریکہ جس خطرے کا واویلا کر کے مسلم علاقے کھدیڑ رہے ہیں۔ صرف ان کی سکائی لائن (نظارۂ افق) کا موازنہ یورپ کے ممالک اور امریکہ کا شام، عراق، افغانستان، یمن سے کر کے دیکھ لیجیے۔ زندگی کی حرارت سے محروم کھنڈر بمقابلہ دمکتے روشن مغربی شہر!

دجال بارے احادیث، اس میں شام، خراسان کی پیشین گوئیوں سے مسلمان، حتیٰ کہ دینی جماعتیں بھی صرفِ نظر کر رہی بلکہ قصداً نگاہ بچا، دھیان بٹا رہی ہیں۔ جب کہ مغربی دجالیئے حرف بہ حرف بھرپور مذہبی جذبے کے ساتھ (ہم ہوئے سیکولر تو وہ سیکولر مذہبی، جنونی ہو گیا!) بلکہ احادیث کے تناظر میں جنگ کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ وہی علاقے اس کا ہدف ہیں جن کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔ مثلاً خراسان (افغانستان تا دریائے اٹک) حلب، اعماق، دابق، غوطہ، القدس اور پورا شام (اصلاً لبنان، اردن، شام اور فلسطین)۔ یمن میں عدن ابین... جہاں امریکی نژاد یمنی عالم، معروف مفکر جہاد شیخ انور العولقی کو نشانہ امریکی ڈرون نے بنایا!

روس اور ایران نے مسلمان مارنے کی تقسیم کار کے اس وقت کار فرما عالمی اصول کے مطابق شام کی جنگ میں حصہ ڈالا ہے۔ اسی روس کو امریکی ایما پر اب ہم افغانستان میں سہ فریقی ورکنگ گروپ کے نام پر شریک کار کرنے کو ہیں! خون مسلم کی ارزانی پر روسی جہاز نے ایک تھپیڑا ضرور سہا ہے۔ جشن فتح حلب میں منایا نہ جا سکا۔

پاکستان میں پوری تاریخ کا پہلی مرتبہ ملک گیر سطح پر کرسمس منا کر اپنی اقلیتوں سے کم، البتہ ٹرمپ اور (کٹر قدامت پسند) عیسائی پیوٹن سے اظہار یک جہتی زیادہ ہوا۔ وزیر ریلوے نے کرسمس امن ٹرین کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا۔ "امن ٹرین خواب کی تعبیر ہے۔ اقلیتوں کے بغیر پاکستانی پرچم بھی نامکمل ہے!"۔ یہ شاعر مشرق کے خواب کی تعبیر تو بہر حال نہیں ہے ڈالر زدہ خوابوں کی ہی تعبیر ہو گی۔ رہا پاکستانی پرچم (جس میں سفید رنگ اقلیتوں کی غمازی کرتا ہے) تو اس میں ۹۶.۲۸ فی صد مسلمانوں کی غمازی سرسبز و شاداب ہلالی پرچم سے ہوتی ہے۔

اللہ رحم کرے شام میں جس طرح بشار الاسد کی اقلیت نے مسلمانوں سے خون کی ہر رمق چھین لی... کہیں آپ بھی پورا پرچم سفید کرنے پر تو نہیں تلے بیٹھے...؟ پاکستان میں عیسائی ۱.۵۹ فی صد، ہندو ۱.۶ فی صد اور قادیانی ۰.۲۲ فی صد ہیں۔ یکایک قادیانی اہم ذمہ داریوں پر (جو کوئی نئی بات نہیں ہے!) لائے جانے کی خبریں گرم ہیں۔ چکوال میں سر سرانے والا

فتنہ جو مقامی آدمی میں قادیانیوں کی جانب سے جلوس (۱۲ ربیع الاول) پر پتھراؤ اور فائرنگ سے ۴ مسلمانوں کے زخمی اور ایک کی شہادت کی بنا پر کھڑا ہوا... تشویش ناک ہے۔

پاکستان کو ایسے ٹکراؤ میں دھکیلنا اور مسائل کو اکثریت کے احساسات وجذبات سے صرف نظر کرتے ہوئے دبا دینا نیک شگون نہیں۔ پاکستان کی زمین (مٹھی بھر سیکولر کلاس اور امریکی ایجنڈوں پر چلتے ہوئے) راسخ العقیدہ، باعمل، صاحب کردار وصاحب علم مسلمانوں پر تنگ کرنا خدانخواستہ آتش فشاں بن کر پھٹ سکتا ہے۔ اس سے غافل مت رہیے۔ پاکستان کی دینی حساسیت پر ایک منفرد تاریخ ہے۔ یہ وہ قوم ہے جو ۵ وقت نماز تو پابندی سے نہ پڑھے گی لیکن ختم نبوتؐ، شان رسالتؐ، اسلام سے محبت پر شہید ہو جانے، مرمٹ جانے کو آج بھی باعث افتخار واعزاز سمجھتی ہے! اپنی بے عملی کا کفارہ ادا کرنے پر حریص رہتی ہے۔ سو حکام بالا غلط فہمی میں رہ کر خطا نہ کھائیں!

اُدھر ڈاکٹر عافیہ صدیقی پر بھی سلگتی شرم ساری رنگ لا سکتی ہے۔ امریکی وکیل ہمارے وزیر داخلہ سے ان کی رہائی اور وطن واپس کے لیے مدد کی درخواست کر رہا ہے! عافیہ کی صحت مسلسل گر رہی ہے۔ ابن قاسمؒ کی سرزمین بانجھ ہو گئی!

ہم اقلیتوں سے محبت کے بخار میں مبتلا کرسمس کے کیک پر کیک کاٹ رہے تھے۔ کرسمس ٹری ملک بھر میں سجے ہوئے تھے۔ ادھر اسرائیل میں یہودی علما فقیہانے کرسمس ٹری کے خلاف فتویٰ جاری کر کے بڑے بڑے ہوٹلوں کو (عیسائی سیاحوں والے) مصیبت ڈال رکھی تھی۔ انہوں نے دوٹوک کرسمس ٹری کو شرکیہ اور کفریہ علامت قرار دیتے ہوئے کرسمس اور نئے سال منانے پر پابندی کا فتویٰ صادر کیا کہ 'یہودی مذہبی قوانین اس کی اجازت نہیں دیتے'۔ یہودی پروفیسر نے کہا: ''کرسمس ٹری اسے مضطرب کر رہا ہے۔ وہ یا اسے اپنے گھر میں لگائیں یا یورپ چلے جائیں''۔

۲۰۱۳ء میں اسرائیلی پارلیمنٹ میں ایک عیسائی ممبر نے جب کرسمس ٹری لگانے کی درخواست کی تو اسے ٹکا سا جواب ملا کہ ''یہ ریاست کے یہودی تشخص کو مجروح کر دے گا''۔ نیز یہ بھی کہ ''اس کا تعلق عبادت یا مذہبی آزادی سے نہیں ہے یہ دنیا کی واحد یہودی ریاست ہے۔ اس کی حیثیت دنیا بھر میں روشنی کے مینار کی ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ آنکھیں بند کر کے ہر تصور قبول کر لیا جائے''۔

ایک نظریاتی مملکت پاکستان... اسلام اور کلمہ طیبہ (پاک کلمہ!) کی بنیاد پر وجود میں آئی۔ دوسری اسرائیل ۱۹۴۸ء میں غاصبانہ قبضے کے نتیجے میں بنی...! ان کی آزادی بھی دیکھ، اپنی گرفتاری بھی دیکھ! ہم نے غلامانہ سرشت سے مصرع اقبال کا کیا بنا دیا! چلیے زیادہ غم کیا کھانا۔ یہ دیکھیں کہ حکومت جیتے جی اگر ہمارے دل جلا رہی ہے تو بعد از موت ہمارے کیسے اچھے انتظام کر رہی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سپریم کورٹ میں دودھ بارے تفتیش سے انکشاف ہوا ہے کہ نامی گرامی کمپنی دودھ میں مردے محفوظ کرنے والا کیمیائی عنصر فارمولین ڈال رہی ہے۔ یہ ہمارے بعد از مرگ تحفظ پر کمربستہ ہے۔ اتنا ترقی یافتہ دودھ تو امریکہ یورپ والوں کو نصیب نہیں ہوتا کہ ان کا مردہ تک محفوظ رہے! سوداد دیجیے اپنی بہی خواہ سرکار کی!

ع چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ

کر کلر کی کھا ڈبل روٹی خوشی سے پھول جا

ڈبل روٹی کھا کر دودھ پینا نہ بھولیے گا! مستقبل کے تحفظ کی خاطر!

[یہ مضمون ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکا ہے]

☆☆☆☆☆

بقیہ: تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو...

روسی صدر ولادی میر پوٹن کے لیے تحفے کے طور پر جاری کیا جانے والا یہ کیلنڈر ۱۲ بڑے صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحے پر ایک شامی لڑکی کی تصویر ہے، جس کے ساتھ پوٹن، روسی افسران اور فوجیوں کی تعریف کے طور پر ''شام میں ہیروز'' کی عبارت تحریر ہے۔ کیلنڈر کے مرکزی صفحے پر شام کے شہر طرطوس (جہاں روس کا بحری اڈہ ہے) سے تعلق رکھنے والی تامارا اسحاق کی تصویر ہے۔ اس کے برابر میں عبارت تحریر ہے کہ ''جب سے میری سرزمین آپ کے زیر کنٹرول ہے تو میں بہت پر سکون ہوں''۔ مذکورہ کیلنڈر بنیادی طور پر ماسکو میں Institute of Contemporary Arts کے ذمہ داران نے تیار کروایا ہے۔ روسی میڈیا کے مطابق اس کیلنڈر کو بڑی تعداد میں شام پہنچایا جائے گا۔ انسٹی ٹیوٹ کے مطابق کیلنڈر کے صفحات پر جن شامی لڑکیوں کی تصاویر ہیں وہ ماسکو کے مذکورہ ادارے کی طالبات ہیں۔

ہماری آنے والی نسلوں کی تعلیم وتربیت کے بہانے ان کے عقائد، نظریات ورجحانات بدلنے کا اختیار اگر دشمن کے ہاتھ میں چلا جائے تو اس سے بڑی بدنصیبی اور کیا ہو سکتی ہے۔

☆☆☆☆☆

''پاکستان کی فوج 'اسلام کے ترانے بھی گاتی ہے اور حکمران طبقہ نے آئین میں اللہ کی حاکمیت کے اقرار کی نمائش بھی لگا رکھی ہے۔ یہ طبقہ کتنا اسلامی ہے، مسلمانوں سے اس کی کتنی محبت ہے؟ لال مسجد سے قبائل وسوات تک شریعت چاہنے والوں کی قبریں اس پر گواہی دیتی ہیں۔ عفت مآب بہنوں اور نیک سیرت جوانوں سے بھرے فوجی عقوبت خانے اس فوج کی اسلامی چاہت کے آئینہ دار ہیں''۔

استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ

اسلام کے خلاف ٹرمپ کی ممکنہ جنگ

جیکسن ڈایل

زیر نظر مضمون امریکی اخبار 'واشنگٹن پوسٹ' میں شائع ہوا۔ مصنف نے نو منتخب امریکی صدر ٹرمپ کی منصوبہ بندی اور اسلام کے خلاف جنگ کے خدوخال مزید واضح کرتا ہے۔ مضمون کا اردو ترجمہ ہمارے بھائی مراد بلخی نے کیا ہے۔

ٹرمپ اس وقت مغرب کو اس کے اسلامی دہشت گردوں کے خلاف ۱۵ سالہ طویل جنگ کے ایک تاریک دور میں داخل کرنے والا ہے۔ اس جانب پہلا قدم جارج ڈبلیو بش نے اٹھایا تھا جس کے مطابق مشرق وسطی میں سیاسی خود مختاری کا خاتمہ دہشتگردوں کے ابھرنے کا سبب بنے گا۔ دوسرا قدم پھر اوبامہ نے اٹھایا، اس کے مطابق مسلمانوں سے معزز طریقے سے بات چیت کر کے اور خاص کر فلسطین کے حوالے سے ان کے انصاف کے مطالبے پر غور کر کے مغرب کو ہدف بننے سے بچایا جا سکتا ہے۔

دونوں پالیسیز کو ایک خاص تجزیے کے بعد ناکام تصور کیا جا رہا ہے۔ اب نئے صدر اس طریقہ کار کو اختیار کریں گے جس کو پچھلے دونوں صدور نے غیر اخلاقی اور عملی طور پر ناکام قرار دیا تھا یعنی ''تہذیبی تصادم''۔

ٹرمپ کے اس مہم جوئی کا اندازہ ہم اس کے منتخب کردہ افراد جیسے سٹیفن بینن، مائیکل فلن، جیف سیشن وغیرہ کی بیان بازی سے لگا سکتے ہیں۔ سٹیفن کے ایک بیان کی سرخی ''اسلام کے خلاف یہودی-عیسائی جدوجہد کی لمبی تاریخ'' ہے جب کہ فلن کے ایک مضمون کا عنوان ''برے مسیحی لوگوں کے خلاف عالمی جنگ'' ہے۔ یاد رہے کہ فلن آنے والے دنوں میں امریکہ کا قومی سلامتی کا مشیر ہو گا!

بش اور اوبامہ اس بات میں بہت احتیاط کرتے تھے کہ القاعدہ اور داعش کے دہشتگردوں کو اسلام سے علیحدہ کریں، جو ان کے خیال میں ایک قابل احترام عظیم مذہب ہے۔ جب کہ فلن کا کہنا ہے کہ ایک اسلام ایک سیاسی سرطان ہے (نعوذ باللہ) جس نے مذہب اور کمزور کلچر کا روپ دھار رکھا ہے۔ رواں برس چھپنے والی اپنی ایک کتاب میں وہ کہتا ہے ''میں نہیں سمجھتا کہ تمام تہذیبیں اخلاقی لحاظ سے برابر ہیں، اور میں سمجھتا ہوں کہ مغرب خصوصاً امریکہ سب سے زیادہ مہذب اور اعلی اقدار کا مالک ہے''۔

ٹرمپ کی ٹیم عراق، شام اور لیبیا میں داعش کے خلاف جارحانہ کارروائیاں جاری رکھنے پر یقیناً پر عزم ہے۔ ہر چند کہ ان کارروائیوں کے کامیاب ہونے کی رفتار کچھ زیادہ تیز نہیں۔ فلن اور آنے والے مشیر دفاع جیمز میٹس شاید اوباما کی اسی پالیسی کو جاری رکھیں جس میں امریکی فوجی دستوں کو محاذ پر بھیجنے کی بجائے مقامی افواج کی ہی پشت مضبوط کرنے پر زور دیا جائے گا۔ نئی انتظامیہ شاید ایران کو چیلنج کرنے کے لیے نئے طریقے اختیار کرے مگر شاید یہ طریقے وہاں استعمال نہ کرے جہاں اس کا اثر ہوتا ہے جیسے کہ شام میں۔

ٹرمپ کا تہذیبوں کے خلاف جارحانہ اقدامات سے شاید سنی یا شیعہ دہشتگردوں کو کوئی فرق نہ پڑے گا البتہ عالم اسلام میں موجود عام مسلمان اس کو ضرور ایک انتہاپسندانہ اقدام کے طور پر دیکھیں گے اور امریکہ آنے کے لیے ان پر پابندیاں نہ لگیں تو دیگر مسائل ضرور پیش آئیں گے جس سے وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ امریکہ ان کے علاقوں میں آمروں کو سپورٹ کرتا ہے جو کہ در حقیقت تہذیبوں کی اس جنگ میں ٹرمپ کے اتحادی ہیں۔

اس میں سر فہرست مصر کا عبدالفاتح السیسی ہے جس کو ٹرمپ کی طرف سے ملک میں اسلام پسند جہادیوں سے جنگ کرنے پر کافی سراہا گیا ہے۔ اپنے تین سالہ سخت دور میں اس نے ملک میں موجود نصف صدی سے چلنے والے سیکولر سوسائٹی کا خاتمہ کر دیا ہے اور ملک کی معیشت کا بھی بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ یوں سب سے بدنام آمر سیسی ٹرمپ کا ایک اہم اتحادی بننے والا ہے جس کو وائٹ ہاؤس میں اس نے مدعو بھی کیا ہے جب کہ اوبامانے سیسی کو نظر انداز کیا تھا۔

دیگر پر اثر نظام حکومتیں شاید اپنی اسلام مخالفت کے باوجود ٹرمپ کی پالیسی میں نظر انداز کیے جائیں۔ سعودی عرب اور دیگر ریاستیں شاید امریکہ کی ایران اور اخوان المسلمون کی طرف سختی کرنے پر خوش ہوں۔ بحرین، جو بحر فارس میں امریکی کی پانچویں بحریہ کا مرکز ہے، نے جلد ہی نئے امریکی صدر کو خوش کرنے کے لیے ان کے نئے پنسلوینیا ایونیو ہوٹل میں جشن آزادی کی تقریب کا انعقاد کیا۔

یورپ بھی شاید ایسا ہی کریں گے۔ ہنگری اور پولینڈ کی حکومتیں پہلے ہی ٹرمپ کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بیان بازی سے خوش ہیں۔ فرانس کے نئے ممکنہ صدر فرانسس فلون نے بھی ایک کتاب لکھی ہے جس کا عنوان ہے 'اسلامی حکومتی نظام کو فتح کرنا'۔ یہاں تک کہ جرمنی سے جمہوری اور لبرل اقدار کی علمبردار خاتون انجیلا مرکل نے بھی ایک اسلام مخالف مہم میں حصہ لینے کو اپنا فرض سمجھا اور ان جرمن خواتین کے خلاف کریک ڈاؤن کرنے کی بات کی جو نقاب پہنتے ہیں۔

اس تحریک کے نتائج کا اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ مسلمان ملکوں میں موجود وہ مسلمان جو جہادیوں کے برعکس اپنی ملکوں کی مارکیٹس اور اقدار کو ماڈرن بنانے کے لیے مغرب سے تعاون کے خواہاں ہیں وہ بھی اپنے مغربی دوستوں کی مخالف سمت میں جھک سکتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۵۷ پر)

حلب کا المیہ... سوشل میڈیا پر

تصور سمیع نے لکھا:

ہمارے پاس دنیا جہاں کے ہر کام کے لیے وقت ہے... عید میلاد النبی کے نام پر وہابیوں کو جلانے کے لیے بھی اور میلاد کے عنوان سے قائم بدعتوں کی مذمت کے لیے بھی... کسی امجد صابری، ایدھی، جنید جمشید پر فتوے لگانے کے لیے بھی اور ان کے دفاع کے لیے بھی... دنیا کے کسی غیر مسلم کو پہنچنے والی ایذا کی مذمت کے لیے بھی اور ان کے حقوق کی تفصیلات بتانے کے لیے بھی...

کسی مولوی سے ہونے والی غلطی کے پروپگنڈے کے لیے بھی اور اسے معصوم ثابت کرنے کے لیے بھی... سیاسی لیڈران کی حمایت کے لیے بھی اور انہیں گالیاں دینے کے لیے بھی...

دنیا کے کسی بھی واقعے پر تبصرے کے لیے بھی اور ان پر پیش گوئیوں کے لیے بھی...

ایک دوسرے کو جگتیں کرنے کے لیے بھی اور ان کا جواب دینے کے لیے بھی......

لطیفے پڑھنے کے لیے بھی اور ان پر واہ واہ کرنے کے لیے بھی... بیوی کے لیے، بچوں کے لیے، گھر والوں کے لیے، باہر والوں کے لیے، اپنوں کے لیے، غیروں کے لیے...

موبائل کے لیے، فیس بک کے لیے، انٹرنیٹ کے لیے، فلموں کے لیے، ڈراموں کے لیے، کمپیوٹر کے لیے... غرض ہمارے پاس ہر کام ہر چیز کے لیے کھلا وقت ہے... !!

ہاں! اگر نہیں ہے تو شام کے مظلوم مسلمانوں کی حالت زار پر تبصرے کے لیے نہیں...

اگر نہیں ہے تو حلب کے معصوم بچوں کی بے پناہ شہادتوں پر افسوس کے لیے نہیں...

اگر نہیں ہے تو ایذائے مسلم پر اظہار کرب کے لیے نہیں...

اگر نہیں ہے تو خون میں لت پت لاشوں پر نوحہ خوانی کے لیے نہیں...

اگر نہیں ہے تو آگ کی بارش میں جل بھن جانے والوں کے لیے ہمدردی کے چار الفاظ لکھنے کے لیے نہیں... اگر نہیں ہے تو بارود کی بو میں دم گھٹتے مسلمانوں کے لیے بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اٹھانے کے لیے نہیں...!!! بلاشبہ ہم لوگ انسانیت سے عاری محض گوشت کے جیتے جاگتے پتھر ہیں جن میں مظلوموں کے ساتھ ہمدردی جتانے اور ظلم کے خلاف صدا بلند کرنے کی کوئی رمق باقی نہیں...!! افسوس... صد افسوس...!!!

تصور سمیع مزید لکھتے ہیں:

حلب لہو لہو ہے... حلب نہیں امت مسلمہ کا دل لہو لہو ہے... عالم اسلام کی حمیت لہو لہو ہے! حلب کی خون آلود تصویریں، کھنڈرات کا منظر پیش کرتا شہر، معصوم بچوں کی جلی کٹی لاشیں، زخمیوں کی آہ و بکا، پسماندگان کی نوحہ خوانی، عالم اسلام کے حکمرانوں کی مجرمانہ خاموشی، مظلوموں کی التجا بھری نگاہیں اور ظالموں کے ظلم و ستم کی ہولناک داستانیں دیکھ کر میرا دل میں مسلسل ایک ہی حسرت انگڑائیاں لے رہی ہے کہ اے کاش میں حلب کا باسی ہوتا... آج مظلوموں کی فہرست میرے گھرانے کا بھی نام لکھا ہوتا...!! اے کاش دشمنوں کی سب سے پہلی گولی میرے سینے پر لگتی... سب سے پہلا بم میری چھت پر گرتا... سب سے پہلا کھنڈر میرا گھر بنتا... سب سے پہلا بچہ میرا یتیم ہوتا! اے کاش حلب کے شہیدوں میں سب سے پہلا نام میرا ہوتا... اے کاش آج میں اس دنیا میں نہ ہوتا... مظلوم شہدا کے قافلے میں شامل ہو کر بارگاہ ایزدی میں حاضر ہو گیا ہوتا...

خداوند قدوس کی بے پناہ رحمتوں اور شفقتوں کے سائے تلے اپنے بھائی بہنوں کی آمد کا انتظار کر رہا ہوتا... اے کاش حلب کے باسیوں کی بے پناہ قربانیوں میں آج میں بھی پیش پیش ہوتا تاکہ مظلوم کہلوا کر، شہید ہو کر، سب کچھ لٹا کر، ہر قسم کی قربانی دے کر کم از کم میرا ضمیر تو مطمئن ہوتا، روح تو گھائل نہ ہوتی، اپنی بہنوں کی لٹتی ہوئی عصمتوں پر منافقت کی چادر تو نہ اوڑھتا، معصوم بچوں کی کرب میں ڈوبی ملتجی نگاہیں میرا سینہ تو نہ چھلنی کرتی، حلب کی لہو لہو مائیں کل کو میرا گریبان تو نہ پکڑتیں، مسلمانوں کے لہو سے بہتی ہوئی نہریں دیکھ فرشتے میری بزدلی پر لعنت تو نہ بھیجتے! اے کاش میرا سب کچھ لٹ جاتا، سب کچھ بکھر جاتا، سب کچھ چھین لیا جاتا کم از کم میرا ضمیر تو مطمئن ہوتا! میرا ضمیر تو مطمئن ہوتا! کاش! اے کاش!

عالی مکھنوی نے لکھا:

حلب میں اِس وقت جنگ نہیں!! قتلِ عام اور نسل کشی ہو رہی ہے!! لیکن مجھے کوئی خاص پرواہ نہیں!! کہ حلب والے میرے نام لیوا تو نہیں!! اُن کی شہادت کی اُنگلی پاکستان کی طرف نہیں!! آسمان کی طرف اُٹھتی ہے!! حلب جانے!! آسمان والا جانے!!! سُنا ہے وہ بے بس بھی نہیں!! اور بھولتا بھی نہیں!!! اور اُس سے کچھ دُور بھی نہیں!! میرے جشن سلامت رہیں!! میری نجات کے لیے یہی کافی ہیں!!!

ابو بکر قدوسی نے لکھا:

ہاں میرے ہم مذہب مجھ سے صرف چند میل دور تھے... بس اتنے کہ میں اگر روں یا سسکی بھروں تو ان تک میری آواز چلی جاتی... سو مجھ کو کاہے کا غم تھا... لیکن... میں پھر بھی اجڑ گیا... ایک سال سے بم باری ہو رہی تھی، اور کوئی سیز فائر کی کوشش نہ کی گئی جب تک مکمل حلب خالی نہ ہوا تب تک ترکی کی طرف سے آواز تک نہ آئی۔ سودا صرف اتنا تھا کہ روس نے وعدہ کیا تھا کہ تم اگر خاموش رہو گے تو ہم کردوں کی مدد نہیں کریں گے... سو خلیفہ اردگان چپکے پڑے رہے، لیکن کیا یہ "ڈیل" بھی ہوئی تھی کہ حلب شہر کو بم باری سے ایسا تباہ کیا جائے گا جیسے ہیروشیما اور ناگاساکی!... یوں برباد کیے جائے گا کہ شہر میں ایک انسان باقی نہ بچے گا... کیا یہ بھی طے پایا تھا کہ تمام مساجد تباہ کی جائیں گی؟ جب بائیس لاکھ آبادی کا شہر برباد ہو گیا خالی ہو گیا تو چند ایمبولینس بھیج کے ہیرو بن گئے!!!

اسد یوسف زئی نے لکھا:

شام کا سب سے بڑا شہر 'حلب' ہے... یہ شہر عالمِ اسلام کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے... کئی مسلم سلاطین جیسا کہ سلطان عمادالدین زنگی اور ان کے فرزند سلطان نورالدین زنگی کے حکمرانی میں دارالخلافہ رہا... عالمِ اسلام کیلیے آج تک یہ شہر اہم ترین مرکزی شہروں میں سے

ایک ہے... یہ شہر علوم وفنون، تجارت وسیاست کی اپنی ایک تاریخ رکھتا ہے... یہ وہ شہر ہے کہ جس نے شیرِ اسلام سلطان عماد الدین زنگی کو باطل کے خلاف کمربستہ ہوتے دیکھا، یہ وہ شہر ہے جس نے محافظِ حرمین سلطان نور الدین زنگی کو صدائے تکبیر بلند کرتے دشمنوں کی صفوں میں ماتم بچھاتے دیکھا، تاریخ دیکھیں تو یہ وہ شہر ہے کہ جس نے سلطان صلاح الدین ایوبی کو نور الدین زنگی کی فوج میں کماندار دیکھا اور پھر ایک سلطان کی شکل میں بھی دیکھا... تاریخ جانتی ہے اس شہر کو کہ اس نے سلطان رکن الدین بیبرس کے ہاتھوں تاتاریوں کو شکست کھاتے اور بھاگتے ہوئے دیکھا ہے...

اس شہر نے دُکھ بھی دیکھے اور خوشیاں بھی، حلب نے اپنے باشندوں کو جشن مناتے دیکھا اور آنسو بہاتے دیکھا، جنگیں بھی دیکھیں اور امن کا زمانہ بھی... تاریخ کے نشیب و فراز سے گزرتے ہوئے آج بھی یہ شہر شام کا تجارتی مرکز تھا، تب تک جب تک بشار الاسدی وروسی افواج نے اس شہر کی اینٹ سے اینٹ نہ بجادی... آج ہسپتالوں، کلینکوں، سکولوں، کالجوں، بازاروں اور مسجدوں میں اپنے باشندوں کو، اپنے ننھے ننھے بچوں کو، اپنی انتظار کرتی ماؤں کو، اپنے کسبِ حلال کمانے والے مردوں کو خون میں نہایا ہوا دیکھ کے حلب آج خود رو رہا ہے... آج حلب صدائیں لگا رہا ہے، آوازیں دے رہا ہے عماد الدین زنگی کو، نور الدین زنگی کو، سلطان صلاح الدین ایوبی کو، ملک شاہ سلجوقی کو، خیر الدین باربروسہ کو اور یوسف بن تاشفین کو، مگر یہ کیا جانے کہ وہ دور تھا جب اس امت کے فرزند جاگ رہے تھے، جب غیرتِ ایمانی بیدار تھی، جب اس امت کے جوانوں کو پلٹ کر جھپٹنا اور جھپٹ کر پلٹنا آتا تھا... جب یہ غیور گھر کی چوکھٹ کے بجائے تلواروں کے سائے میں جینا پسند کرتے تھے... مگر صد ہائے افسوس! آج غیرت ایمانی ایسی سو رہی ہے کہ کروڑوں مسلمانوں کا خون دیکھ کر بھی جاگ نہیں رہی... آج مسلم امہ کو گاجر مولی کیطرح کاٹا جارہا ہے مگر ہم مصروف ہیں رنگ و سرور کی محفلوں میں ... یہود و ہنود مسلم کا خون پی رہے ہیں اور یہاں غفلت کی شراب کے جام بھرے جارہے ہیں... کئی دوستوں کو دیکھ رہا ہوں جو لبرلز کو چپ رہنے پر کوس رہے ہیں، مگر یہ نہیں سوچ رہے کہ لبرلز کا تو کام ہی یہی ہے، اصل مدعا یہ ہے کہ ہم نے کیا کیا، ہم لبرلز کو بعد میں کوسیں گے مگر پہلے اپنے گریبان میں کیوں نہ جھانک لیں؟

آج امتِ مسلمہ کا انگ انگ لہولہان، مظلوم امت دھاڑیں مار رہی مگر کیا خوب کہا کسی نے 'جس پہ بیتے، وہی جانے'... جس امت کو ایک وجود کہا گیا آج اسی کو دوسرے بھائیوں کی خبر تک نہیں ...امید ہے کہ یہ امت کسی دن جاگے گی، مگر ڈر ہے کہیں دیر نہ ہو جائے... کیونکہ جو قوم کرکٹ کو جہاد سمجھنے لگے، شراب و کباب اور ناچ و موسیقی جس قوم کا شیوہ بن جائے... اللہ سے بڑھ کر نجومیوں پہ یقین ہو تو اس قوم کا مقدر صرف تباہی اور بربادی ہوتا ہے... دعا ہے اللہ اس امت کو جگا کر اس امت کو حلب جیسی تباہی سے مزید بچائے اور حلب پہ مزید رحم فرمائے... اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو...

رضوان اسد خان نے لکھا:

موم بتیوں والو! فکر نہ کرو! عنقریب تمہیں نکلنے کے بہت سے مواقع ملیں گے، ان شاءاللہ! مسلمانوں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا! جب کفار کٹیں گے تو تمہیں بھی موم بتیاں نکالنے کا موقعہ مل جائے گا! فکر نہ کرو!... انتظار کرو!!!

عمران اسلم نے لکھا:

طبیب نہیں شفا نہیں دوا نہیں... دعاؤں سے موت ٹلتی ہے بھلا... پچھلے چند دن سے بوجہ ہسپتال کے لگاتار چکر لگ رہے۔ کوئی ایسی مصروفیت ہوتی نہیں اس لیے ادھر ادھر گپ شپ، گفتگو، حال احوال چلتار ہتا یا پھر مشاہدے کی سان تیز کرتے وقت گزر جاتا۔

اطواری میں حادثاتی مریضوں کی چیخیں۔ النسائی کے باہر منتظر شوہر کا فکر مند چہرہ، زچہ بچہ کی خیریت جان کر روتے ہنستے وضو خانے کی طرف اٹھتے قدم۔ نومولود کی قلقاریاں اور اقربا کی پھولوں سے لدی تحائف کی ٹوکریوں کے ہمراہ آمد۔ امراض قلب کی جانب زیر لب دعائیں مانگتے جاتے تیماردار اور زرد چہرے والے مریض۔ ایمبولینسوں کے سائرن، رضاکاروں کی پھرتیاں... کسی گاڑی کی ٹکر سے زخم زخم بے ہوش نوجوان اور اس کے منہ سے نکلتی جھاگ۔ دوا لگاتی پٹی باندھتی نرسیں۔ میں سوچتا ہوں فقط آدھے گھنٹے کو صرف تیس منٹ کو یہ سب بند ہو جائے کتنے مریضوں کی سانسیں رک جائیں گی... کتنے بیماروں کو موت آدبوچے گی... کتنے زخمیوں کی آہوں سے آسمان دہل جائے گا... کتنی مائیں بددعائوں کے لیے جھولیاں پھیلالیں گی اور کتنے مرد عملے کے ساتھ مرنے مارنے پر اُتر آئیں گے۔ کل شب آٹھ دس سال کے زخمی بچے کو لایا گیا، غالباً چھت سے گر کر چوٹ کھا بیٹھا تھا۔ الحمد اللہ کوئی ایسا بڑا مسئلہ نہ تھا مگر اس کے ساتھ سبھی گھر والے ہی دوڑے چلے آئے تھے باپ کے چہرے پر سمٹے تفکرات اور برقعے میں لپٹی ماں کا لرزاں بدن۔ بوڑھا دادا لاٹھی کم ٹیکتا اور زور زور سے مناجات زیادہ کر رہا تھا۔ کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی تھی۔ خوف کے باعث وہ چیخنے کے انداز میں بول رہا تھا۔ جمعے کی وجہ سے مریض زیادہ تو سبھی عملہ ادھر ادھر مصروف تھا۔ میں کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ذرا آگے ہوا، جب بچے کے باپ نے مجھے ڈاکٹر سمجھ کر پکڑ لیا اور غصے سے کہنے لگا: ''عجیب ڈاکٹر ہو میرا بچہ مر رہا اور تم مزے کر رہے''۔ جب تک میں بولتا وہ میرا گریبان پکڑے دیوار سے لگا چکا تھا: ''اگر میرے بچے کو کچھ ہوا تو تمہاری خیر نہیں''۔ کب کوئی آیا۔ کب اس نے گریبان چھوڑا کب میں گاڑی میں پہنچا۔ کب آنسو بند ہوئے، میری ہچکیاں ختم ہوئیں...ہاں بس اتنا یاد رہا کہ کسی حلب والے نے میرا گریبان پکڑا ہوا اور منظر قیامت کا ہے!!!

احتشام احمد یوسف زئی نے لکھا:

امت مسلمہ سرحدوں کی زنجیروں میں جکڑی جاچکی ہیں... اسلامی اخوت کا رشتہ ختم ہو چکا ہے... تباہی اب ہر ایک کا مقدر ہے لیکن کسی کی باری پہلی تو کسی کی دوسری... قبل اس کہ یہ حشر ہمارا بھی ہو حلب کے مظلوم مسلمانوں کے حق میں آواز تو بلند کریں...

محمد رضوان منہاس نے لکھا:

مرگ برامریکہ کے کھوکھلے نعرے لگانے والوں کا حقیقی چہرہ شام میں بے نقاب، اب ان کا ہر اقدام مرگ بر مسلمان ہو چکا...ہر دور میں وقت کے یزیدی معصوم لوگوں کا قتل عام کرتے ہیں اور کوفی خاموشی سے ان کا ساتھ دیتے ہیں... استعارے کر چکا رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو درد دینا ہے...افغانستان، کشمیر، شام، عراق، چیچنیا، فلسطین، قبائل، برما زخمی ہیں۔ اہل شام پوچھتے ہیں ہمارا قصور کیا ہے؟ عالمی ادارے، مسلمان حکمران و قوم آنکھیں کھول کر سو رہے ہیں؟

محمد انس اعوان نے لکھا:

اے میرے رب تو دیکھ رہا ہے کہ ہم نے تیری محبوب امت کا کیا حال کیا، تو میں بچ گئیں، جھنڈے بچ گئے، فوجیں بچ گئیں، منبر بچ گئے، مگر...امت لٹ گئی...!

فاروق بیگ نے لکھا:

آہ حلب! میری گلی میں تو چراغاں ہی چراغاں

تیری گلیوں میں...زندگیوں کے چراغاں گل کر دیئے گئے

اور ہم چراغاں کرتے رہے...تو تباہ ہو کر بھی جیت گیا ...

مولانا علی عمران نے لکھا:

سوچتا تھا سلطان شہید ٹیپو کے قول "شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے" کا صحیح مطلب کیا ہے؟

آج حلب والوں نے اس کا مطلب سمجھا دیا...مر تو وہ بھی گئے...مریں گے تو ہم بھی...

پر وہ شیروں کی طرح جیئے، شیروں کی طرح مرے

اور شیروں کی طرح کل اللہ کے دربار میں جائیں گے...

اور ایک ہم...جی رہے، مر جائیں گے...اور پھر پیش ہوں گے...

گیدڑ کا جینا، گیدڑ کا مرنا اور گیدڑ جیسی حاضری...مولا! بس تیرا ہی آسرا!

مہتاب عزیز نے لکھا:

میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ حلب کا نوحہ نہیں لکھوں گا۔ میں سربریدہ لاشوں پر آنسو بہاؤں گا نہ ظلم کی اس داستان کو ضبطِ تحریر میں لاؤں گا۔ اگرچہ میری نظروں کے سامنے ہزاروں دکھی ماؤں، تڑپتی بیٹیوں، سسکتی بہنوں، نوحہ کناں بھائیوں کے چہرے ہیں۔ جو ٹھٹھرتی ٹھنڈی راتوں میں اپنے پیاروں کے لاشے لیے سوال پوچھتے رہے کہ انھیں کس جرم میں قتل کیا جا رہا ہے۔ یہ کون ہیں جو 'لبیک یا حسین' کا نعرہ لگا کر، ان سے جینے کا حق چھین رہے ہیں؟ کیا یہ درندے معصوم بچوں کا خون بہا کر حسین رضی اللہ کی خوشنودی کے طلبگار ہیں؟ میں اپنے بھائیوں کی موت پر کا نوحہ نہیں لکھوں گا۔ میں اپنی بہنوں کی بے حرمتی پر گریہ نہیں کروں گا۔ اگرچہ مری آنکھوں کے سامنے سارے منظر ہی دل دہلا دینے والے ہیں۔

لیکن میرے پیش نظر تو وہ ماں ہے، جو اپنے بیٹوں کو قربان کر چکی ہے مگر بھی ثابت قدمی، غیرت، شجاعت اور استقامت کے ساتھ میدانِ کارزار میں کھڑی ہے۔ اور پیغام دے رہی ہے کہ ہوسِ حصولِ اقتدار کے لیے "مولا حسین" کا نام لے کر مسلمانوں کو نوچنے اور کاٹنے والے وحشی مسلمان تو کُجا انسان کہلانے کے بھی مستحق نہیں ہیں۔

میرے سامنے تو حلب کے وہ شیر ہیں جو اپنی آخری سانس، لہو کے آخری قطرے اور آخری گولی تک ڈٹے رہے۔ جو کٹ گرے لیکن جھکے نہیں۔ جب تک دم میں دم رہا، یوں جیئے کہ زندگی ان پر ناز کرتی رہی۔ جب سب کچھ ختم ہوا، تو یہ بھی زندہ جاوید ہو گئے۔ میں ایسے بہادروں کا نوحہ کیا لکھوں؟ میں ایسے دلیروں کا ماتم کیا کروں؟

ہاں نوحہ لکھنا ہی ہوا، تو ایک ارب زیادہ مسلمانوں کا نوحہ لکھوں گا۔ جو زندہ لاشوں کی صورت موجود ہیں۔ جنہیں اپنے جسد کے کسی انگ کے کٹ جانے کا احساس نہیں ہوتا۔ جن پر کسی شاعر کا یہ شعر صادق آتا ہے:

یوں سمٹ کے بیٹھے ہو جو جسموں کی قبر میں

کتبہ بھی سرِ قبر لگا کیوں نہیں دیتے؟؟

وہ جانتا ہی نہیں اہل عزم کا ہے یقیں

یہ جنگ ہار بھی جائیں تو جیت اُن کی ہے

شکست دے نہیں سکتا کبھی ارادوں کو

رہیں گے مر کے بھی زندہ 'یہ ریت اُن کی ہے

فاطمہ شاہ نے لکھا:

حلب جلا اور جل کر خاکستر ہو گیا...امت اپنے کھل تماشوں اور خوشیوں میں مگن رہی... حلب کا ایک بوڑھا اپنی آخری ویڈیو میں "یا ایھا المسلمون" پکارتا رہا اور 'مسلمون' اس کی فریاد نظر انداز کر کے سکرین کو سکرول ڈاؤن کر کے چلتے بنے!

قصر خودی کا درویش!!...اقبال کا شاہین!!...جو پہلے کبھی پروازِ مسلسل اور کبھی ستاروں پر کمند ڈالنے کو ہی اپنی حیات کا نکتہ آغاز و عروج سمجھتا تھا، اب لہو و لعب میں مشغولیت کو مقصد حیات سمجھ بیٹھا ہے ! بے داغ جوانیاں "داغ تو اچھے ہوتے ہیں" جیسے جملے کی عادی ہو کر اپنی پاک دامنی کی قدر و قیمت سے غافل ہو چکی ہیں...

اے جوانو! وہ آہ سحر کیا ہوئی؟ وہ نور بصیرت کہاں گیا؟ آج تم ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو مگر یاد رکھنا اس جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات کی صورت میں تمہیں ہی ادا کرنی ہے! عافیہ صدیقی کی آہوں کو کیسے بھول گئے؟ برما کی بہنیں کیسے فراموش کر دیں؟ کشمیری ماؤں کے آنسو کیسے نظر انداز کر دیئے؟ شامی بچوں کے قحط زدہ چہرے کیسے تمہاری نظروں سے اوجھل رہے؟ وہ تمہاری روح بلالی کا کیا ہوا؟ تلواروں کی چھاؤں میں سجدہ کرنے والی پیشانیاں کیونکر خواب و خیال بنیں؟ دیکھو حلب جلا اور جل کر خاک بن گیا تم بے خبر رہے

اس بے خبری کی سزا کل کو تمہاری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں بھگتیں گی! بخدا یہ بددعا نہیں نوشتۂ دیوار ہے! کاش کہ اب بھی تم جان لو، سمجھ لو، مان لو!!!

مبین احمد نے لکھا:

حلب سے جس قسم کے پیغامات، تصاویر اور ویڈیوز موصول ہو رہی ہیں وہ ناقابل برداشت اور ناقابل اشاعت ہیں۔ کوئی بہن اپنی عصمت لُٹ جانے کے یقین سے اپنی زندگی تمام کر چکی، کوئی ماں سڑک کے بیچ اپنی چار شہید اولادوں کو بانہوں میں سمیٹے چیختی رہی، کسی ماں کا کمسن دُلارا ننگا پانی کی بوچھاڑ میں بے رحمی کے ساتھ پیٹا گیا، حلب کے بیٹوں کو سڑکوں پر، قطار میں، پشت پر ہاتھ باندھے ذبح کر دیا گیا،،، مجاہدین کے اہل و عیال (عورتوں اور بچوں سمیت) کو زندہ جلا دیا گیا... ہائے حلب!!! ایسی خبریں کہ نوحا لکھ دوں! مگر ہم امتی ہیں محمد صلی علیہ وسلم کے ہم اپنے شہدا کا ماتم نہیں کرتے... ہم حلب کی شجاعت یاد رکھتے ہیں، ہم حلب کی بہادری یاد رکھتے ہیں، ہم حلب کی بیعت یاد رکھتے ہیں... اے حلب! ہم تجھے اپنے قلب میں رکھتے ہیں! ہم لوٹ آنے والے ہیں! ربِ کعبہ کی قسم! ہم لوٹ آنے والے ہیں!!!... حلب! پھر تیری طلب ہے ہم نے تجھے چھوڑا نہیں... ہم تجھے بھولے نہیں... آئیں گے پھر ان شاءاللہ... ذرا کفنا لیں، ذرا دفنا لیں، ذرا زخم صاف کر لیں، ذرا کمر سیدھی کر لیں، ذرا ستا لیں، ذرا آرام کر لیں پھر تجھے رام کریں گے تیرے ہی شہر میں ہم آرام کریں گے، ان شاءاللہ...

محمد جلال شیخ نے لکھا:

روز محشر ہر وہ شخص جس کا رزق پاکستانی دجالی میڈیا سے وابستہ ہے اور ہر وہ شخص جو اس دجالی میڈیا کو اشتہارات اور دیگر ذرائع سے فنڈنگ کرتا ہے اللہ تبارک و تعالی کے سامنے جواب دہ ہو گا... اس سے پوچھا جائے گا کہ جس وقت عالم کفار مسلمانان ملکِ شام پر آگ برسا رہے تھے، جب ان کے خون کی ندیاں بہائی جا رہی تھیں، جب ان کی اجتماعی آبرو ریزی کی جا رہی تھی، جب شہر کے شہر صفحہ ہستی سے مٹائے جا رہے تھے تم نے اس وقت کے سب سے موثر ہتھیار کے موجود ہوتے ہوئے بھی مسلمانان عالم کو بیدار کیوں نہیں کیا؟ کیوں نہیں دکھایا وہ سب جو ملک الشام کے مسلمانوں پر گزر رہی تھی؟ کیوں تم نے مسلمانان عالم کو غافل رکھا؟ یاد رکھنا اس دن تمہارا کوئی عذر تمہارے کام نہیں آئے گا، اس دن تمہاری زبانیں گنگ ہوں گی، اس دن تم یہ نہیں کہ سکو گے کہ چینل مالکان کی پالیسی نہیں تھی، یہ سوچنا کسی کام نہ آئے گا کہ میرے روزگار کا مسئلہ تھا، یہ کہنا بھی کارگر نہیں ہو گا کہ میں نے سوشل میڈیا پر رو رو کر جان ہلکان کی تھی...

عدنان گیلانی نے لکھا:

یہ دردناک مناظر امت مسلمہ کی بے حسی، بے ضمیری کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ حلب کا سقوط تو ہو گیا مگر یہ ہماری جوانی اور غیرت پر زناٹے دار تھپڑ ہے کہ جب مسلمان مائیں اپنی فریضہ تربیت سے غافل ہو جائیں اور نوجوان مادیت و نفسانیت کا شکار ہو جائیں... بیٹیاں نامحرموں سے ملاپ میں کوئی عار نہ جانیں... جہاد سے دوری اختیار کر دی جائے تو یہ ذلت برسوں ہمارا تعاقب کرتی رہے گی... ہم پستی کے عمیق گڑھوں میں گرتے چلے جائیں گے اور ہماری مظلوم بہنوں بیٹیوں کی عصمت تاراج ہوتی رہے گی... ہمارے معصوم یونہی کفار کا تر نوالہ بنتے رہیں گے... ہاں حلب فتح کر لیا گیا... ظلم و جبر کا اک سیاہ باب رقم کر دیا گیا... بستی کو کھنڈرات میں بدل دیا گیا مگر ہائے افسوس...... حکمرانوں کی بے حسی کا کیا رونا روئیں... یہاں تو عوام بھی ان مظلومین کے لیے نالہ نیم شبی میں دعا کے دو بول بولنے سے غافل ہے۔

اے اہل الشام والحلب........ ہم اپنی بے غیرتی و بے حسی کے سبب شرمندہ ہیں کہ ہماری ماؤں بہنوں کے قاتل زندہ ہیں... میں حالات کی ستم گری کا نوحہ کس کو سناؤں؟ یہاں بے حسوں کا اک ریوڑ ہے اور میرا نوحہ اسی ریوڑ کے شور میں کہیں دب سا گیا ہے۔ میں تمہارا بھی مجرم ہوں... میں رب کا بھی مجرم ہوں... ہاں مگر شرمندہ ہوں!!!

غیور فاروق نے لکھا:

اے تاریخ قلم اٹھا اور لکھ "حلب گر گیا"... عصمتیں لٹ گئیں، جوانیاں تباہ ہوئیں، بچپن دیواروں پر چیتھڑے بن کر لٹک گئے لیکن امت میلاد کی بحث میں تھی۔ حکمران کفار کی فرماں برداری میں تھے۔ ۲۵ کلومیٹر کے فاصلے پر امت کی بہترین فوج (ترک فوج) تھی جو ایک دن میں دشمنان اسلام کو نیست و نابود کر سکتی تھی مگر وہ حرکت میں نہ آئی۔ ایٹمی طاقت کشکول لیے کفار کے دربار میں کھڑی تھی غیرت ڈھونڈھے نہ ملی! دل پھٹ گیا ہائے حلب لٹ گیا!!!...

طارق حبیب نے لکھا:

جب شام کے ایک شہر حلب کا سقوط ہوا... تو اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ ولسم کے دیدار کے طالب... اس شہر کے بیٹے... اپنے رب سے کیا وعدہ نبھا رہے تھے... کٹ کٹ کر گر رہے تھے... اپنے شیر خواروں کے ساتھ... لاشوں میں تبدیل ہو رہے تھے... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق دیوانہ وار اپنا عہد نبھا رہے تھے...... تو عین اسی وقت عشق نبی صہ کے زبانی دعویدار، جشن منا کر، بے ہنگم میوزک اور ناچتی رنگین روشنیوں کے سیلاب میں دھمالیں ڈال کر... نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے "محبت" کا ثبوت دے رہے تھے...

ہر جانب اس جشن کے جائز و ناجائز ہونے پر مباحثے جاری تھے... ایک دوسرے کو غلط ثابت کر کے سچا مسلمان اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلوانے کی ریس لگی ہوئی تھی... اب عشاق کے ان گروہوں میں سے کون سچا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے... اگر یہ فیصلہ تاریخ یا مورخ نہ بھی کر سکے ... تو بھی وہاں تو ضرور ہو جائے گا... جہاں دیدار کا وعدہ ہے... رہے نام اللہ کا...

زبیر رضا نے لکھا:

مسلمانوں یاد رکھنا کشمیر کے سرینگر میں مسلمانوں کو قتل کیا جاتا رہا۔ اسلامی ایٹمی طاقت پاکستان بھی وجود رکھتا تھا۔ فلسطین میں مسجد اقصیٰ یہود کی قبضے میں تھی جب کہ ساتھ میں بہترین فوجیں رکھنے والے مسلمان ممالک بستے تھے۔۔ جب عراق جل رہا تھا تب بھی کسی کو پرواہ نہیں تھی اور آج شام جل رہا ہے اور مسلمان حکمران کفار کے ساتھ ملکر اپنے ہی مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔

اب یہ بات تو طے ہو چکی ہے کہ جتنی بھی نام نہاد اسلامی فوجیں ہیں یہ امت کے ساتھ دھوکا ہیں۔اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہو گی کہ ان میں سے ایک فوج نے بھی اللہ کا دین قائم نہیں کیا۔ اٹھو ان سے ایمان اٹھالو یہ کفار کی اتحادی ہیں۔ نہیں تو جان لو آج سرینگر ہے تو کل اسلام آباد ہو سکتا ہے، آج مسجد اقصیٰ ہے تو کل مسجد حرام بھی ہو سکتی ہے۔آج حلب ہے تو کل قاہرہ بھی ہو سکتا ہے۔آج فلوجہ ہے تو کل استنبول بھی ہو سکتا ہے۔

سمیع سواتی نے لکھا:

حلب ہو کہ قلب دونوں ہی خون کے آنسو رو رہے ہیں! بشاری سفاکیت اپنی انتہائیں بھی چھو چکی ہے... ننھے منے غُنچے نما بچے اور بچیاں جو ابھی کھل کر کھلے بھی نہیں تھے بشاری درندگی کی بھینٹ چڑھائے جا رہے ہیں۔ایک عرصے سے اہل شام واہل حرب دنیائے انسانیت کو اپنی مظلومیت کی جانب متوجہ کرنے کی ناکام کوشش ضرور کرتے رہے۔ لیکن انسانیت تو اقوام متحدہ کی گود میں خواب خرگوش کے مزے لے رہی ہے۔ بس رونا ہے تو دنیائے اسلام کی لمبی لمبی سلطنتوں کا رونا ہے کہ ان کی غیرت ایمانی بھی تیل کے کنوؤں میں بہہ گئی، یا او آئی سی نے شام کے مسلمانوں کو بشاری کتوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ باقی اسلامی دنیا ویسے ہی کسی کام کی نہیں رہی اس لیے ان سے گلہ وقت کا ضیاع ہے۔

اے اہل حلب! اگرچہ ان آنسوؤں کو پونچھنے کے لیے اب اس باغیرت ماں، بہن، بیٹی کی آبرو کی چادر بھی سلامت نہ رہی لیکن ہم سے کچھ بھی امیدیں مت باندھنا کہ ہم میں وہ حرارت ایمانی باقی نہ رہی۔

اے ماؤ بہنو! اگرچہ تمہارے عصمتیں داؤ پر لگ چکی ہیں تم اپنی بچی کچی چادر سے پھانسی کا پھندا بنا لینا لیکن کسی مسلمان بھائی سے اب دین اسلام کے نام پر امیدوں کی روشن شمعیں بجھا دینا کیوں کہ ہماری کچھ مجبوریاں ہیں کچھ کام باقی ہیں۔

اے نونہال حلبی بچو! ہمارے بچے ہماری آغوش بچے سلامت ہیں ان کے کھلونے ہم نے بچا رکھے ہیں تم زندہ رہے تو کل کو ہماری ان نسلوں سے گلے مت کرنا کیوں کہ مجبور ہم تھے مصروف ہم تھے! ہمیں معاف کر دینا ہم تمہارے لیے کچھ بھی نہ کر سکے۔

اے اہل شام! اللہ سے مانگتے ہی رہنا کہ وہی کوئی سبیل نکال سکتا ہے فکر نہ کرنا کہ وہ مظلوم کی آہ پر انتہائی غضب ڈھاتا ہے۔ ہم بھی دست بدعا ہیں کہ اس سیاہی کا جلد خاتمہ ہو بشار اپنے لشکر اور ہمنواؤں کے ساتھ نشانہ عبرت بنے۔

اسماعیل طارق نے لکھا:

گاہے بگاہے دنیا میں ایسی صورتحال پیش آتی رہتی ہے جس سے انسان میں موجود انسانیت کا پتا دیتی ہے انسان انسان ہے یا درندہ؟؟؟ موجودہ دور میں فلسطین، کشمیر، افغانستان، عراق، برما، اور اب شام بالترتیب یا تھوڑے بہت فرق کے ساتھ ظلم و بربریت کا شکار رہے اور ہیں۔ تقریباً یہ مسلمان ممالک ہیں یا ہونے والے مظالم مسلمانوں پر ہے کون یہ ظلم کر رہا ہے؟ کون کروا رہا ہے؟ کس کے کہنے پر اور کس کے ایما پر یہ سب ہو رہا ہے؟ کون کون سپوٹرز ہیں؟ سبھی جانتے ہیں... لیکن یہ منافقت کیوں ہے؟ یہ اس ظلم سے بڑھ درندگی کیوں ہے؟ یہ دوہرا معیار کس بنیاد پر ہے؟ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ نائن الیون پر تو سب بلا تفریق مذمت کریں اور افغانستان و عراق میں لاکھوں بے گناہوں کے قتل پر خاموشی کو بہتر سمجھیں، فرانس کے ”گے کلب“ کے چند لونڈوں کے مرنے کے غم میں تو گھلتے نظر آئیں اور کشمیر میں کھیلی جانے والی خون کی ہولی انہیں نظر تک نہ آئے، اسرائیلی فوجی پر صرف چاقو سے حملے کو دہشت گردی قرار دینے والے لاکھوں فلسطینیوں کے قتل پر بھنگ پی کر سوئے رہے، چند لوگوں کے داعشیوں کے ہاتھوں جلائے جانے پر سر پیٹنے، اسلامی دلائل دینے، اور اس کے مذمتی شور میں زمین و آسمان سر پر اٹھانے والے برما میں جلائے جانے والے ہزاروں لوگوں پر ٹس سے مس نہ ہوئے، فٹ بال گراؤنڈ میں مرنے والوں سے اظہارِ ہمدردی و یکجہتی کیلیے تو ”مسلم حکمراں“ بھی پگھلتے نظر آئیں، اسرائیل میں لگی آگ پر انسانیت یاد کرنے والوں اور دنیا کو انسانیت کا درس دینے والوں کو شام میں خونی کھیل بیدار نہیں کر سکتا، تڑپتے لاشے، سسکتی آہیں، لٹتی عزتیں، ٹوٹتے سہارے، دم توڑتی آرزوئیں، ہوا میں اڑتے معصوم بچوں و بچیوں چیتھڑے، فضاؤں میں بلند ہوتے انسانی اعضا اور اس سب پر مسلم امہ کی یوں خاموشی کہ جیسے سب نے 'من صمت نجا' پر عمل کو فرض سمجھ رکھا ہے! انما المؤمن اخوہ کہاں گیا؟ المؤمن کجسد واحد ان الشتکی عینہ اشتکی کلہ ان الشتکی راسہ اشتکی کلہ ہماری نظروں میں کیوں نہیں آتی؟ ومالکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان جیسی آیات کس کے لیے نازل ہوئیں؟ ہم مسلم نہ رہے، سینے میں دل لوہے یا پتھر کے ہو گئے! خون نے اپنی سرخی چھوڑ کر سفیدی اختیار کر لی، ہمارے اندر کا انسان ”بلٹ پروف“ ہو چکا ہے کہ کسی واقعہ کا اثر ہی نہیں ہوتا، ضمیر مر چکے ہیں، اس پر کمال منافقت ہماری ”خاموشی“... ہم بحثیت قوم بے حس بن چکے ہیں، جہاں آ کر ”ہم شرمندہ ہیں، ہمیں معاف کر دو“ جیسے لفظ بے معنی لگتے ہیں، اب تو دعا کرتے ہوئے بھی عجیب لگتا ہے کہ یا اللہ تو اہل شام کی مدد فرما! لیکن یا اللہ تیرے سوا اور کوئی ہے بھی تو نہیں! تو رحم فرما تو تو قادر ہے اپنی قدرت سے کوئی ”ابابیل“ ہی بھیج دے!

شاہ زیب نوید نے لکھا:

ربّ کعبہ! اہلِ عرب کے دوڑوں میں تھکے ہوئے گھوڑے، تیرے سپاہیوں کی عیش و عشرت میں ڈوبی اولادوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں رہے! (بقیہ صفحہ ۶۹ پر)

کیا ابھی مہلت ہے؟

محمد فیصل

نحیف و نزار بدن پر چند دھجیاں لپیٹے وہ بوڑھا چوک پر کھڑا بلند آہنگ میں کچھ کہہ رہا تھا... اس کے پر شکوہ جہاں دیدہ چہرے پر شدید جلال کے آثار تھے اور اس کی آواز کی گھن گرج دل دہلائے دے رہی تھی... بے اختیار ہر ایک کے قدم اس طرف اٹھتے چلے گئے... بوڑھے کے گرد سیکڑوں سر جمع ہو چکے تھے... کچھ قربت ہوئی تو اس کی پر سوز مگر بارعب آواز واضح ہوئی... وہ جو کہہ رہا تھا، اس نے گویا سینہ فگار کر دیا:

اے زمین پر مستی سے پاؤں پٹخ کر چلنے والو!

اے اپنی اوقات بھول کر خدا کے لہجے میں بولنے والو!

اے اپنے حسن پر ناز اور اپنی کمائیوں پر فخر کرنے والو!

اور اے نرم بستروں پر حسین بیویوں کی آغوش میں شب بسر کرنے والو!

واللہ وہ لوگ تم سے بہتر، تم سے برتر تھے! ان کے سینے تمہارے سینوں سے زیادہ دہکتے اور ان کے چہرے تمہارے چہروں سے زیادہ مہکتے تھے! وہ عقل میں تم سے کم تر نہ تھے اور حیا میں تم سے فروتر تھے! ان کے سروں میں غیرت کا سودا اور بازوؤں میں دم خم بھی تم سے زیادہ تھا! ان کے گل بدن پاکیزہ مٹی سے گندھے تھے!

وہ مٹی جس سے ہزار ہا انبیاء کا مشک اٹھا تھا، وہ جھیل سی آنکھوں والے... وہ نیل سی تمکنت والے، ان کے بچے بھی پھول، رنگ، تتلی، بادل سے تھے تمہاری گودوں میں چڑھے بچوں کی طرح... وہ بھی کھلکھلاتے تھے، ان کی آنکھوں میں بھی شرارت چمکتی اور چہروں پہ معصومیت برستی تھی اور ان بچوں کی مائیں بھی تمہاری عورتوں کی طرح عفت مآب تھیں... من موہنی، نازک سی مگر بہادر... عزت پر غیرت سے جان دینے والیاں... پھر خدائے تعالیٰ نے انہیں بھی آزمائش کے لیے چنا اور تمہیں بھی!

وہ آزمائش پر ایسا پورا اترے کہ قرونِ اولیٰ کے جانبازوں کی یاد تازہ کر دی اور تم لوگ... آہ... بری طرح ناکام رہے... ان پر آزمائش ظاہری تھی، تمہاری معنوی... ان کے بدنوں کو آروں سے چیرا گیا... تمہارے بدن مرغن کھانوں سے فربہ ہوئے... ان کی مستورات کی بے اکرامی کی گئی... تم نے خود اپنی عورتوں کو بازار کی زینت بنایا... ان کے بچے خاک و خون میں نہائے... جو زندہ رہے، وہ نان جویں کو ترستے رہے... اور تمہارے بچے! ان کی ہر جائز ناجائز خواہش پوری ہوئی!

واللہ! تم لوگوں نے ہر حد پار کر دی ہے... سو اب سرخ آندھیوں کا انتظار کرو... سفاک طوفانوں کی آہٹ سنو... سنو غور سے... آسمانوں پہ تمہارے خلاف مشورے ہونے لگے ہیں! تمہارے قدموں کے نیچے زمین کروٹ لے رہی ہے... اور آسماں سرخ ہو رہا ہے تم سوچتے ہو کہ تمہارے ساتھ رعایت کی جائے گی... بھلا کیوں؟؟ رعایت ان کے ساتھ نہ ہوئی جو انبیاء کی اولاد تھے تو تمہاری خرمستیوں پر کیوں ہونے لگی؟ تم لوگ اپنی بد عملیوں پر اس سے زیادہ کے حق دار ہو کہ تمہارے بدن نوچے جائیں... تمہارے پیاروں کے لاشوں کو بھی چیل کوے کھائیں... اور تم... تم... خاموش مجمع میں اچانک شور سا اٹھا تھا... لوگ جو پھٹی پھٹی آنکھوں سے بوڑھے کو دیکھتے، اس کی باتیں سنتے تھے... اب یکایک سراسیمہ سے ہو گئے تھے... غصے کی ایک لہر مجمع میں اٹھی تھی...

''اپنی منحوس زبان بند کر بڈھے!''

کہیں سے ایک پتھر آ کر بزرگ کو لگا تھا... پھر تو کوسنوں اور کنکروں کی بارش سی ہو گئی... بوڑھے کا چہرہ سرخ ہو گیا... وہ اوپر آسمان کی طرف دیکھنے لگا اور اس کے ہونٹ تیزی سے بدبدانے لگے...

میں نے اپنا دل تھام لیا... کچھ انہونی سی ہونے جا رہی تھی... کچھ بہت برا... کچھ بہت ہی برا!

کیا ابھی مہلت ہے؟

میں نے سوچا اور پلٹ کر تیزی سے بھاگ اٹھا!

☆☆☆☆☆

بقیہ: عصرِ حاضر کے چند نمایاں فتنے

جب کہ مغربی تصور انسان کو اپنی مرضی کے مطابق بلا روک ٹوک ہر چیز کرنے کی آزادی دیتا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ آدمی کو آخرت کو ہدف بنا کر دنیوی زندگی گذارنی چاہئے۔ جب کہ مغربی فکر کی تعلیم یہ ہے کہ دنیوی ترقی کے لیے آدمی جو چاہے کرے۔ اسلام 'دنیا کو ضروریات کی تکمیل کی جگہ قرار دیتا ہے اور وہ بھی حدودِ شریعت میں رہ کر، جب کہ مغرب کا کہنا ہے کہ جو کچھ بھی زندگی ہے اس زندگی سے محبت ہی آدمی کو ترقی سے ہمکنار کرے گی۔ اسلامی فکر ایک انسان کو عفت و پاک دامنی، معاشرت و معیشت اور اخلاقیات میں شریعت کا پابند بناتی ہے۔ اس کے برخلاف مغربی تصورات کی بنیاد بے حیائی، اباحیت اور زندگی کے تمام شعبوں میں آزادی پر ہے۔ اسلام میں علم کا مقصد حقوق اللہ اور حقوق العباد سے واقفیت اور اس پر عمل ہے۔ مغربی تصور تعلیم کا مقصد دنیوی زندگی کی کامیابی کے لیے انسانی صلاحیتوں کی نشو و نما قرار دیتا ہے۔ اسلام میں مرد و عورت کا دائرہ کار الگ الگ ہے۔ مغرب مرد و زن کے درمیان مساوات کا نعرہ لگاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب مغربی فکر اسلام سے اس قدر متصادم ہو تو لا محالہ مغربی نظام تعلیم سے پڑھ کر نکلنے والے مسلم نوجوان فکرِ اسلامی سے دور اور مغرب سے مرعوب ہوں گے۔ ایسے میں عصری تعلیم کے مضر اثرات سے اپنی نسل کو محفوظ رکھنے کے لیے ان کی دینی تربیت پر خصوصی توجہ دینا ہو گا۔ مکتب کی بنیادی تعلیم کے علاوہ گھروں میں دینی ماحول فراہم کرنا ہو گا۔

☆☆☆☆☆

ان کے آنے سے پہلے مجھے مار ڈالو...ایک شامی بیوی کی فریاد

بنت زبیر

وہ مسجد کا احاطہ تھا...ہر طرف عورتیں، بچے، بوڑھے، بیمار نظر آرہے تھے... مرد تو چند ہی رہ گئے تھے...خوف وہراس کی فضا میں بچے بھی دُبکے بیٹھے تھے...وہ معصوم شرارت کرنا بھول گئے تھے... حلب کے شہر الفرافرہ کے یہ شہری مسجد کے احاطے میں محصور ہو کر رہ گئے تھے...ان میں وہ بچہ بھی تھا جسے اس دنیا میں آنکھ کھولے ابھی چند ہی ماہ ہوئے تھے...وہ ننھی بچیاں بھی تھیں جن کی بھوک دیکھ دیکھ کر ماں باپ کے کلیجے منہ کو آرہے تھے...وہ نئی نویلی دلہن بھی تھی جس کے ہاتھوں کی مہندی بھی ابھی نہ اتری تھی...بم باری سے چاروں طرف ملبہ بکھرا دکھائی دے رہا تھا...دل سینوں میں اٹکے ہوئے تھے کہ زندگی اور موت کا فاصلہ بہت کم رہ گیا تھا...

دور سے ہتھیاروں کا شور سنائی دینے لگا تھا...بچے ماؤں سے چمٹ گئے...دو چار مرد جو رہ گئے تھے، احاطے سے باہر نکل کر دیکھنے لگے...ان میں اسماعیل عبداللہ بھی تھا اور عبدالکافی بھی... فوجی نزدیک آتے دکھائی دے رہے تھے تو گویا موت سر پر آکھڑی ہوئی...اسماعیل عبداللہ نے خود کلامی کی اور وہ چاروں پانچوں تیزی سے پلٹ کر عورتوں اور بچوں کی طرف بڑھے... فوجی نزدیک آرہے ہیں...ان میں سے ایک چلایا...

اسماعیل عبداللہ کی نئی نویلی دلہن اس کی طرف لپکی... ''سنو! ان کے آنے سے پہلے پہلے مجھے مار ڈالو... کیا دیکھ رہے ہو؟ گولی چلاؤ نا!''لیکن! وہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا...بشار الاسد کے شیطانوں کی آوازیں نزدیک آرہی تھیں...عورتیں اپنے بچوں کو اٹھائے بھاگنے لگی تھیں...مرد بے بسی سے دیکھ رہے تھے کہ وہ جانتے تھے کہ اب گرفتاری یا موت کے سوا کوئی چارہ نہیں...

چلو یہاں سے بھاگو...شاید کسی کی جان بچ جائے...کسی نے زور سے کہا تو اسماعیل کو جیسے ہوش آگیا...دیکھو میں یہ ہتھیار تم پر نہیں ان شیطانوں پر چلاؤں گا...جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں، کسی کے ناپاک ہاتھ تم تک پہنچنے نہیں دوں گا...اب چلو جلدی کرو...وہ عائشہ کا بازو کھینچ کر دوڑنے لگا...یک دم پیچھے سے ان پر فائرنگ شروع ہو گئی...ایک کے بعد ایک عورتیں اور بچے گرنے لگے...وہ دونوں بغیر رکے بھاگتے چلے گئے...''وہ بچہ''...عائشہ چلّائی اور رک کر ننھے فرشتے کو گود میں اٹھالیا...پاس ہی اس کی ماں کی لاش پڑی تھی اور وہ بے چارہ بلک بلک کر روئے چلا جارہا تھا...اس بات سے بے خبر کہ اس پر کیا گزر گئی تھی...وہ دونوں دوبارہ آگے چلنے کو پلٹے مگر موت سر پر آگئی تھی...

وہ چار فوجی تھے...لبوں پر وحشیانہ مسکراہٹ لیے کھڑے ایک نے لپک کر بچے کو جھپٹ کر ہوا میں اُچھال دیا...آہ...عائشہ آنکھیں بھینچ کر سسکاری...وہ دور جا گرا اور خون کے چھینٹے بکھر گئے...عبداللہ نے فوراً فائر کیا مگر یہ کیا...صرف دو گولیاں رہ گئی تھیں...جو ہوا میں نکل گئیں...عائشہ جان دینے کا وقت آگیا...وہ پہلے ہی انہیں ہتھیار سیدھے کرتے دیکھ چکی تھی...

لپک کر اپنے عزیز از جان شوہر کے آگے آگئی اور یکے بعد دیگرے ڈھیروں گولیاں ان دونوں کے جسموں میں اترتی چلی گئیں...

آہ...! جسم میں آگ اترتی محسوس ہو رہی تھی...لا الہ الا اللہ...زیر لب کلمہ پڑھتے ہوئے دونوں زمین پر گرتے چلے گئے... ظالموں نے آگے بڑھ کر ٹھڈے مار کر تصدیق کی کہ واقعی خطرناک ترین باغی مر چکے ہیں اور پھر وحشیانہ قہقہے لگاتے نئے شکار کی تلاش میں آگے بڑھ گئے...

ہزاروں لاشوں میں دو مزید لاشوں کا اضافہ ہو گیا تھا...ہوائیں ان مقدس جسموں سے ٹکرا ٹکرا کر ماتم کر رہی تھیں...زمین وآسمان اشک بار تھے...عالمی میڈیا پر زور وشور سے اعلان کیا جارہا تھا کہ

''شامی فورسز نے دہشت گردوں کے خلاف کامیاب کارروائی کرتے ہوئے
حلب کے علاقے الفرافرہ کو دہشت گردوں سے آزاد کرالیا ہے''...

اور دور ایک بوڑھا چِلا رہا تھا:

یااِخوان المسلمون! یااخوان المسلمون!

مگر اس کی کمزور آواز ملبہ کے ڈھیر سے ٹکرا ٹکرا کر پلٹ رہی تھی...بھلا اس کمزور آواز میں اتنی سکت کہاں تھی کہ نام نہاد اخوان المسلمون کو خواب غفلت سے جگا سکے... پھر یوں ہی لاشیں گرتی رہیں... حلب جلتا رہا جلتا رہا جلتا رہا... مگر اخوان المسلمون بے خبر رہے... جسد کا ایک حصہ کٹتا اور تڑپتا رہا... یہاں تک کہ مر گیا!!!...

☆☆☆☆☆

بقیہ: اسلام کے خلاف ٹرمپ کی ممکنہ جنگ

القاعدہ اور داعش، جو اب تک تہذیبی تصادم کے نظریے کو فروغ دے رہے ہیں، کو مشرق وسطی اور مغرب ممالک کے اندر سے ہی نئے ریکروٹس مل جائیں گے۔ سیسی کی حکومت نے اگر کسی بڑے انقلاب کا سامنا نہ کیا تو بھی اپنے کرپشن اور بدعنوانی کے سبب بکھر جائے گی۔

بش اور اوباما نے اسلامی مشرق وسطی کو تبدیل کرنے یا اس کے ساتھ امریکی تعلقات کو تبدیل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ ٹرمپ کا مقصد اس خطے اور اس کے مذہب کو مقید کرنا ہو گا۔ سب سے برا نتیجہ یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس میں کامیاب ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆

حلب کی شام

عبداللہ طارق سہیل

چار سال تک اپنی جگہ جمی رہنے والی چٹان آخر کار گر گئی۔ مشرقی حلب (الیپو) پر اس دوران میں ہزاروں بم باریاں ہوئیں۔ جنگ عظیم کے بعد دنیا میں پہلی بار ایسا ہوا کہ کوئی شہر بے دریغ بم باری کی زد میں آیا ہو۔ دوسری جنگ عظیم میں امریکہ نے جرمنی کے چار پانچ شہروں پر ان کی شہری آبادی فنا کرنے کے لیے بم باری کی اور پھر دو جاپانی شہروں پر ایٹم بم برسائے۔ جرمنی کے چار شہروں پر ہونے والی پر ہونے والی غیر ایٹمی بم باری سے ہونے والی ہلاکتوں کی تعداد جاپان پر ایٹمی بم باری سے ہونے والی ہلاکتوں سے زیادہ تھی۔ حلب میں بھی ہسپتالوں اور سکولوں کو مسلسل نشانہ بنایا گیا جس کے پیچھے پاپائے عجم کی یہ ہدایت تھی کہ شام میں الوائٹس کے علاوہ کوئی زندہ نہ بچنے پائے۔ ڈیڑھ دو سال سے حلب کے محاذ پر ایک لاکھ سپاہ عجم ''داد شجاعت'' دے رہی تھی۔ لبنانی ملیشیا کے دس ہزار الگ تھے اور حلب میں معرکہ آرائی کرنے والے مجاہدین کی تعداد محض آٹھ ہزار تھی۔ سپاہ عجم ڈیڑھ سال ڈیڑھ سال کچھ کارنامہ نہ کر سکی۔ ایرانی اپوزیشن کے مطابق حلب کے معرکے میں دس ہزار سے زیادہ ایرانی فوجی ہلاک ہوئے۔ لبنانی ملیشیا (حزب الشیطان) کے بھی دو سے تین ہزار کے قریب جنگ جو مارے گئے لیکن اس کے برعکس مجاہدین کا جانی نقصان محض ایک ہزار رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ یہ سکور شہریوں پر بم باریاں کر کے پورا کیا گیا۔ حلب کا معرکہ اصل میں روس نے جیتا، جس کے لڑاکا طیاروں نے ایک ایک عمارت ملبے کے ڈھیر میں بدل دی۔ سپاہِ عجم نے تو بس یہ ثابت کیا کہ وہ سوا لاکھ ہو تب بھی آٹھ ہزار کو زیر نہیں کر سکتی۔ اب سپاہِ عجم کو جشن مناتے دیکھ کر حیرت ہوئی، یہ کیسے شیر دل ہیں کہ روس کی مدد کے بغیر مٹھی بھر مجاہدین کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے! ہاں ''فتح'' کے بعد انہوں نے رنگ دکھائے۔ تباہ حال ایک ہسپتال پر چڑھ دوڑے، پہلے ایک ایک ڈاکٹر اور نرس کو گولی مار کر ہلاک کیا۔ پھر سارے زیر علاج ایک جگہ اکٹھے کیے، ان کی تعداد ۲۰۰ تھی اور یہ سب بچے تھے یا خواتین۔ انہیں اجتماعی باڑ مار کر قتل کر دیا گیا۔ ایرانی اپوزیشن کی خارجہ کمیٹی کے صدر محمد محدثین نے اطلاع دی ہے کہ مردانگی کا یہ مظاہرہ کرنے والے القدس فورس کے جوان تھے۔ القدس فورس براہ راست پاپائے عجم کی کمان میں ہے۔

حلب کی الفردوس کالونی میں ایک مکان سے ۹ یتیم بچے اور چار بیوہ عورتیں ہاتھ آئیں۔ لبنانی ملیشیا نے بیچ سڑک میں الاؤ دہکایا اور ان سب کو اس میں جھونک کر زندہ جلا دیا۔ عینی شاہدین کے مطابق کسی بچے یا عورت نے جلتے الاؤ سے بھاگنے کی کوشش نہیں کی۔ حمص کے صوبے میں پھر کیمیائی حملہ کیا گیا، بچوں سمیت ۱۰۰ شہری شہید ہوئے اور دنیا اس کیمیائی حملے پر خاموش رہی۔ اب ادلب کی باری ہے جو بڑا شہر نہیں لیکن ایک وسیع علاقے کا مرکز ہے، جس پر مجاہدین کا قبضہ ہے لیکن یہاں مجاہدین کی تعداد ۵ ہزار کے لگ بھگ ہے اور حلب سے بڑھ کر مزاحمت ہو گی۔ شام اور ایران نیز لبنان کی ملیشیا کی مشترکہ قوت بھی شام پر کنٹرول نہیں کر سکتی، اسے روس کی مستقل فضائی مدد کی ضرورت رہے گی۔ اور یہ مانگے تانگے کا ''قبضہ'' آخر کب تک برقرار رہ سکتا ہے؟ اوباما رخصت ہونے والا ہے، اس کے بعد ٹرمپ کا دور آئے گا۔ اگر اس نے کردوں کی سرپرستی کی پالیسی ختم کر دی تو ترکی کی طرف سے شام میں مداخلت کا امکان ہے۔ شام کی جنگ جو طویل عرصہ تک رہے گی اس کا انجام ٹرمپ کی پالیسی کے واضح ہونے کے بعد ہی نمایاں ہو گا۔ اس دوران میں آبزرویٹری نے اطلاع دی ہے کہ شام میں ہلاتوں کی تعداد تین لاکھ بارہ ہزار ہو گئی ہے۔ آبزرویٹری یہ تعداد کم کر کے کیوں بتاتی ہے، یہ پتا نہیں چل سکا۔ صحیح بات یہ ہے کہ اب تک دس لاکھ شہری موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔

ایک ''غلط فہمی'' ایرانی دارالحکومت تہران کے سرکاری پیشوا امامی کاشانی نے دور کر دی۔ کہا: ''حلب میں مسلمانوں نے کفار کو شکست دے دی''۔ گویا شام کی ۷۵ فی صد آبادی ''کفار'' پر مشتمل ہے۔ غلط فہمی یہ ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد پر عمومی اتفاق ایک ارب ۶۰ کروڑ کی گنتی پر ہے۔ صحیح فہمی حضرت کاشانی کی تصحیح کے بعد یوں ہو گی کہ مسلمانوں کی تعداد محض ۱۶ کروڑ ہے، باقی ایک ارب ۴۴ کروڑ 'کفار'۔ واضح رکھنے والی بات یہ ہے کہ امامی کاشانی کوئی انفرادی آواز نہیں، دارالحکومت کے سرکاری پیشوا ہے جس کا تقرر پاپائے عجم براہ راست خود کرتا ہے۔ یوں یہ ''الہامی تصحیح'' اوپر سے آئی ہو گی، ایسا گمان کیا جا سکتا ہے۔ یہ تصیحاتی فتویٰ ایران کے سرکاری عربی ٹی وی 'العالم' پر نشر ہوا اور اگلے روز شائع بھی ہوا۔ فتوے میں یہ نہیں بتایا گیا کہ ایک ارب ۴۴ کروڑ نو دریافت شدہ ''کفار'' کو کاشانی صاحب یا اس کا مصدر اعظم پاپائے عجم 'اہل کتاب' میں بھی شامل سمجھتے ہیں یا نہیں؟ وکی پیڈیا اور دیگر حوالہ جاتی اداروں اور کتابوں کے اگلے ایڈیشن میں امید ہے کہ ریکارڈ درست ہو جائے گا۔ بر سبیل تذکرہ، کاشانی صاحب یہ ارشاد فرمائیں گے کہ ان کی کس کتاب کی رو سے ''کفار'' کے بچوں کو بڑے بڑے الاؤ بھڑکا کر زندہ جلا دینا جائز ہے اور پھر خواتین کی اجتماعی آبروریزی کی گنجائش کہاں سے نکالی گئی ہے؟ حلب ۲۵ لاکھ کا شہر تھا۔ اب اس کی آبادی محض بارہ لاکھ ہے اور یہ بارہ لاکھ بھی مغربی حلب میں رہتے ہیں جس پر سرکاری فوج کا پہلے ہی سے قبضہ ہے۔ مشرقی حلب ایک بھی عمارت سالم نہیں، کوئی مسجد باقی نہیں بچی حتیٰ کے اسلامی فن تعمیر کے شاہکار، تاریخی قلعہ نما مسجد امیہ بھی ایک ڈراؤنا کھنڈر بن گئی ہے۔ یہاں ہزاروں نمازی ہوا کرتے تھے، کل ہی ایک تصویر دیکھی کہ ایک ڈیڑھ درجن افراد کی جماعت نماز ادا کر رہی ہے۔ حلب کا کوئی اسکول باقی نہیں اور کوئی اسپتال بھی باقی نہیں۔ اس کی ویران گلیوں اور سڑکوں پر کوئی کتا نظر آتا ہے نہ بلی۔ انسان تو کیا، کوئی جانور بھی نہیں بچا۔

☆☆☆☆☆

سقوطِ حلب...زخم بھی امتحان بھی!

سعود میمن

بالآخر ہماری بے حسی نے ہمارے دامن پر شرمندگی و ذلت کا ایک اور داغ نقش کیا اور دسمبر کے آخری عشرے حلب شہر کا سقوط ہو گیا،اناللہ واناالیہ راجعون۔

شام میں حالیہ اندوہ ناک سانحے کی دیگر تمام وجوہات میں سے ایک اہم ترین وجہ مجاہدین کے متفقہ نظم کا نہ ہونا ہے...ایک ایسا نظم،امارت وشوریٰ جس کے ماتحت ہو کر شامی محاذ کی تمام مزاحمتی جماعتیں اور گروہ اپنی تمام تر کوششیں ایک مناسب طریقے سے صرف کر سکیں۔علمائے حقہ و شیوخ جہاد بھی اپنی پوری مساعی خرچ کرنے کے باوجود مزاحمتی جماعتوں کو اکٹھا نہ کر سکے تو اس کا ذمہ دار بظاہر وہ طبقہ ہے جو شامی مزاحمت کا ایک بڑا حصہ ہونے کے باوجود نام نہاد مصلحت یا کسی عالمی طاقت کے خوف میں مبتلا ہو کر ،شعوراً یا لاشعوراً اپنی فتح و کامیابی کو چند مقامی و عالمی قوتوں کے فیصلوں اور ارادوں کے مرہونِ منت سمجھتا ہے۔

نامور نو مسلم صحافی بلال عبدالکریم جو آخری وقت تک حلب کے محصورین کے درمیان رہ کر وہاں کی صورت حال سے باہر کی دنیا کو آگاہ کرتے رہے،انہوں نے ان الفاظ میں ترکی اور رجب طیب ارگان کو مخاطب کیا:

> ''اے رجب طیب اردگان تلاوت تو تم بڑی اچھی کر لیتے ہو مگر تم نے شامی مسلمانوں کے دل جیتنے کا ایک اہم موقع گنوادیا،تمہاری افواج حلب سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر موجود تھیں مگر افسوس تم نے یہ موقع گنوادیا۔بہر حال اللہ جو چاہیں وہی ہوتا ہے''۔

ہم تو شروع سے یہی کہتے ہیں کہ وطنی ریاستوں کی قیادت اور افواج سے ایسی امید رکھنا ہی عبث ہے چاہے وہ قیادتیں داڑھی وجبوں،قبوں سے ہی مزین کیوں نہ ہوں۔

حلب کے سقوط سے چند دن پہلے تمام گروہوں نے بالآخر کافی کوششوں کے بعد ابوالعبد اشداء حفظہ اللہ کو متفقہ قائد مان لیا تھا،جنہوں نے سقوط کے بعد اس سانحے کی وجوہات پر روشنی ڈالی،مختصراً یہ کہ انہوں نے جو وجوہات گنوائیں ان میں ''مشترکہ اتحاد کا نہ ہونا، روس و شام کا مجاہدین کو اپنی شرائط منوانے کے لیے ہسپتالوں،عام شہری علاقوں،سکولوں اور بازاروں میں بم باری کرکے عامۃ المسلمین،بچوں،عورتوں کو قتل کرنا،مقامی مزاحم گروہوں کی پشت پناہ طاقتوں(ترکی،سعودیہ وغیرہ)کا ان کو اسلام پسند مجاہدین سے اتحاد، مشترکہ کارروائیوں اور لائحہ عمل اور دفاع سے روکے رکھنا بلکہ انہیں غیر ضروری محاذوں کی طرف منتقل کرنا اور گروہوں کا اسلحے کو استعمال کرنے کی بجائے بے وجہ محفوظ رکھنا وغیرہ شامل ہیں'' ۔

ابوالعبد آشداء نے کہا کہ جب انہیں جنرل لیڈر بنایا گیا تو اس وقت تک دیر ہو چکی تھی اور ہم اہم علاقے کھو چکے تھے اور مزید بچے کھچے علاقے ہاتھ سے نکل رہے تھے۔انہوں نے مجاہدین کے مجموعات و ذمہ داران کو تنبیہ و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ حلب سے سبق سیکھیں اور اتحاد کی جانب قدم بڑھائیں،اس سے قبل کہ حلب کی تاریخ دیگر علاقوں میں بھی دہرائی جائے۔

اگر جذبات کے دھارے میں بہنے کی بجائے ہمارے دینی فکر رکھنے والے محترم احباب غور و فکر کریں تو انہیں معلوم ہو گا کہ جس طرح افغانستان کے مسلمانوں پر تباہی و بربادی اور ظلم وستم مسلط کرنے میں جو کردار پاکستان نے ادا کیا ہے،ترکی بھی شامی مسئلے میں بعینہٖ اسی ڈگر پر چل رہا ہے۔اگرچہ پاکستان کے خوف ناک کردار سے اس کی مماثلت نہ نظر آتی ہو اور ترکی کی قیادت بظاہر کتنی ہی مخلص کیوں نہ لگے مگر حقیقت بہر حال یہی ہے اور شامی تجزیہ نگار بھی اسی کی جانب اشارہ کر رہے ہیں۔

آج فری سیرین آرمی ودیگر متعدد مزاحمتی و جہادی جماعتوں ورہنماؤں کو ایک مشترکہ اتحاد کا حصہ بننے سے روکنے والی سب سے بڑی قوت ترکی ہی ہے۔ایک طرف جب شامی محاذ کی رہ نمائی کرنے والے علما اور شیوخِ جہاد ،عسکری کمان دان اور رہ نما یہاں تک کہ تمام جماعتوں سے تعلق رکھنے والے مخلص کارکن بھی اتحاد کی روح پرور صدا لگا رہے ہوں ، ایسے میں چند شخصیات اور گروہوں کا ترک ودیگر عربی ممالک کی حکومتوں کی ایما پر ایسے مبارک قدم کے موقف اختیار کرنا شامی عوام اور شامی مزاحمت کو کیسا ناقابل تلافی نقصان پہنچا رہا ہے'اس امر کو جاننے کے لیے حلب کا سقوط ہی کافی ہے۔

آج تو یہ حالت ہے کہ شامی جہاد کی اہم جماعت احرار الشام کے اندر علیحدہ صف بندی ہو رہی ہے اور وہ بھی اسی دباؤ کے لیے ہے کہ جلد از جلد اتحاد کی جانب بڑھا جائے مگر پھر بھی ایسے کسی اتحاد کا منظر عام پر نہ آنا خطے میں بچھائی گئی امریکی بساط کی طرف اشارہ کرتا ہے۔آج کون نہیں جانتا کہ شام کے متعلق ترکی کا ہر فیصلہ اسلام و مسلمانوں کی بجائے امریکہ و روس جیسی شیطانی قوتوں کی ایما پر ان کے اس خطے میں موجود مفادات کے تحفظ کی بنیاد پر ہو رہا ہے۔ ترک قیادت کے ان اسلام دشمن اقدامات کی اگر زیادہ سے زیادہ کوئی توجیح کی جاسکتی ہے تو وہ ترک قوم پرستی یا وطنیت(سب سے پہلے ترکی)ہی کا فلسفہ ہے ورنہ اسلام اور مسلمین کی اعانت سب کھوکھلے دعوے اور نعرے ہی ہیں۔ایسی رومانیت پسندی سے کم از کم دین دار احباب کو جلد چھٹکارا پانا ہو گا قبل اس سے کہ بغداد،کابل وسری نگر اور حالیہ حلب و موصل کی تاریخ ہم پر نہ دہرائی جائے!

شامی عوام اور مجاہدین جو اس سانحے کا براہِ راست شکار ہیں،ان میں سے اکثر اتحاد کے پر جوش داعی ہیں۔اسی وجہ سے جب حلب کے سقوط کی دلدوز اطلاعات ادلب کے شہریوں تک پہنچیں تو انہوں نے مزاحمتی مجموعات پر اتحاد کا دباؤ ڈالنے کے لیے مظاہرے شروع کر دیئے،ان مظاہروں میں کچھ مجموعات کے عام مجاہدین نے بھی شرکت کی اور بعض نے تو

اس آواز میں آواز ملانے کی غرض سے اپنے تنظیمی ناموں اور جھنڈوں والی شرٹیں بھی جلا ڈالیں۔ اللہ جل شانہ ان کے جذبات وقربانیوں کی بدولت ان کی مشکلات آسان اور مجاہدین کا اتحاد مقدر فرمائیں، آمین۔

امت کی بے بسی کا مظہر ہے کہ اب سقوط اور ذلت آمیز معاہدوں اور سودوں کو ہی کامیابی سمجھا جانے لگا ہے۔ آج کی اس زوال پذیر حالت کو دیکھ کر عظمتِ رفتہ کی یادوں سے منہ موڑنا ہی تو آخری درجے کی بے یقینی ہے۔ آج جب حلب کے محصور مسلمین آزادی و فرحت کی سانسیں لے رہیں ہیں تو سب سے زیادہ خوشی ہم کو ہی ہے لیکن اس سقوط کی وجہ سے جو زخم لگے ہیں ان کا مداوا کرنا بھی ہماری اولین ذمہ داری ہے اور ان زخموں کا مداوا صرف یہی ہے کہ دوبارہ حلب ودمشق کو آزاد کرایا جائے۔

یہ جدید ذرائع ابلاغ کا ہی کمال ہے کہ لاکھوں معصوم جانوں کے ضیاع پر تو زبان بالکل ہی ساکت وبے جان رہے مگر قاتل قوت (روس) کے ایک اعلیٰ عہدے دار کے مارے جانے کا غم کسی نام نہاد اعتدال پسند یا مصلحت پسند کو چین نہ لینے دیتا ہو صرف اس وجہ سے کہ اس پر ''سفیر'' کا لیبل لگا ہوا تھا!!

سیکولرز اور نام نہاد معتدل طبقے اور افراد جو مسلم مقبوضات میں مسلم آبادی کے خلاف جاری قتل وغارت پر کسی قسم کا ردعمل دینے کو جرم سمجھتے ہیں اور ان سانحات پر سے توجہ ہٹانے واسطے انہیں عالمی طاقتوں یعنی روس وامریکہ کی آپسی جنگ کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں' وہی لبرلز اور ان کے ہمدرد ان ظالم طاقتوں کے کسی ایک سرکاری اہل کار کے مرنے پر ہفتوں تک کیفیت سوگ میں رہتے ہیں... حالت یہ ہے اور دعوے انسانیت کے ہوتے ہیں اور نعرے اخلاقیات کے!

اسی طرح چند ''اسلام پسند'' احباب کو حلب یا امت کی نہیں بلکہ ریاستِ ترکی کی زیادہ فکر ہے۔ جی ہاں اس ریاست یا ریاستی انتظامیہ کی جس نے داعش پر حملے کے شوق میں روس سے حلب کا سودا کیا، ان کے شوق کا تعین امریکہ نے کیا اور سودے بازی کا مطالبہ روس کی جانب سے کیا گیا۔ سفیر کے قتل پر بحث کو گرم رکھنے والے احباب کو یہ بھی یاد دلاتے چلیں کہ الباب کو داعش سے چھیننے کی غرض سے جاری آپریشن میں ترکی فضائیہ کے مسلسل حملوں میں درجنوں معصوم مسلمانوں کی شہادت پر بھی کچھ فتاویٰ، کچھ دل کی نرمی، کچھ اسلام کا خیال، کچھ حق کا پاس ہونا چاہیے! یا آپ بھی خدانخواستہ الحاد وسیکولرازم کے مقابلے کے شوق میں کہیں ان سے مرعوب تو نہیں ہو گئے! اگر آپ کا مجاہدین سے اختلاف واقعی شرعی اصول وضوابط پر ہے، آپ واقعی اسلام و مسلمین کی خیر خواہی کے جذبات سے لبریز ہیں اور سیکولر و لبرل طبقوں کے سامنے اپنے ''امن پسند'' ہونے کا ثبوت پیش نہیں کرنے کے خواہاں نہیں ہیں تو کیا وجہ ہے کہ الباب میں ترک فضائیہ کی ظالمانہ بمباری، یمن میں عامۃ المسلمین پر ہونے والے سعودی حملوں اور وزیرستان و بلوچستان کے مسلمانوں پر ہونے والے پاکستانی فوج کے ظلم وتشدد کی لرزہ خیز تاریخ پر آپ کی زبانیں گنگ اور قلم خاموش ہیں۔ پیارے بھائیو! آج ہمیں تو جذباتی کہہ کر آپ دامن چھڑا لیں گے، کل خدا تعالیٰ کے دربار میں ان مظلوم مسلمانوں نے فریاد کر دی کہ یہ ملحد روسی ''سفیروں'' کے غم میں تو بولتے نہیں تھکتے تھے مگر ہمیں صرف اس لیے بھلا دیا گیا کہ ہمارے قاتل ان کی پسندیدہ حکومتیں تھیں، تو کیا جواب ہوگا؟!

یہی عجیب رویے ہیں جن کا ہمارے دین دار احباب بھی شکار بن چکے ہیں۔ ان میں سے ایک وطنیت کی بنیاد پر اسلام وامت کے مسائل کو پرکھنا ہے۔ آج جب کہ پوری امت درد والم اور ظلم وستم کا شکار ہے تو ایسے میں عالمی قوتوں کی پراکسی کا کردار ادا کرنے والی ریاستوں پاکستان، سعودیہ وترکی کو اسلام اور مسلمانوں کا نمائندہ اور بقا کی واحد علامت سمجھنا حد درجہ سادہ لوحی ہے کہ جس کا خمیازہ ہم پہلے سے ہی بھگت رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ایک سنت ہے، ایک ضابطہ اور اصول ہے، ہم نے امت کو تڑپتا دیکھا اور بے حس وبے سدھ پڑے رہے' اس لیے خاکم بدہن اب ناممکن ہی ہے کہ ان حالات وآزمائشوں سے ہم بچ پائیں۔ اگر ہم نے آج بھی اسلام کے عالمگیری فلسفے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلے الفاظ کے مطابق: مَثَلُ الْمُؤمِنِينَ فِي تَوَادِّهِم وَتَرَاحُمِهِم وَتَعَاطُفِهِم كَمَثَلِ الْجَسدِ الْوَاحِدِ إِذَا اشْتَكَىٰ مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَىٰ لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهرِ وَالْحُمَّىٰ) کی بجائے اپنی اپنی ریاستوں میں رہ کر اپنے چھوٹے چھوٹے حقوق کی فکر جاری رکھی تو اس آزمائش سے نبرد آزما ہونا کیونکر ممکن ہوگا؟

جن وطنی محبتوں نے عصبیتوں کی شکل اختیار کر لی ہے، آج بھی وقت ہے کہ ہم ان سے فکری اور شعوری طور پر الگ ہو جائیں۔ ہم نے امت کو بچانا ہے نہ کہ زمینی ٹکڑوں پر بکھرے چند انتظامی ڈھانچوں کو جو صلیبیوں کی منشا ومراد کو حرفِ آخر سمجھتے ہیں۔ یہ یہود ونصاریٰ کے کھینچی ہوئی سرحدیں اور بنائی گئی مملکتیں ہیں جن میں مسلمانوں کو چند سہولتیں اور آسانیاں فراہم کر دی گئی ہیں لیکن ان کے بدلے امت کا تصور' افرادِ امت کے ذہن میں گہنایا گیا ہے بلکہ اس تصور کو کھرچ کھرچ کر ذہنوں سے نکالا گیا ہے۔ گویا ہم کپڑے پر لگے پیوند کے بقدر آسانیوں کے بدلے ''جسد واحد'' کے دینی وشرعی فلسفہ سے بے گانہ ہو چکے ہیں! اور کیوں نہ ہوں کہ وہن ووطنیت نے ہماری قوتِ ارادی کو بھسم کر کے رکھ دیا ہے۔

آج جب کئی دین دار احباب کو ''اسلامی'' کہلائے جانے والے ممالک کی عسکری ترقی پر خوش ہوتے دیکھتے ہیں تو وہ اہلِ بصیرت یاد آتے ہیں جو ان اسلحہ خانوں کو امت کے سینے چھلنی کرنے والا ترکش بتاتے ہیں۔ آج ہم مسلمان پوری دیانت داری سے جن ریاستوں کو معاشی، عسکری، سیاسی طور پر مضبوط کرنے میں اپنے دن رات ایک کیے ہوئے ہیں ان کی ساری معیشت، سارا اسلحہ وگولہ بارود، سارے سیاسی حربے اور ساری ٹیکنالوجی وافرادی قوت مسلمانوں اور اسلام کے خلاف صرف ہو رہی ہے۔ اب سنا یہ ہے کہ عسکری مشاورت، اسلحے و دیگر مدات میں تعاون کرنے والے مصری طاغوت سیسی نے ''امن

فوج'' کے نام پر مصری فوجی دستے شام بھیجنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اس لیے ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ان نیشن سٹیٹس کی افواج نے اپنی تاریخ میں کوئی ایک بھی ایسی گولی نہ چلائی ہو گی جو خالصتاً اسلام کے لیے ہو کیونکہ ان کے لیے ملکی اور ملو کی مفادات اصل ہیں۔ کیا آج وہ وقت نہیں آیا کہ ہم ان زمینی ٹکڑوں کے حصار سے باہر نکل کر امتِ محمد یہ صلی صاحبھا السلام کی فکر کر سکیں۔ آخر کب تک ان ٹکڑوں میں بٹ کر ان جابر اور ایجنٹ حکومتوں سے اپنے حقوق کی بھیک مانگتے رہیں گے؟!

یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ نیشن سٹیٹس بہر حال باقی نہ رہیں گی! لیکن اسلام، شریعت و دین اور دعوت و تبلیغ، جہاد و قتال اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر، باذن اللہ قائم و دائم رہیں گے! صدام حسین کی فوج آج ماضی کا قصہ ہے اور عراق کے حصے بخرے ہو چکے اور یہی کہانی اپنا آپ دہرانے ہر اسلامی ملک کا رخ کر رہی ہے، مگر ہم اس حق و باطل کی شدید کشمکش کے دور میں اپنا آپ بچانے میں مگن اور ارد گرد کی خبر ہونے کے باوجود زبردستی بے خبر بنے بیٹھے ہیں۔

ایک امر اور ہے جو اپنے نتائج کے اعتبار سے انتہائی خطرناک ہے وہ یہ کہ داعش اور دیگر تکفیری فکر رکھنے والے گروہ یا وہ جن کے ہاتھ خونِ مسلم سے رنگے ہوئے ہیں ان کا رد کرنا اور ان کی غیر شرعی حرکات پر نکیر کرنا بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ داعش جیسی تنظیموں اور مزعومہ ''خلافت'' کے جرائم کو بیان کرتے کرتے 'اُن اکابر مجرمین سے صرف نظر نہ کیا جائے جنہوں نے دنیا بھر کے خطوں میں مسلمان امت کا بے دریغ خون بہایا ہے۔ بلاشبہ غلو اور خارجی نظریات کی ان ان سب جماعتوں اور افراد کے جرائم آج کی عالمی و مقامی قوتوں میں سے کسی ایک بھی ظالم قوت کے برابر بھی نہیں ہیں۔ جتنے قتلِ عام آج کا ایک مقامی طاغوت بھی ایک ہلے میں کر گزرتا ہے ایسے سانحات داعش جیسی انتہا پسند تنظیموں کے ہاتھوں سے بھی رونما نہ ہو سکے، مگر ناس ہو مرجئۃ العصر کا کہ داعش کی آڑ میں تمام مجاہدین کو مطعون کرتے ہیں اور ''کلمہ گو'' حکمرانوں اور اُن کے صلیبی، صیہونی اور ملحد آقاؤں کی چاپلوسی کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے!

آج امت کا نعرہ بلند کرنے والی کوئی بھی جماعت مطعون ٹھہرتی ہے، سب مسلم مصلحین کے تیر و تلوار انہی جماعتوں اور افراد کی نظریاتی سرکوبی کا مقصد لیے ہمہ وقت تیار ہیں جو امت کی فکر کے لیے ہر قسمی قربانیاں دے رہی ہیں۔ افسوس مگر اس بات کا ہے کہ یہاں تو یہ معاملہ ہو کہ ایک ایک معاملے پر برأت کا اظہار اور شدت پسندی کے الزام حاضر ہوں، مگر وہ ظالم طبقہ جو مسلم امہ پر مسلط ہے اور خون مسلم کو ارزاں جان کر اس کی ندیاں بہانے میں مشغول ہیں، ان کے مظالم پر ان مصلحین کی زبانیں گنگ اور قلم ٹوٹ جاتے ہوں۔

یہ تو چند گزارشات تھیں جو بالخصوص حلب کی صورت حال اور بالعموم امت کی حالت کے پیش نظر گوش گزار کی گئیں۔ اب شام کی سرزمین میں جاری معرکہ پر مزید نظر ڈالتے ہیں

یہاں تمام تر آزمائشوں کے باوجود معاملہ اتنا بھی مایوس کن نہیں ہے۔ شامی فوج اپنی تین چوتھائی ایوی ایشن قوت سے ہاتھ دھو چکی ہے اور فی الوقت اس کے پاس چند درجن ہیلی کاپٹر باقی بچے ہیں جن کی تعداد ۵۰ سے بھی کم ہے، جب کہ باقی انحصار روسی فضائی پر ہے۔

شام کی زمینی صورت حال یہ ہے کہ حلب کے بعد اب رافضی دشمن نے دمشق کے نواح میں الغوطہ، وادی بردی و دوسرے محصور مزاحمتی گڑھ سمجھے جانے والے علاقوں پر پوری توجہ مرکوز کر دی ہے۔ دوسری جانب یہ اطلاعات موصول ہو رہی تھیں کہ بشاری افواج اب ادلب کا رخ کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہیں، لیکن حماہ میں مجاہدین نے دوبارہ لڑائی میں مستعدی دکھائی ہے اور اللاذقیہ میں بھی بشاری ملیشیات کے خلاف اپنے مورچوں کو مضبوط کیا ہے جس کی وجہ سے دشمن مصروف ہے اور اسے اپنے دیگر عزائم پر عملدر آمد مشکل ہو گیا ہے۔

بہر حال تمام تر آزمائشوں کے باوجود معاملہ اتنا بھی مایوس کن نہیں ہے۔ شامی فوج اپنی تین چوتھائی ایوی ایشن قوت سے ہاتھ دھو چکی ہے اور فی الوقت اس کے پاس چند درجن ہیلی کاپٹر باقی بچے ہیں جن کی تعداد ۵۰ سے بھی کم ہے، جب کہ باقی انحصار روسی فضائی پر ہے۔

۲۰۱۶ء میں بشار الاسد کے ۱۰ میجر جنرل، ۵۷ بریگیڈیئر جنرل، ۷۱ کرنل اور ۳۵ لیفٹیننٹ کرنل مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہوئے جب کہ بشاری افواج کے عام اہلکاروں، ایرانی و دیگر ملیشیات عناصر کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ دمشق و غوطہ کا محاذ بھی آج کل زیادہ گرم ہے مگر الحمد للہ خدا تعالیٰ کی نصرتوں سے بشاری ملیشیات کے نقصانات کا تخمینہ کچھ یوں ہے:

سال ۲۰۱۶ میں دمشق کے مضافاتی محاذ پر ہونے ولے معرکوں میں کل ۱۶۵۹ بشاری و اس کے ہمدرد رافضی ہلاک ہو چکے ہیں جب کہ صرف دسمبر کے مہینے میں یہاں ۳۲۵ فوجی اہل کار مارے گئے، وللہ الحمد۔

انقرہ معاہدے کا شور:

آج کل شام کے تناظر میں انقرہ معاہدے کا شور ہر سو پھیلا ہے، ترکی کی تمام تر کوششوں کے باوجود احرار الشام نے معاہدے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا ہے، ۳۰ دسمبر کو لاگو ہونے والا سیز فائر سابقہ معاہدوں کی طرح روس و بشار نے بموں کی نوک پر اڑا دیا اور سیز فائر کے پہلے ہی دن شام کے مختلف علاقوں میں بشار و اس کے اتحادیوں نے ۴۳ عام مسلمان شہریوں کو شہید کر ڈالا جن میں چند بچے بھی شامل تھے اور آج ان سطور کو رقم کرتے وقت بھی اس نام نہاد سیز فائر کے باوجود تمام تر ڈھٹائی کے ساتھ رافضی و کیمونسٹ افواج اپنی پرانی روش پر قائم ہیں۔ یہ معاہدے اور ان کے بعد کی صورت حال ان مسلم مفکرین و دانشورانِ قوم کے لیے بھی باعثِ عبرت ہے جو نام نہاد امن مذاکرات و معاہدوں کو مسلمانوں کو درپیش تمام مسائل کا واحد حل بتلاتے ہیں۔

معاہدے کے ضمن میں ایک اور مسئلہ یہ پیش آ رہا ہے کہ جیش الحر (فری سیرین آرمی) معاہدے کی کچھ اور شقیں پیش کر رہے ہیں جب کہ بشاری افواج اس معاہدے کو کسی اور

مطلب میں لے رہی ہیں۔ جیش الحر نے الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ روس نے معاہدے میں طے پانے والی شرائط و نکات کا ردو بدل کر دیا ہے۔ میدانوں کی جنگ کو ایوانوں میں ہرانے کے لیے غدارانِ امت اپنی پوری کوشش کے ساتھ منہمک ہیں مگر میدان میں موجود صالح، باشرع اور سلفِ صالحین کے منہج پر کاربند شرعی و جہادی قیادت کی موجودگی نے دشمن کے ارادوں پر پانی پھیر دیا ہے۔

اتحاد کے لیے شامی علما کا فتویٰ:

عین اس وقت کہ جب ترکی و روس 'معاہدہ معاہدہ' کھیل رہے تھے، شام کے ۱۷ جید علماء نے فتویٰ جاری کر کے شامی مزاحمت کے تمام گروہوں پر اتحاد کو واجب قرار دیا۔ اس فتوے کو جاری کرنے والے جید علما و شیوخ میں شیخ عبداللہ المحیسنی حفظہ اللہ و شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ سمیت دیگر کئی علمائے حقہ شامل تھے۔ جن کے اس مبارک فتوے کی توثیق وحمایت کرنے والوں میں احرار الشام کے ۴۲ علما و مفتیان، جبھہ فتح الشام کے ۲۶ علما، اجناد الشام کے امیر جناب عبدالحکیم الشیشانی، شامی مزاحمت کی کوریج کرنے والے ۱۲ میڈیا اداروں سمیت سیکڑوں علما و مشائخ اور دیگر مجاہدین شامل ہیں۔

شامی مسلمانوں کی نسل کشی :

شامی مسلمان کئی سالوں سے ظلم و تعذیب کا نشانہ بن رہے ہیں اور اس سال بھی شام میں ۱۸۵۶۲ عام مسلمان شہری شہید ہوئے جن میں سے ۲۵۷۷ بچے، ۱۵۵۴ خواتین بھی شامل تھیں جب کہ قید و بند کی صعوبتوں کے دوران بشاری ظلم سے ۴۱۲ افراد شہید ہو گئے۔ ان میں سے دس ہزار سے زائد (تقریباً ۱۰۱۵۵) مسلمان شہری اسدی افواج و ملیشیات کے ہاتھوں، ۴۶۹۳ روسی افواج و فضائیہ، ۶۳۳ داعش کی کارروائیوں میں، ۴۷۱ صلیبی اتحاد (امریکہ و عرب ممالک)، ۴۳۴ کرد جنگ جوؤں جب کہ ۱۳۹ ترکی کی بم باری میں شہید ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بشاری و اتحادی افواج کی عوام دشمن کاروائیوں کا اندازہ اس خبر سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف صوبہ حلب میں سال ۲۰۱۶ء میں ۳۸۷۷ عام شہری شہید ہو گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جبھہ فتح الشام، شہداء کا قافلہ:

جہادِ شام کو بامِ عروج ملتے ہی امریکی گدھ اس مبارک جہاد پر ٹوٹ پڑے۔ سیاسی معاملات کے ذریعے مجاہدین کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوششیں کی گئیں اور مجاہدین کو خالص شرعی اہداف سے موڑ کر جمہوری و دیگر لاحاصل چکروں میں ڈالنے کے لیے ایجنٹ ممالک کے ذریعے ڈورے ڈال جاتے رہے جو اب زیادہ شدت سے جاری ہیں۔

عسکری محاذ پر بھی شامی جہاد کو زِک پہنچانے کی غرض سے امریکہ نے اہم ترین جہادی قیادت کو نشانہ بنانے کا سلسلہ شروع کیا۔ ایجنٹ عرب ممالک اور ہمسائے ترکی کے ائیر بیسز کی مدد سے ڈرون اور فائٹر جیٹ طیاروں کی مدد سے نئی فضائی صلیبی جنگ چھیڑی گئی ہے جس کا شکار عام مسلمان اور شامی جہادی قیادت ہے۔ ۳ جنوری ۲۰۱۷ء کو مجاہدین کے گڑھ ادلب کے علاقے سرمدا میں جبھہ فتح الشام کے مراکز پر صلیبی عربی اتحاد کے طیاروں نے شدید بم باری کی جس کے نتیجے میں متعدد قائدین اور امرا سمیت ۲۵ مجاہدین شہید ہو گئے، جب کہ کئی زخمی ہیں۔

شامی جہادی مجموعات کی جانب سے اس موقع پر تعزیت جاری کی گئی اور امریکہ کی اصلیت ایک بار پھر کھل کر سامنے آئی ہے جس کی وجہ سے شام اور جبھہ فتح الشام کے حوالے سے امریکی پوزیشن مزید کمزور ثابت ہو رہی ہے۔ واضح رہے کہ یہ حملہ اس وقت کیا گیا جب دو روز قبل مجاہدینِ جبھہ فتح الشام ہی کی گاڑیوں کو فضائی حملوں کو نشانہ بنایا گیا، اللہ ان تمام شہدا کی شہادت قبول فرمائیں، آمین۔

☆☆☆☆☆

"اے فرزندانِ امت! تمہارے سامنے پر خطر راستوں کا چوراہا ہے اور امت کی یہ بیداری اسے اللہ سے باغی حکمرانوں کی خواہشات، ان کے وضع کردہ قوانین اور صلیبی تسلط کی غلامی سے آزادی دلانے کا تاریخی اور نادر موقع ہے۔ اس موقع کو ضائع کر دینا بڑا گناہ اور بہت بڑی نادانی ہو گی کیونکہ امت اس موقع کی کئی دہائیوں سے منتظر تھی لہٰذا اس موقع کو غنیمت جانو، سارے بت توڑ ڈالو، اور عدل و ایمان کو قائم کر دو۔
جن خطوں میں عامۃ المسلمین ابھی تک بیدار نہیں ہوئے انہیں بیداری کے لیے تیار کرنے، وہاں تبدیلی کے عمل کی ابتدا کرنے اور اسے پہلے ضروری تیاریوں کے سلسلے میں ان کے ساتھ تعاون کریں کیونکہ تاخیر سے موقع کھو دینے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں جب کہ درست اور مناسب وقت سے پہلے پیش قدمی کی سورت میں زیادہ قربانیاں دینا پڑتی ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ تبدیلی کی یہ ہوائیں باذن اللہ سارے ہی عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گی۔ چنانچہ نوجوانوں کا چاہیے کہ وہ اپنے اندر پیش آمدہ حالات سے پیدا ہونے والی صورت حال کے مطابق حکمت عملی وضع کرنے کی صلاحیت پیدا کریں۔۔ کسی بھی حتمی اقدام سے قبل ایسے مخلص ماہرین سے ضرور مشورہ کر لیں جو نہ پیچ کی راہیں تلاش کرنے کے متمنی ہوں اور نہ ہی ظالم حکمرانوں کی چاپلوسی کرتے ہوں"۔

شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمہ اللہ

سقوطِ حلب کی وجوہات

شیخ ابو العبد اشداء حفظہ اللہ

ابو العبد بھائی تفصیل سے بتاتے ہیں کہ حلب کے سقوط کی سب سے بڑی وجہ مختلف جماعتوں میں اختلافات اور تنازعات تھے۔ ہر ایک جماعت 'دوسری جماعت سے اپنا عسکری کام اور ساز و سامان چھپاتی رہی۔ جب جبہۃ فتح الشام اور احرار الشام جنگ کے لیے اسلحہ وغیرہ خرید رہے تھے تو دوسری جانب یہ جماعتیں اپنے گوداموں میں ہر قسم کا اسلحہ اور رسد بھر رہے تھے جو بعد میں حلب چھوڑتے وقت انہوں نے روافض کے لیے چھوڑ دیا۔ جب آخر میں سب مجبوراً متحد ہو گئے اور ابو العبد کو اپنا امیر بنایا تو کافی دیر ہو چکی تھی۔ جب ان کی نامزدگی ہو رہی تھی تو ایک ایک کر کے علاقے چھنتے جا رہے تھے اور کئی جماعتوں میں تو بشار کے خفیہ لوگ بھی شامل ہو گئے تھے۔

منقسم ہونے کی وجہ سے ان کے لیے یہ بھی آسان تھا کہ فسادیوں اور ناانصافی کرنے والے مجرموں کا محاسبہ کر سکیں جنہوں نے جہاد اور حلب کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ اس لیے ابو العبد بھائی مجاہدین کو نصیحت کرتے ہیں کہ جلد از جلد متحد ہو جائیں تاکہ جو تجربہ حلب میں ہوا وہ کسی دوسری جگہ پر نہ دہرایا جائے۔

حلب کے سقوط کی دوسری بڑی وجہ روافض کی طرف سے بڑے پیمانے پر عام لوگوں کا قتل عام کرنا ہے جس میں انہوں نے نہتے شہریوں، ہسپتالوں، سکولوں، ہوٹلوں اور عوامی مقامات پر وحشت ناک بم باریاں کیں۔ انہوں نے عورتوں اور بچوں کو بے دردی سے مار کر مجاہدین پر دباؤ ڈالا۔

تیسری وجہ دین سے دوری ہے۔ بہت سی جماعتیں اس بات کا کوئی خیال نہیں رکھتیں کہ ان کی سپاہیوں کی دینی اور ایمانی حالت کیا ہے۔ ان کی توجہ صرف اس بات پر ہوتی ہے کہ کس طرح اپنی تعداد کو زیادہ سے زیادہ بڑھائیں تاکہ دیگر جماعتوں سے ان کی حسد میں کمی آجائے، اور پھر جنگ میں حالات سخت ہونے پر سب سے پہلے بھاگنے والے انہی کے سپاہی ہوتے ہیں۔

چوتھی وجہ جماعتوں کی طرف سے جنگ کی مناسب تیاری نہ ہونا ہے۔ ان کے زیادہ تر سپاہی اس قسم کی جنگ کے لیے بالکل بھی تربیت یافتہ نہیں تھے۔ دفاعی خطوط بہت کمزور تھے اور بہت سے نوجوان نادان قسم کی غلطیوں کی وجہ سے قتل ہوئے۔ کچھ مجموعات کے امرا تو شیخی بھی بگھارتے تھے کہ ان کے اتنے افراد قتل ہوئے، جن کو انہوں نے اس طرح مرنے دیا۔

پانچویں وجہ حلب کے بارے میں عالمی سازشیں تھیں۔ حلب کو عالمی مارکیٹ میں بیچ دیا گیا تھا۔ پوری دنیا کے سامنے حلب کو تباہ کر دیا گیا۔ یہاں تک کے انقلاب کے دوست سمجھے جانے والے ملکوں نے بھی اپنے ہاتھ کھینچ لیے اور ایسی معمولی مشینیں دینے سے بھی انکار کر دیا جن کے ذریعے سے زیر زمین سرنگ کھود کر محاصرہ توڑا جا سکے۔ یہ ظلم بھی کافی نہ تھا کہ انہوں نے کچھ جماعتوں کو بھی حلب میں اپنے بھائیوں کی مدد کرنے سے روک دیا۔ مثال کے طور پر کتیبہ الاشداء نے احرار الشام اور جبہۃ فتح الشام کے ساتھ مل کر حلب کے قلعے تک ٹنل کھودنے سے انکار کر دیا جہاں پر روافض بڑی تعداد میں جمع تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ ان کی جماعت کی ملکیت ہے اور انہوں نے دھمکی بھی دے ڈالی کہ اس کے قریب نہ جایا جائے۔

اس کے علاوہ حلب کے شمالی اور مشرقی جانب موجود کافی جماعتوں والے اپنے آقاؤں کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے حلب کو چھوڑ کر نکل گئے تاکہ وہ دیگر شمالی علاقوں میں لڑ سکیں۔ پس یہ علاقے سب سے پہلے بشار کی جھولی میں گرے۔ شمالی علاقوں میں چلنے والے 'فرات شیلڈ' آپریشن کا اور کچھ فائدہ نہ نکلا مگر حلب پر بوجھ کے علاوہ۔ ان ممالک نے کئی گروہوں سے جھوٹے وعدے کر کے انہیں حلب سے نکالا جس نے مزاحمت کی روح کو کچل دیا۔ پس انہوں نے کئی دفاعی محاذوں کو چھوڑ دیا۔

چھٹی وجہ جیش الفتح کی جانب سے حلب کا محاصرہ توڑنے کی دوسری کارروائی کا لیٹ ہو جانا تھا جس کی وجہ سے روافض کو اپنے صفیں مضبوط کرنے اور فوج کے ذریعے سے حلب کو مزید دباؤ میں لانے میں کامیابی ہوئی۔ دوسری کارروائی میں ناکامی کے بعد بھی انہوں نے پھر کوئی اور محاذ نہ کھولا تاکہ روافض کی توجہ ادھر مبذول ہو سکے اور حلب پر دباؤ کم ہو۔ یوں روافض پوری طرح سے متوجہ ہو کر حلب پر حملہ آور ہوئے۔

ساتویں وجہ حلب کے اندر جبہۃ فتح الشام اور احرار الشام کا نہ ہونا ہے کیونکہ حلب کے اندر زیادہ تر دیگر جماعتیں تھیں جن کو اسلحہ اور دیگر ساز و سامان ملتا تھا۔ پس آخر میں چند ہی جواں مرد رہ گئے جو آخر تک داد شجاعت دیتے رہے۔ مگر آخر میں رافض اہل سنت کے شہر حلب میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے اور اسے اپنا مستقر بنالیا۔ ہم یہ کہہ سکتے کہ چند مٹھی بھر مجاہدین نے لاتعداد رافض کا سامنا کیا اور بیش بہا قربانیوں کے ساتھ اس کا دفاع کرتے رہے۔ مگر اللہ کو یہی منظور تھا۔

لیکن ان شاءاللہ ہم دوبارہ آئیں گے چاہے یہ ہمیں کتنی ہی مہنگی کیوں نہ پڑے۔ جتنے نوجوان پڑوسی ملکوں کو ہجرت کر چکے ہیں ان کو اپنی زمین واپس لینے کے لیے آنا ہو گا۔ اگر آپ نہیں آئیں گے تو کون اس سرزمین کا دفاع کرے گا؟

آخر میں میں تمام امرا کو متحد ہونے کی اپیل کرتا ہوں تاکہ حلب کے سقوط جیسے سانحات کو دوبارہ نہ دہرایا جا سکے۔ اہل شام اور دیگر جماعتیں کو چاہئے کہ تمام حریت پسندوں کو متحد کرنے کے لیے ان پر دباؤ ڈالیں۔

☆☆☆☆☆

ابھی برما کے جنگل میں درندے دندناتے ہیں...

رحمت اللہ جوگیزئی

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ (الانفال: ۷۳)

''جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اگر تم یوں نہ کرو گے تو فتنہ پھیلے گا ملک میں اور بڑی خرابی ہو گی''۔

مولانا شبیر احمد عثمانی نوراللہ مرقدہ اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

''یعنی مسلمان اور کافر میں نہ حقیقی رفاقت ہے، نہ ایک دوسرے کے وارث بن سکتے ہیں۔ہاں کافر، کافر کا رفیق و وارث ہے بلکہ سب کفار تم سے دشمنی کرنے کو آپس میں ایک ہیں، جہاں پائیں گے ضعیف مسلمانوں کو ستائیں گے۔اس کے بالمقابل اگر مسلمان ایک دوسرے کے رفیق اور مددگار نہ ہوں گے یا کمزور مسلمان اپنے کو آزاد مسلمان کی معیت ورفاقت میں لانے کی کوشش نہ کریں گے تو سخت خرابی اور فتنہ بپا ہو جائے گا یعنی ضعیف مسلمان مامون نہ رہ سکیں گے''۔(تفسیر عثمانی)

کفار کی مسلمانوں کی نسل کشی کے لیے ہونے والی صف بندی اور اتحاد کا اشارہ حدیث میں بھی ملتا ہے۔حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''وہ وقت قریب آتا ہے جب تمام کافر قومیں تمہیں مٹانے کے لیے (مل کر سازشیں کریں گی اور) ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی جیسے دستر خوان پر کھانا کھانے والے (لذیذ) کھانے کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہماری قلتِ تعداد کی وجہ سے ہمارا یہ حال ہو گا۔فرمایا: نہیں بلکہ تم اس وقت تعداد میں بہت ہو گے، البتہ تم سیلاب کے جھاگ کی طرح ناکارہ ہو گے، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اور دبدبہ نکال دیں گے اور تمہارے دلوں میں ''وہن'' ڈال دیا جائے گا۔کسی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''وہن'' کیا ہے؟ فرمایا: دنیا کی محبت اور موت کی ناگواری''۔(ابوداؤد)

ایک روایت میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''امت پر مصائب کی وہ یلغار ہو گی جو امت کو اس طرح دبا کر کے رکھ دے گی جس طرح چمڑے کو عملِ دباغت سے گزارا جاتا ہے۔اس وقت کے لوگوں کی بے بسی کا یہ عالم ہو جائے گا کہ کسی شخص میں اُف کرنے کی سکت بھی باقی نہیں رہ جائے گی۔لوگ کسی ایک پہلو سے دفاع کریں گے وہ (فتنہ) کسی دوسری سمت سے ابھرے گا''۔(کنز العمال ۱۱/۱۶۳)

خونِ مسلم کی نہ ختم ہونے والی ایسی ارزانی شاید ہی تاریخ میں کبھی دیکھی گئی ہو گی کہ شام و عراق میں جہاں صلیبی، روافض اور کمیونسٹ طاقتیں یک جان ہو کر مسلمان بچوں عورتوں پر روز ایک نئی قیامت ڈھاتے ہیں، وہیں دوسری طرف برما جیسی ایک کمزور ریاست کے مظالم کی روک تھام کے لیے پوری مسلم دنیا کے پاس سوائے دھرنوں اور جلسوں کے کوئی ردعمل ہے ہی نہیں۔روہنگیا رائٹس آرگنائزیشن کی رپورٹ کے مطابق اکتوبر ۲۰۱۶ء کے مہینے میں صرف ایک گاؤں میں ۳۰ مسلم خواتین کو بدھ متعصب فوجیوں کی جانب سے زیادتی کا نشانہ بنایا گیا۔ان میں کم عمر لڑکیوں سے لے کر حاملہ خواتین بھی شامل تھیں جو زیادتی کے بعد قتل کی گئیں۔بین الاقوامی میڈیا میں رپورٹ ہونے والی قتل عام اور دیہات کے جلائے جانے کی خبروں کو برمی حکومت جھوٹ اور پروپگینڈہ قرار دے رہی تھی جس کے بعد ہیومین رائٹس آرگنائزیشن نے ۲۲ اکتوبر سے ۱۰ نومبر کے دوران مختلف دیہات کے جلائے جانے کی سٹیلائٹ تصاویر جاری کیں۔رپورٹ کے مطابق ۴۳۰ سے زائد گھروں کو مختلف کارروائیوں میں نذرِ آتش کیا گیا۔

۱۵ نومبر کو عورتوں بچوں سمیت ۳۴ مسلمانوں کو شہید کیا گیا جن کی برہنہ لاشوں کی تصاویر اور ویڈیوز سوشل میڈیا پر وائرل ہوتی رہیں۔۱۶ نومبر کو مختلف دیہات میں برمی فوجیوں نے گھس کر ۳۵ مسلمانوں کو شہید کیا جن میں بچے اور عوتیں بھی شامل تھے۔کارروائیوں کے دوران میں گن شپ ہیلی کاپٹروں کا بھی استعمال کیا گیا اور گھروں کو آگ لگا دی گئی۔ ۲۰ نومبر' دس گاؤں کے افراد جو بذریعہ کشتی سرحد عبور کر کے بنگلہ دیش داخلے کی کوشش کر رہے تھے کو برمی فوج نے گولیوں سے بھون دیا۔واقعے میں عورتوں بچوں سمیت ۷۲ مسلمان شہید ہوئے۔زندہ بچ جانے والے ۲۵ بچوں اور چالیس عورتوں کو زبردستی واپس دھکیل دیا گیا۔۲۳ دسمبر، ۴۱ سالہ شخص کی سر کٹی لاش برآمد ہوئی جس نے ایک دن قبل ہی علاقے کی صورت حال کے متعلق صحافیوں سے بات چیت کی تھی۔ ۲ دسمبر کو آر ویژن ٹی وی کی رپورٹ کے مطابق منگڈا کے علاقے میں برمی حکومت کی جانب سے چلائی جانے والی ویکسین مہم میں بچوں کو زہریلی ویکسین لگائی گئی جس سے کئی بچوں کی اموات واقع ہوئیں۔

اسی علاقے میں دیہات میں لوگوں کو اپنے گھروں کو خود رضاکارانہ طور پر جلانے کا کہا گیا جن افراد نے ایسا کرنے سے انکار کیا انہیں موقع پر ہی گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔بعدازاں منگڈا کے کے شمالی حصے میں واقع پیولات وائی میں تین خواتین کو فوجیوں نے زیادتی کا نشانہ بنایا۔۲۵ دسمبر برمی سکیورٹی فورسز کی جانب سے ایک چھوٹی سی کشتی جس میں ۳۱ کے

قریب افراد سوار تھے، پیچھا کیا گیا اور فائرنگ کی گئی، کشتی اس صورت حال کے سبب ڈوب گئی۔ بعدازاں ملنے والی عورتوں اور بچوں کی لاشوں پر گولیوں کے نشان موجود تھے۔

دوسری طرف متعصب اور اسلام بےزار بنگلہ دیشی حکومت کا طرزِ عمل بھی کسی طور برمی حکومت سے کم نہیں بلکہ روہنگیا مسلمانوں کی نسل کشی میں بنگلہ دیشی حکومت بھرپور معاونت کر رہی ہے۔ سرحد پر بنگلہ دیشی حکومت کی جانب سے روہنگیا مسلمانوں کی نقل مکانی روکنے لیے سکیورٹی میں اضافے کے ساتھ واضح اعلان کیا گیا ہے کہ بنگلہ دیشی حکومت کسی طور بھی روہنگیا مہاجرین کی نہ ہی مدد کرے گی اور نہ ہی انہیں جگہ دینے یا قبول کرنے کو تیار ہے۔ یہ بھی اطلاعات ہیں کہ بہت سے روہنگیا مسلمانوں کو بنگلہ دیش پہنچنے پر گرفتار کرکے زبردستی واپس بھیجا جا رہا ہے جس کی وجہ سے کئی خاندان بچھڑ گئے اور لڑکیاں لاپتہ ہو گئیں جن کے بارے میں خاندان کے افراد نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ انہیں اغوا کر لیا گیا ہے۔ بنگلہ دیش پہنچنے والی ایک خاتون نور بیگم نے اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ اس کے شوہر اور دو بچوں کو برمی فوجیوں نے قتل کر ڈالا، وہ چھ ماہ کے بچے کے ہمراہ بڑی مشکل سے جان بچا کر بنگلہ دیش پہنچنے میں کامیاب ہوئی، یہاں اس کا بچہ خوراک نہ ملنے کے سبب فوت ہو چکا ہے۔ بنگلہ دیشی حکومت نہ صرف یہ کہ کسی قسم کی مدد سے انکار کر رہی ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ ان بنگلہ دیشی مسلمانوں کی پکڑ دھکڑ اور گرفتاریوں کا سلسلہ بھی شروع کیے ہوئے ہے جو روہنگیا مسلمانوں کی مدد اور فلاحی کاموں میں مصروف ہیں۔

یہی حال جموں مقبوضہ کشمیر پہنچنے والے روہنگیا مسلمانوں کا ہے، جہاں ہندو تنظیموں کی جانب سے احتجاج کیا جا رہا ہے کہ روہنگیا مسلمانوں کی آمد روکی جائے اور پہنچ جانے والے افراد کو بےدخل کیا جائے۔ اکتوبر ۲۰۱۵ء میں تھائی لینڈ میں روہنگیا مسلمانوں کی اجتماعی قبروں کا معاملہ سامنے آیا۔ رپورٹ کے مطابق تھائی سکیورٹی آفیشلز، روہنگیا مہاجرین کو انسانی سمگلنگ میں ملوث جرائم پیشہ گروہوں کو فروخت کرتے رہے۔ یہ گروہ تھائی سکیورٹی فورسز کی معاونت اور سرپرستی میں ان مہاجرین کو بطور غلام بیچتے رہے۔ کئی کے خاندانوں سے تاوان طلب کیا گیا، لاتعداد خواتین ان گروہوں کے ہاتھوں عصمت دری کا شکار ہوئیں اور بہت سے افراد کو قتل کر دیا گیا جن کی بعدازاں اجتماعی قبریں دریافت ہوئیں۔ یہ سب کچھ تھائی حکومت اور تھائی سکیورٹی اداروں کی سرپرستی میں ہوا۔

شام اور برما کے معاملے پر مختلف ممالک کی حکومتوں کی جانب سے اگر تشویش کا اظہار ہوتا بھی ہے تو اس مسئلے کے پیش نظر کہ ان کی معیشت پر مہاجرین کا بوجھ پڑتا ہے۔ برمی افواج کے مظالم پر ملائیشیا اور انڈونیشیا کی جانب سے کسی قدر سخت ردعمل آیا تو ہے لیکن اس کا اثر برمی حکومت پر ہوگا یا نہیں یہ کہنا قبل از وقت ہوگا۔

بودھ مت تنظیموں کی جانب سے سری لنکا میں بھی پاکستان کی طرح اسلام قبول کرنے سے روکنے کے لیے قانون سازی کی بھرپور کوشش کی جا رہی ہے لیکن چونکہ اس سے عیسائی مشنریوں کا کام بھی متاثر ہوتا اس لیے یہاں اس قانون کی امریکہ اور بعض دوسرے ممالک کی جانب سے بھرپور مخالفت کی گئی۔

یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ برما میں مسلمانوں پر ہونے والا ظلم و تشدد آج سے نہیں بلکہ انگریزوں کی آمد سے پہلے سے جاری ہے۔ اگر حکومتی مظالم تھمتے ہیں تو انتہا پسند بودھ مت تنظیمیں جھوٹے واقعات کو بنیاد بنا کر مسلمان آبادیوں پر دھاوا بول دیتی ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف نفرت کی باقاعدہ تشہیر کی جاتی ہے اور متعصب انتہا پسند تنظیموں کو حکومت کی طرف سے باقاعدہ فنڈنگ ہوتی ہے۔ برمی حکومت کو ابتدا یعنی برطانیہ سے آزادی حاصل کرنے کے بعد سے ہی مختلف مزاحمتی تحریکوں کا سامنا رہا۔ لیکن آزادی کی ان تحریکوں کا تعلق چونکہ مسلمانوں سے نہیں بلکہ عیسائیوں سے تھا لہٰذا ان کے خلاف ردعمل مختلف تھا۔ Karan national liberation army KNLA جس کے جنگ جوؤں کی تعداد پانچ سے چھ ہزار تھی اور جس کے حملوں کی زد میں آکر برمی فوج کے جنرل بھی مارے گئے لیکن ان حالات میں بھی اس تنظیم کے خلاف جنگی قوانین اور ضوابط کا خیال رکھا گیا۔ آسٹریلوی، فرانسیسی اور امریکی باشندے ان مزاحمتی تحریکوں کا حصہ بنے۔ لیکن معاملہ جب مسلمانوں کا ہو تو نہ تو کوئی جنگی ضابطہ یا قانون دکھائی دیتا ہے نہ ہی اس معاملے میں عالمی ضمیر جاگتا ہے۔ انسانی حقوق کی دعوے دار تنظیمیں اور میڈیا جو کسی ایک رقاصہ، اداکارہ کے قتل پر مہینوں سوگ میں مبتلا رہتا ہے اور کیس کی تفتیش میں ہونے والی پیش رفت کی لمحہ بہ لمحہ رپورٹنگ کرتا ہے، مقتول کے اہل خانہ کے انٹرویو تسلسل سے نشر کرتا ہے۔ جنگلی حیات، نایاب پرندوں کے شکار پر آپے سے باہر ہو جاتا ہے لیکن لاکھوں افراد کا بےگھر ہونا سیکڑوں کا گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا جانا نہ ہی میڈیا اور نہ ہی مقامی و بین الاقوامی انسانی فلاحی تنظیموں کے لیے قابل توجہ ہے۔ اس سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ برمی حکومت کو مطمئن کر دیا گیا ہے یا یہ اعتماد حاصل ہے کہ تھوڑے بہت شور شرابے کی قیمت پر وہ برما سے مسلمانوں کا مکمل صفایا کر سکتی ہے۔ نسل در نسل برما میں رہنے والے روہنگیا مسلمانوں کے پاس برما کی شہریت نہیں اور شہریت کے بنیادی حق اور اسلامی ارکان کی ادائیگی یہ وہ ناقابل قبول جرم ہے جس کا خمیازہ روہنگیا مسلمانوں کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔

تسلسل سے ہونے والے قتل عام اور مسلمان خواتین کی آبروریزیاں پچھلے کئی سال سے برما و شام میں جاری رہیں۔ ''اسلامی قلعہ'' پاکستان کا میڈیا تو آنکھیں بند کیے رہا، حکومت سے تو توقع نہیں کی جا سکتی کسی ردعمل کی، فوج کے لیے تشویش کی بات اس لیے نہیں ہے کہ جو کچھ برمی فوج، روہنگیا مسلمانوں کے ساتھ کر رہی ہے یہی کچھ پاکستانی افواج، بنگالی مسلمانوں کے ساتھ کر چکی ہیں اور پچھلے کئی سالوں سے قبائلی مسلمانوں کے ساتھ خصوصاً اور بندوبستی علاقوں سے تعلق رکھنے والے اسلام پسند مسلمانوں کے ساتھ عموماً کرتی آ رہی ہے!

(بقیہ صفحہ ۶۷ پر)

عراق کے اہل سنت پر رافضی و صلیبی یلغار

محمد ایوب انصاری

حال ہی میں امریکہ نے مکمل فضائی مدد کے بعد اب اپنے زمینی فوج بھی موصل میں آپریشن کی غرض سے بھیج دی ہے اور اس سے پہلے فرانسیسی افواج بھی موصل کے محاذ پر لڑ رہی ہیں۔ عراقی حکومت نے موصل آپریشن کے دوسرے مرحلے کے آغاز کا اعلان کیا ہے، یعنی اب لڑائی موصل شہر میں لڑی جائے گی۔ یہ مرحلہ سب سے اہم مرحلہ سمجھا جا رہا ہے مگر یہ صلیبی اتحادیوں کے وہم و گمان سے بھی طویل ثابت ہو رہا ہے کیونکہ موصل کے سنی مزاحمت کاروں اور داعش کی مزاحمت شدید تر ہے جس کی وجہ سے صلیبی رافضی اتحاد کی پیش قدمی رک لگ چکی ہے۔ روزانہ ہونے والے فدائی حملوں، دیگر عسکری عملیات و دوبدو لڑائی میں روزانہ کے اعتبار سے درجنوں نہیں بلکہ سیکڑوں فوجی و ملیشیا اہل کار مارے جا رہے ہیں۔

کچھ دن پہلے آنے والی مصدقہ اطلاعات کے مطابق موصل آپریشن کے شروع ہونے کے بعد عراقی فوج اپنے کم از کم ۵۰۰۰ فوجی کھو چکی ہے جب کہ اس سے قریب ترین تعداد کرد افواج کے نقصانات کی ہے اور شیعہ ملیشیات کے مرداروں کی تعداد بھی سیکڑوں سے بڑھ چکی ہے۔ شدید مزاحمت اور جانی و مالی نقصانات کی وجہ سے کئی دفعہ آپریشن میں تعطل بھی آیا ہے مگر آپریشن جاری ہے جس کے نتیجے میں اس شدید سرد موسم میں ہزاروں سنی مسلمان ہر ہفتے بے گھر ہو رہے ہیں۔ سنی مسلمان شہریوں کو شیعہ ملیشیات اور فوجی اہل کاروں کی جانب سے شدید ظلم و عدوان کا سامنا ہے۔ سنی مسلمانوں کے اعضائے جسمانی کاٹنا، شدید تشدد و دیگر حربوں سے عام شہریوں کا قتلِ عام، بہیمانہ بم باریاں، پھر ان کی لاشوں کو گاڑیوں کی مدد سے گھسیٹنے اور ان کی بے حرمتی کرنے جیسے جرائم عام ہو چکے ہیں۔ پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے کہ شہروں سے نکلنے والے شہریوں کے قافلوں کو بم باریوں کا نشانہ بنایا گیا جن میں سیکڑوں مسلمان شہید ہو گئے مگر انہیں داعش کے کارندے قرار دے کر فخر سے میڈیا میں بیان کیا جاتا رہا۔ انسانی حقوق کی تنظیموں اور دوسرے تجزیہ کار اور مبصرین نے موصل آپریشن کی وجہ سے ہزاروں سنی مسلمان عورتوں کی عزتوں کو خطرے میں قرار دیا ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ آج ان انسانی المیوں پر کوئی بات کرنے والا ہی نہیں۔ چند ہزار لوگوں کو قتل کرنے والی داعش جو یقیناً ایک مجرم گروہ ہے مگر کئی ملین بے گناہ مسلمانوں کا قتلِ عام کرنے والے اور اس ظلم و ستم میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے والے مغربی صلیبی و مقامی رافضی گدھ آج اس انسانیت کے مسیحا ٹھہرے ہیں۔ داعش اپنے ادنیٰ مخالفین کے ساتھ جتنی بھی ظالم سہی مگر اس کے اعمال نامے میں ایسے قتلِ عام ہرگز نہیں ہیں جو ان عالمی ریکارڈ ہولڈر قاتل اقوام یا ریاستوں کے پاس موجود ہیں۔ داعش کا ایک ایک ظلم چیختے چنگھاڑتے ذرائع ابلاغ کی زینت بنتا ہے تاکہ مسلمانوں پر مزید سب و شتم اور ان کے قتلِ عام کے مزید بہانے و جواز ڈھونڈ کر انسانیت کے سامنے پیش کیے جا سکیں۔

اب نئی تباہ کن خبریں یہ ہیں کہ اس لڑائی کے دوران موصل ڈیم کے ٹوٹنے کا خدشہ ہے جس سے ۴۵ فٹ (۱۵ میٹر) بلند لہر موصل کے تمام شہریوں اور آگے دریا کے قریبی شہروں و علاقوں کے کئی ملین شہریوں کو لقمہ اجل بنا سکتی ہے۔ صرف موصل کے ۱۵ لاکھ شہری اس ڈیم کی تباہی کا براہ راست شکار بن سکتے ہیں۔ مبصرین اس ڈیم کے کسی حادثے کو نیوکلیئر بم سے کئی گنا زیادہ قوی قرار دے رہے ہیں۔ اگرچہ مغربی میڈیا بظاہر داعش کو موصل ڈیم کی مذکورہ مخدوش حالت کا ذمہ دار قرار دے رہا ہے مگر داعش نے کئی ماہ اس پر قبضہ برقرار رکھنے کے باوجود اسے کوئی نقصان نہ پہنچایا، لیکن اب یہ عین ممکن ہے کہ شیعہ دہشت گرد ملیشیات موصل سے سنی اکثریتی آبادی کے خاتمے کے لیے اس مہلک آپشن کا استعمال کر سکتی ہیں چاہے بعد میں داعش کو ہی کیوں نہ ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔

عراق کی سرزمین میں اہل سنت سے روا رکھے جانے والے اس شدید ظلم و ستم ہی کی بنا پر جماعت القاعدہ کے امیر شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ نے مزاحمتی تحریک میں سنی مسلمانوں کو شریک ہونے اور دیگر ذرائع سے مدد کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ''عراق کے معاملے میں اللہ سے ڈریئے'' کے عنوان سے دیے گئے بیان میں شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ نے فرمایا:

> ''صفوی صلیبی کارروائیوں کے خلاف اہلِ سنت کا دفاع خود اہلِ سنت کے علاوہ اور کوئی بھی نہ کرے گا! چنانچہ تمام دنیا میں موجود اہلِ سنت کو ان دشمنوں کو روندنے کے لیے لازماً متحد ہونا چاہیے جو اہلِ سنت کا خاتمہ کرنے کی مہم میں شریک ہیں! اہلِ سنت کو عراق اور شام میں درپیش مسائل کو مقامی مسئلہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ یہ تو تمام مسلمانوں کے لیے الم ناک صورت حال ہے!
>
> جہاں تک ہمارے بھائیوں، ابطالِ اسلام، مجاہدینِ شام کا تعلق ہے تو میں ان کو تاکید کرتا ہوں کہ عراق میں اپنے بھائیوں کو از سر نو منظم ہونے میں ان سے تعاون کریں کیونکہ ان کی جنگ تو ایک ہی ہے اور شام 'عراق کے لیے کمک ہے اور عراق 'شام کا جزو لاینفک ہے۔
>
> پس ثابت قدم رہو، صبر کرو، صبر پر ابھارنے والے بنو، پاسبانی کرو اور قائدین اور شہداء کے نقش قدم پر چلو ... جیسے ہمارے سامنے ابو مصعب الزرقاوی رحمہ اللہ کی مثال ہے کہ جنھوں نے قحط الرجال اور قلتِ اسباب کے دور میں عراق میں جہاد کا آغاز کیا... اور سابقہ تمام غلطیوں اور گمراہیوں سے بچ کر رہو، جن (غلطیوں) کے سبب 'ہوسِ اقتدار کا شکار لوگ تمہارے

پیش رو بن بیٹھے، جنھوں نے مسلمانوں کی حرمت کو پامال کیا... اور راست خلافت کی جانب جانے والے اس مبارک اور پاک جہاد میں اپنی صفوں کو دوبارہ منظم کرو"۔

قائد جبهہ فتح الشام شیخ ابو فاتح محمد الجولانی حفظہ اللہ خود بھی عراقی محاذ کے ایک پرانے مجاہد ہیں، وہ عراق کی عسکری و سیاسی صورت حال کو خوب سمجھتے بھی ہیں اور اپنے بھائیوں کی نصرت کے لیے حتی المقدور اقدامات کی کوششوں میں بھی ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ آج عراقی داعش میں سے ایک بہت بڑی تعداد ان مجاہدین کی ہے جو دیگر جہادی جماعتوں، انصار الاسلام، جیش المجاہدین، القاعدہ فی بلاد الرافدین و دیگر مخلص مجموعات سے تعلق رکھتے تھے مگر داعشی قیادت کی دھمکیوں، زور زبردستی اور خطے کے حالات نے انہیں داعش کی صفوں میں رہنے پر مجبور کر رکھا ہے۔ سنی مسلمان بھائیوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ عراق کی مزاحمت پر اگرچہ داعش کا لیبل ہی کیوں نہ لگا ہو مگر یہ مزاحمت سنی مزاحمت ہے اور اس مزاحمت میں اور اس کی قولی فعلی مدد کرنے میں ہی عراقی مسلمانوں کی سلامتی کا راز پوشیدہ ہے، اللہ جل شانہ ہمیں حق و باطل کے اس شدید کشمکش کے دور میں امت کا مقدمہ سمجھنے اور لڑنے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

حلب بھی ہمارا ہے اور موصل بھی ہمارا! یہ اہل سنت کا سرمایہ ہیں، ان کی جائے پناہ ہیں، ان میں سے کسی کے چھننے کا ہمیں ایک جیسا دکھ ہوتا ہے... موصل کے مسلمانوں کے زخم بھی حلب کے اہل ایمان کے زخموں کی طرح ہمارے قلوب میں نشتر چلاتے ہیں۔ ہم نام نہاد "خلافت" کے دعوے داروں کی مانند نہیں کہ جن کی زبانوں سے اہلِ حلب کے لیے ہمدردی کے دو بول اور دل جوئی کے چند کلمات بھی ادا نہیں ہوئے اور جو حلب کے مظلومین کے زخموں پر طعن و تشنیع کرنے کو "خلافت کی اعلیٰ اقدار" جانتے ہیں۔ بلکہ یہ سب تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے، ایک امت! اندلس تا برما، مالی تا ترکستان اور وزیرستان تا حلب و موصل ایک ہی امت ہے! اس کا غم بھی ایک ہے! اس کی فرحتیں، خوشیاں اور فتوحات بھی یکساں ہیں اور اس کے زخم بھی ایک جیسی تکلیف و کرب کے حامل! آج امت کو اس نظریہ اخوت کو سمجھنے والے اذہان چاہئیں جو دجالی میڈیا کے پھیلائے شکوک کی چادر چاک کر کے نا صرف خود اس دلدل سے نکلیں بلکہ دوسروں کو بھی نکال کر امت کی ہچکولے کھاتی کشتی کو کنارے لگانے کی کوششوں میں کھپ جائیں!

☆☆☆☆☆

بقیہ: ابھی برما کے جنگل میں درندے دندناتے ہیں...

پاکستانی فوج کے لیے اگر اس پورے معاملے میں دلچسپی کا کوئی پہلو ہے تو وہ یہ کہ برمی فوج کو اسلحہ فروخت کیا جاسکے یا یہاں موجود ان سرفروشوں کی سرکوبی کی جائے جو برما میں گرنے والے مسلمان خون کو اپنا خون ہی سمجھتے ہیں جو ان مظلوموں کے غم میں تڑپتے اور کڑھتے ہیں۔

حیرانگی کا پہلو یہ ہے کہ چار سال بعد بالآخر پاکستان کی مذہبی سیاسی جماعتوں کو ان المیوں کی طرف غور و فکر اور ردعمل دکھانے کا موقع میسر آیا اور دھرنوں اور احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جتنی تعداد میں افراد ان احتجاجی مظاہروں میں شریک ہوتے ہیں اگر فرض کریں یہ تعداد دوگنی یا چار گنا بھی ہو جائے کیا مسلمان خون بہانے والے ہاتھ رک پائیں گے۔ روز محشر کیا ہم بحیثیت مسلمان یہ عذر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر کے بچ جائیں گے کہ آبروریزیاں ہوتی رہیں، بچوں عورتوں کمزور مسلمانوں کا خون بہایا جاتا رہا اور ہم نے احتجاجی مظاہرے میں شرکت کر کے اپنا فرض پورا کیا۔ یہ سوال ان افراد سے نہیں ہے جن کی زندگیوں کا مقصد مال وزر، سٹیٹس، شہوت اور دنیا کی چکاچوند کے سوا کچھ نہیں۔ بلکہ میرا یہ سوال ان افراد سے ہے جو دین سے محبت کرتے ہیں اس ملک میں دین کا نفاذ چاہتے ہیں لیکن ابھی تک اس مکروہ نظام کے اصل چہرے سے واقف نہیں۔ جو اسی نظام کے اندر رہتے ہوئے مسلمانوں کے انفرادی و اجتماعی مسائل کا حل بھی چاہتے ہیں اور اسلام کا نفاذ بھی۔ اس بھولے پن کی مثال یوں ہی دی جاسکتی ہے کہ خلافت قائم ہو اور ملحد یا دھریے خلافت کا حصہ اس نیت سے بنیں اور نظام کو تقویت پہنچائیں کہ کبھی نہ کبھی وہ طاقت ور ہو کر اس پر قبضہ کر لیں گے اور نظام بدل دیں گے۔ نہیں ایسا کبھی نہیں ہو گا وہ اگر نظام بدلنے کی کوشش کریں گے تو بزور قوت ہی کوشش کریں گے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ سادہ سی بات سمجھنے سے ہم مسلمان قاصر ہوں۔ ظلم واستحصال کا جو عالمی نظام بزور قوت نافذ کیا گیا ہے، جس کے لیے شیطان کے پجاریوں نے بلا تخصیص لاکھوں کروڑوں انسانوں کا دنیا بھر میں خون بہایا... کیا یہ ممکن ہے وہ اپنے نظام کو منہدم ہوتا دیکھیں اور کچھ نہ کریں؟ نہیں ہرگز نہیں! بلکہ اس شیطانی نظام کو منہدم کرنے کے لیے ہجرت و جہاد ہی وہ واحد راستہ ہے جس کو اپنائے بغیر امت مسلمہ نہ تو کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتی ہے اور نہ ہی امت کے زخموں پر مرہم رکھا جاسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

> "کل "پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ" کا نعرہ لگا کر ہمارے اسلاف نے قربانیاں دی تھیں، تو آج انہی اسلاف کی قربانیوں کو بچانے اور ان کے خوابوں کی تعبیر کے لیے مجاہدین اپنے سر کٹوا رہے ہیں۔ نوجوانوں کی یہ چھلنی لاشیں، لاپتہ افراد، آپریشن در آپریشن، شہادتیں، پھانسیاں اور دربدریاں اسی تحریکِ پاکستان کا تسلسل ہیں"۔
>
> استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ

عالمی تحریک جہاد کے مختلف محاذ

سعود میمن

صومال

یکم دسمبر: جنوب مغربی صومالیہ کے علاقے واجد میں مجاہدین الشباب کے کمین حملے کی زد میں آکرے فوجی اہل کار ہلاک ہو گئے اور جلاقسی نامی شہر میں حکومتی مئیر ہدفی کارروائی سے بچ نکلا۔

۲ دسمبر: زیریں شبیلے ریاست میں ایک جاسوسی ڈرون گر کر تباہ ہو گیا، مجاہدین نے ملبہ اپنے قبضے میں لے لیا۔

۳ دسمبر: جنوبی صومالیہ، زیریں شبیلے میں مجاہدین الشباب کے کمین حملے میں ۲ افریقن فورسز اور ۳ ملیشیا اہل کار ہلاک ہو گئے۔

۴ دسمبر: واجد ٹاؤن میں ایتھوپین فورسز کے ملٹری بیس پر مارٹرز عملیات

۶ دسمبر: آئی ای ڈی حملہ، بکتر بند تباہ

ولایہ اسلامی جوبا میں ڈوبلے شہر میں کینین فوج کی بکتر بند گاڑی تباہ، ۴ کینینین فوجی ہلاک۔

ریاست پنٹ لینڈ، گولس پہاڑیوں میں بوساسو شہر کے قریب ملیشیا کانوائے پر بارودی سرنگ حملے میں جانی نقصان کی اطلاع۔

وسطی شبیلے صوبہ کے جوہر شہر میں مجاہدین کے گھات حملے میں ۳ حکومتی ملیشیا اہل کار ہلاک ہو گئے، اسلحہ اور مال غنیمت بر آمد۔

۷ دسمبر: بیدوہ شہر کے مضافات میں الشباب المجاہدین کی جانب سے ایتھوپین فورسز پر بم حملے میں کئی ایتھوپین فوجی مردار اور زخمی ہو گئے۔

۸ دسمبر: بیدوہ شہر کے قریب گفغدود بوری ریجن میں مجاہدین نے حکومتی ملیشیا کی فوجی بیرکوں پر حملہ کیا جس میں ۴ اہل کار ہلاک ہو گئے اور ان کا اسلحہ بھی غنیمت میں حاصل کیا۔

بلومریر میں افریقی افواج کی گاڑی بم حملے میں تباہ، ۴ فوجی اہل کار ہلاک۔

کینیا، گریسا ٹاؤن میں مجاہدین کے بارودی سرنگ حملے میں دو کینین اہل کار ہلاک گاڑی تباہ

۱۰ دسمبر: انٹیلی جنس مرکز پر فدائی عملیہ

مقدیشو کے سنکادر نامی علاقے میں صومالی انٹیلی جنس افواج کے عسکری موقع پر کار بم فدائی حملے میں ۱۹ اہل کار ہلاک جب کہ ۵ زخمی ہو گئے۔

مقدیشو کے یقشید ضلع میں ایک اور حملے میں ۱۳ اہل کار ہلاک ہو گئے۔

صومالیہ کے ساحلی علاقے بلادوین کے شہر کسمایو میں مجاہدین نے مختلف کارروائیوں میں درجنوں کینین فوجیوں کو ہلاک کیا جب کہ بارودی سرنگ حملوں میں متعدد گاڑیاں بھی تباہ ہوئیں۔ علاوہ ازیں امریکی اور افریقی فورسز کے کئی زمینی و فضائی مشترکہ حملے پسپا کیے گئے۔

۱۱ دسمبر: مقدیشو فدائی عملیہ

دارالحکومت مقدیشو میں فوجی اہداف پر فدائی عملیہ میں ۹۰ فوجی اہل کار ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے۔

مجاہدین نے صومالیہ و کینیا کی سرحد پر "ایل واق" نامی شہر پر قبضہ کر لیا۔

۱۲ دسمبر: صومالیہ کے مھادی نامی شہر میں مجاہدین کے بم حملوں میں افریقن فورسز کے دو فوجی ٹرک تباہ درجنوں ہلاک۔

مقدیشو میں بم حملے میں ۴ ملیشیا اہل کار ہلاک، ھوریوا ضلع میں ایک اور حملے میں دو فوجی اہل کار ہلاک۔

دینسور شہر میں ملیشیا اہل کار مجاہدین کے ہاتھوں ہدفی کارروائی میں ہلاک۔

۱۳ دسمبر: بیو-اڈی نامی علاقے میں دو بم حملوں میں بکتر بند اور فوجی ٹرک تباہ ہو گیا جس کے نتیجے میں متعدد فوجی اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۱۵ دسمبر: مقدیشو کے دھار کینلے ضلع میں بم حملے میں ۸ ملیشیا اہل کار ہلاک، ۵ زخمی ہو گئے۔

۱۶ دسمبر: بوساسو شہر میں مجاہدین کی ہدفی کارروائی کا شکار ہونے والا پولیس سربراہ کرنل جاما سھار دید ہلاک ہو گیا۔

۱۷ دسمبر: مھادی شہر میں رات گئے مجاہدین کے حملے میں دو ملیشیا اہل کار ہلاک ہو گئے اور دو زخمی بھی ہوئے، اسلحہ غنائم کی صورت میں حاصل ہوا۔

زیریں شبیلے ریاست میں "ایل-یورِ گو" شہر میں بم حملے میں افریقن فورسز کی بکتر بند گاڑی اپنے تمام سواروں سمیت جل کر راکھ ہو گئی۔

باردھیری شہر میں ملیشیا اہل کار ہدفی کارروائی میں ہلاک۔

۱۸ دسمبر: کسمایو میں صومالی افواج کا مجاہدین پر حملہ پسپاء، ۱۸ فوجی اہل کار ہلاک متعدد زخمی جب کہ فوجی گاڑی و اسلحہ غنیمت میں حاصل۔

۲۰ دسمبر: بوساسو شہر میں صومالیہ کے صدارتی محل کا سیکرٹری جنرل آدم جاس ھاروسی ہدفی کارروائی میں ہلاک۔

کینیا کے لافی نامی علاقے میں مجاہدین کے حملے میں کینین افواج کی ملٹری گاڑی تباہ، متعدد فوجی ہلاک۔

کسمایو شہر میں آرمی بیرکس پر مجاہدین کے حملے میں ۶ حکومتی اہل کار ہلاک اور متعدد زخمیہوئے، اسلحہ غنائم میں حاصل۔

۲۱ دسمبر: جنوبی صومالیہ کے زیریں شبیلے نامی علاقے میں مجاہدین نے ایک سپیشل آپریشن کے ذریعے ایک یوگنڈا کے فوجی کو اسلحہ سمیت اغوا کر لیا۔

۲۷ دسمبر: کسمایو شہر کے قصبے یاک بشیر میں حرکۃ الشباب المجاہدین کے حملے میں سرکاری ملیشیا کے ۱۸ارکان ہلاک ہوگئے۔

۲۸ دسمبر: مقدیشو کے ضلع ہوریوا میں حرکۃ الشباب المجاہدین نے سرکاری ملیشیات کی بیرکوں پر حملہ کیا۔ آمدہ رپورٹ کے مطابق سرکاری ملیشیات کے بھاری نقصانات کی اطلاعات ہیں۔

۲۹ دسمبر: مقدیشو کے علاقے الاشا میں African mercenary forces کی ایک جنگی گاڑی سواروں سمیت بم ڈیوائیس سے اڑادی گئی۔

۳۰ دسمبر: افگویی شہر میں حرکۃ الشباب المجاہدین کے حملے میں ۵ سرکاری فوجی بشمول ایک اعلیٰ افسر کے مارے گئے۔ اور ۷ زخمی ہوئے۔

۳۱ دسمبر: بائیدوا شہر کا سرکاری مئیر عبداللہ والطن ایک جان لیوا حملے میں بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ مگر اس کے ۵ باڈی گارڈ اور ۴ اور افراد کو واصل جہنم کردیا گیا۔ اس کی گاڑی کو دیواناوی کے قریب نشانہ بنایا گیا۔ حرکۃ الشباب المجاہدین نے ذمہ داری قبول کرلی۔

یکم جنوری ۲۰۱۷: صوبہ جبا کے شہر جیلیب میں ۴ سرکاری فوجی افسران نے حرکۃ الشباب المجاہدین کے مجاھدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

۲ جنوری: پیس ہوٹل جو کہ AMISOM ملٹری بیس کے قریب واقع ہے۔ پر ۲ فدائی حملے کیے گئے۔ یاد رہے اسی ہوٹل میں پچھلے سال ستمبر میں IGAD EAST AFRICAN ممالک کے سربراہان کی کانفرنس بھی منعقد ہوئی تھی۔

ذمہ داری حرکۃ الشباب المجاہدین نے قبول کرلی۔

مالی:

کیدال شہر میں ایک فرانسیسی گاڑی کو تباہ کرنا

۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ بمطابق ۱۱ دسمبر: ۲۰۱۶ء کو اللہ رب العزت کی مدد و نصرت سے کیدال میں مجاہدین نے فرانسیسی صلیبیوں کی ایک گاڑی کو مائن کا نشانہ بنایا۔ دشمن نے فوری بعد کرفیو لگا کر علاقے کا محاصرہ کرلیا جس کے سبب نقصان کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا لیکن چیخ وپکار کی کافی آوازیں سنی گئیں۔

بوغاسہ میں فرانسیسی گاڑی کی تباہی

۹ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ بمطابق ۹ دسمبر: ۲۰۱۶ء کو مجاہدین نے بوغاسہ کے جنوب میں ۵ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک فرانسیسی گاڑی کو مائن حملے کا نشانہ بنا کر مکمل تباہ کردیا۔

تسالیت شہر میں فرانسیسی گاڑی کی تباہی

۸ ربیع الاول ۱۴۳۸ ھ بمطابق ۸ دسمبر: ۲۰۱۶ء کو مجاہدین نے تسالیت شہر میں ایک فرانسیسی گاڑی کو اڑادیا۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: حلب کا المیہ… سوشل میڈیا میں

مالک الملک! اہلِ عجم کی ٹھنڈی دیواروں پہ سوئی ہوئی تلواریں ریگستانوں کی لو میں آنکھیں کھولنے کی صلاحیت کھو بیٹھی ہیں! پروردگار! زندگی کے حریص شاہوں نے ہتھیاروں کے عالمی تاجروں کو سپاہِ عالمِ اسلام کے دست و بازو بیچ ڈالے ہیں!

ربِّ محمدؐ! حلب کی سُرخ زمین پھٹی آنکھوں سے بارودی دھوئیں کے پار آسماں کے کناروں پہ تجھے تلاشتی، تجھے پکارتی ہے… کہ اے ایک ارب سے زائد اپاہج مسلمانوں کے خُدا!!! اس قیامت کی بیچارگی و تنہائی میں تُو ہی مظلومانِ حلب کی مدد کو آ! مدد کو آ!!… مدد کو آ!!!

صبا یوسف نے لکھا:

اگر ایٹم بم رکھنے والا پاکستان

زیادہ تیل رکھنے والا سعودی عرب

بلند عمارتوں والا دوبئی

نیٹو کا رکن ترکی

ایشیا کا ٹائیگر ملائیشیا

مل کر بھی اگر مسلمانوں کو ظلم سے نہیں بچا سکتے تو ترقی کی نہیں جہاد کی ضرورت ہے!

حافظ محمد اظفر صدیقی نے لکھا:

صبح چار بج کر پینتیس منٹ پر میری بیگم نے مجھے جھنجھوڑ کر اٹھایا جب میری آنکھ کھلی تو میری ہچکیاں بندھی ہوئی تھی آنسوں سے چہرہ تر تھا۔

بیگم مجھ سے پوچھنے لگی اتنی زور زور سے کیوں رو رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ ایک خواب دیکھ رہا تھا جس میں ایک شخص مجھے چھوٹی چھوٹی بچیوں کو پکڑ رہا تھا اور وہ بچیاں مر چکی تھیں اور میں ان بچیوں کو سینے سے لگا کر چیخ چیخ کر رو رہا تھا۔

میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ تو ایک خواب تھا جو مجھ سے برداشت نہیں ہوسکا اور جن پر حقیقت گزر رہی ہے ان کا کیا حال ہوگا!!! آہ…… حلب!!!

شاکر منصور نے لکھا:

آپ کو شاید سن کر یقین نہ آئے لیکن یہ حقیقت ہے کہ سوریا حلب میں رہنے والے نا صرف ہماری طرح ہی کھاتے پیتے ہیں بلکہ اپنی فیملیز سے محبت بھی کرتے ہیں…

اور تو اور ابھی میں نے ایک ویڈیو دیکھی جس میں ایک باپ اپنی بیٹی کی لاش سے لپٹ کر رو رہا تھا…

مجھے شک ہے کہ ہو نہ ہو یہ لوگ انسان ہی ہیں!

کم از کم شک کا فائدہ ہی دے دیں انہیں!

☆☆☆☆☆

دو ہزار سولہ؛ شکست خوردہ قابض وافغان فوج

بشکریہ: الامارہ اردو ڈاٹ کام [امارت اسلامیہ افغانستان کی رسمی اردو ویب سائٹ]

سال ۲۰۱۶ء کے ابتدائی ۳ماہ ''عزم'' اور ۹ مہینے ''عمری'' آپریشن جاری رہا ہے۔ امارت اسلامیہ کے سرفروش سپاہیوں اور جاں نثار مجاہدین نے افغانستان بھر میں قابض قوتوں اور ان کے کٹھ پتلی ایجنٹوں کی درندگی کو لگام دے رکھی تھی۔ جس سے مجاہدین کو عظیم فتوحات ملی ہیں۔ مجاہدین نے نہ صرف اپنے ٹھکانوں اور ۸۰ فی صد مفتوحہ علاقوں کا بھرپور دفاع کیا، بلکہ درجنوں اضلاع، سیکڑوں فوجی مراکز اور اڈوں پر کامیاب کنٹرول حاصل کر کے انہیں کٹھ پتلی انتظامیہ کے تسلط سے آزاد کرایا ہے۔

کابل کی فرسودہ اور غلام حکومت نے گزشتہ سال کے ابتدا میں اپنے امریکی آقاؤں کے سامنے سینہ تان کر دعویٰ کیا تھا کہ اگر وہ ان کے ساتھ ڈالروں اور فوجی ساز و سامان کی مدد جاری رکھیں، ایئر فورس کا تعاون بھی دستیاب رہے تو وہ پورے ملک میں اپنی جڑیں مضبوط کر سکتی ہے۔ جب کہ مجاہدین کو ان علاقوں سے بے دخل کیا جائے گا، جواب تک ان کنٹرول میں ہیں۔

اس درخواست پر امریکہ اور نیٹو نے اکتوبر میں برسلز میں اجلاس بلایا۔ جس میں کابل انتظامیہ کی سیاسی و فوجی حمایت کے علاوہ ۱۵ارب ڈالر امداد کا سلسلہ وار اعلان بھی کیا، لیکن شرط یہ عائد کر دی کہ وہ مجاہدین کے خلاف فیصلہ کن جنگ کا آغاز کرے۔

لیکن اللہ تعالی کی مدد سے مجاہدین نے کٹھ پتلیوں کے تمام منصوبوں اور چالوں کو نہ صرف ناکام بنا دیا، بلکہ افغانستان بھر میں مفتوحہ علاقوں کا بھرپور دفاع بھی کیا گیا۔ جب کہ مزید پیش رفت کرتے ہوئے دشمن کے تمام فوجی مراکز اور اڈوں پر تابڑ توڑ حملے کیے ہیں۔ اہم صوبوں کے صدر مقامات اور اضلاع کو گھیرے میں لیا ہے۔ بہت سے اضلاع پر 'امن اور شریعت کا سفید پرچم لہرا دیا گیا ہے۔ بگرام ہوائی اڈے سمیت افغانستان بھر میں دشمن کو اس کے محفوظ ٹھکانوں میں عدم تحفظ کا شکار بنا دیا ہے۔ کابل حکومت کے بے شمار اہم اور خطرناک عہدے داروں کو گوریلا حملوں اور کارروائیوں میں ہلاک کیا گیا ہے۔

مجاہدین نے مغرور دشمن کے کئی جنگی جہازوں اور ہیلی کاپٹروں کو بھی مار گرایا ہے۔ حالانکہ دشمن کا خیال تھا کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کبھی بھی جدید ٹیکنالوجی سے لیس امریکی فضائیہ کو نقصان پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتے، لیکن گزشتہ سال کے دوران میں مجاہدین نے امریکی ایف 16 اور 10 کے قریب ہیلی کاپٹروں کو مختلف مقامات پر مار گرایا ہے۔

دوسری جانب کابل انتظامیہ اور اس کے آقاؤں نے بار بار یہ دعوے کیے کہ قندوز شہر پر مجاہدین کا دوبارہ کنٹرول حاصل کرنا ناممکن بنا دیا گیا ہے۔ جب کہ ہلمند میں مجاہدین کی پیش رفت کا راستہ روک دیا گیا ہے۔

اللہ تعالی نے اسلام و ملک دشمنوں کے تمام بلند و بانگ دعووں کو جھوٹ ثابت کر دیا ہے۔ امارت اسلامیہ کے جاں نثار مجاہدین نے قندوز اور ہلمند میں کلیئرنگ آپریشن کا آغاز کیا ہے۔ بہت کم وسائل کے ساتھ چار گھنٹوں کے دوران قندوز شہر کو دوبارہ فتح کیا ہے اور نیشنل آرمی، ملیشیا اور پولیس کے ۱۲ ہزار اہل کاروں کو بہت آسانی سے قندوز سے بے دخل اور فرار ہونے پر مجبور کیا ہے۔

اسی طرح ہلمند کے دفاع کے لیے کابل انتظامیہ نے وہاں موجود ۴۰ ہزار اہل کاروں پر مشتمل خصوصی یونٹوں کو فوج کی مدد کے لیے بھیجا، لیکن اللہ تعالی نے مغرور دشمن کو ایسی شکست اور رسوائی سے دوچار کیا کہ نہ صرف اس کو تمام اضلاع سے پسپائی اختیار کرنا پڑی، بلکہ ہزاروں فوجی تمام تر فوجی آلات اور ہتھیاروں سمیت مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہو کر امارت اسلامیہ کی صف میں شامل ہو گئے۔ جب کہ مجاہدین صوبائی صدر مقام لشکر گاہ تک پہنچ گئے ہیں۔ مجاہدین نے لشکر گاہ کے زون پانچ پر بھی دھاوا بول رکھا ہے۔ یوں مجموعی طور پر ہلمند میں بھی دشمن کو تاریخی شکست اور ذلت سے دوچار ہونا پڑا ہے۔

بگرام ایئر بیس پر تین بار مجاہدین نے اہم آپریشنز کیے اور ہر بار بہت سے امریکیوں کو ہلاک کیا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ان تینوں حملوں میں سو سے زیادہ امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں۔

کابل ایئر بیس کے قریب قابض فوجیوں کے کیمپ باران پر مجاہدین نے حملہ کیا ہے، جس کے نتیجے میں دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ کابل حکومت کے اہم اور حساس انٹیلی جنس سینٹر '10' کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا ہے۔ سیکڑوں جاسوسوں اور سینئر انٹیلی جنس افسران کو ہلاک کیا گیا ہے۔ وزارت دفاع کی عمارت کے سامنے اہم جرنیلوں کو ٹارگٹ کر کے ہلاک کیا گیا ہے۔ اسی دن کابل شہر کے علاقے 'شہر نو' میں اہم انٹیلی جنس سینٹر پر حملہ کیا گیا، جس میں پانچ جرنیلوں سمیت درجنوں فوجی ہلاک اور ۱۰۰ سے زائد زخمی ہوئے تھے۔

اس کے علاوہ افغانستان کے مختلف حصوں ارزگان، بغلان، ننگرہار، پکتیا، فراہ، فاریاب، نورستان اور دیگر صوبوں میں دشمن کا قلع قمع کر کے متعدد اضلاع، سیکڑوں فوجی اڈوں اور وسیع علاقے پر مجاہدین نے اپنا کنٹرول مکمل کر لیا ہے۔

اسی طرح افغانستان کے ہر کونے میں غیر ملکی حملہ آور اور کٹھ پتلی انتظامیہ مجاہدین کے شدید حملوں اور دباؤ میں رہی ہے۔ کابل شہر کے علاوہ دیگر صوبوں اور اضلاع پر مجاہدین براہ راست حاکم ہیں یا جن اضلاع کی ضلعی عمارتوں پر حکومت کا کنٹرول ہے' دشمن وہاں مجاہدین کے خوف سے عمارتوں سے باہر نقل و حرکت کرنے سے ناصرف قاصر ہے بلکہ سب انہی سرکاری عمارتوں میں محصور ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۷۳ پر)

افغانستان... مجاہدین کی مسلسل فتوحات اور فلاح و بہبود کے منصوبے

سید نور اللہ شاہ

معارکِ جہاد سے مزین سردیوں کے گرم محاذ، مجاہدین کو سرزمین نصرت و جہاد میں شریعتِ اسلامی کے نفاذ کے ذریعے پھر سے فوز و فلاح کی منزل کی طرف لے جا رہے ہیں۔ سالہا سال عرب و عجم کے شہزادوں نے جو قربانیاں دیں ان کا ثمرہ ہے کہ آج مجاہدین' افغانستان کے بیش تر حصے پر کامیابی سے حکومت چلا رہے ہیں۔ نظامِ شریعت کی برکتوں، فرحتوں اور آسانیوں سے مظلوم مسلم عوام نفع مند ہو رہے ہیں۔ تعلیمی و تربیتی میدان ہو یا دعوتی و ابلاغی شعبہ جات، تعمیرات و مرمت کے منصوبے ہوں یا عدل و انصاف کی ضرورت، امن و امان کا قیام ہو یا شریعت کے دیگر ثمرات و برکات، غریبوں کی مدد ہو یا یتیموں بیواؤں کے حقوق' مجاہدینِ امارتِ اسلامیہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد و نصرت کے لیے ہمہ وقت مگن ہیں۔

گزرے سال کی روداد:

سب سے پہلے گزرے عیسوی سال سن ۲۰۱۶ کی مختصر روداد قارئین کے گوش گزار کرتے ہیں۔ امریکہ کے جزوی انخلاء کے بعد مجاہدین کے خلاف میدان میں لڑائی کی تقریباً اکثر ذمہ داری اب افغان نیشنل آرمی پر آن پڑی ہے جو امریکہ کے بچے کھچے اسلحے، ساز و سامان اور امداد کے نام پر ملنے والی بھیک سے مجاہدین کے خلاف صف آرا ہیں۔ افغان حکومت نے سب سے پہلے امریکی و دیگر مغربی آقاؤں سے مزید امداد مانگی جس کے لیے برسلز میں صلیبی مغربی جمع ہوئے اور افغانستان کے لیے ۱۵ ارب ڈالر کی امداد کا اعلان کیا گیا۔ اس امداد کے بدلے یہ وعدہ کیا گیا کہ افغانستان میں ''مغربی اجارہ داری'' کو برقرار رکھنے میں زیادہ تندہی سے کام کیا جائے گا، مگر وہ رٹ ہی کیا جو بحال رہے۔ مجاہدین کی جوابی حکمتِ عملی کا نتیجہ ہی ہے کہ چند ہفتے قبل صدر اوبامہ نے فوجی افسران کے سامنے خطاب کرتے ہوئے یہ ذلت آمیز اعتراف کیا کہ ''افغانستان میں امریکہ کا مشن ناکامی سے دوچار ہوا ہے''۔ مزید برآں امریکی و مغربی خفیہ ایجنسیوں اور دیگر سیکورٹی عہدیدار بھی گاہے بگاہے اپنی ناکامیوں اور مجاہدین کی کامیابیوں کا اعتراف کرتے رہے۔

> مجاہدین نئے عیسوی سال کے پہلے ہی روز ضلع سنگین پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد اب ۴۲ اضلاع کو مکمل طور پر اپنی عمل داری میں لے چکے ہیں جب کہ قندوز، لشکر گاہ سمیت ۶ صوبائی مرکزی مقامات اور درجنوں مزید اضلاع کئی مہینوں سے مجاہدین کے مسلسل محاصرے میں ہیں۔

گزشتہ سال مجاہدین نے امیر المومنین شیخ ھبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کے حکم پر تمکین کی جانب قدم بڑھایا ہے اور پرانے مفتوحہ علاقوں کو دشمن سے بچانے کے علاوہ نئے علاقوں پر بھی قبضہ بڑھایا گیا۔ قندوز دوبارہ فتح ہوا اور ہزاروں کی تعداد میں افغان فوجی اہلکار و دیگر سیاسی اہلکار میدان سے فرار ہو گئے۔ افغانستان میں مقامی انٹیلی جنس ایجنسیوں کے کئی اہم مراکز مجاہدین کے تباہ کن حملوں کی زد میں رہے۔ مقامی ایجنٹوں کے مراکز میں انٹیلی جنس مرکز ''۱۰''، وزارتِ دفاع اور کابل ایئر بیس سمیت دیگر اہم ترین عسکری اہداف کو نشانہ بنایا گیا، علاوہ ازیں جارح افواج کے افغانستان میں سب سے اہم مرکز باگرام کو بھی کئی بار بہترین منصوبہ بندی سے نشانہ بنایا گیا۔ دشمن کی فضائی قوت کو بھی شدید نقصانات سے دوچار کیا گیا، جن میں ایف سولہ اور دیگر بڑے طیاروں سمیت درجن بھر ہیلی کاپٹر بھی مار گرائے گئے۔

کچھ مقامی ایجنٹوں کے بارے میں:

مقامی کٹھ پتلی حکومت آج اخلاقی زوال کا شکار ہے۔ نائب صدر دوستم بوڑھے سیاسی حریفوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بناتا ہے۔ واضح رہے کہ دوستم کے ستم سہنے والا یہ سیاسی حریف سابقہ گورنر ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عام آدمی کو اس کرپٹ نظام سے وابستہ اہلکاروں سے کیا کچھ نہ سہنا پڑ رہا ہو گا۔ دوسری جانب سیاسی حالات بھی دگرگوں ہیں اور قریب ہے کہ گروہ بندی مقامی حکومت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دے مگر ان کے مغربی آقاؤں کی سخت پکڑ اور معاملات پر مکمل کنٹرول حالات کو زیادہ خراب ہونے سے محفوظ رکھنے میں پوری کوشش کر رہا ہے۔ بلخ کے موجودہ گورنر عطاء نے کہا ہے کہ وہ چیف ایگزیکٹو عبداللہ عبداللہ پر مزید اعتماد نہیں کر سکتا۔ کچھ عرصہ قبل ان کی آپسی لڑائیوں سے کابل کے ایوان و میدان سجے رہے اور اب بھی یہ اختلافات سیاست و میڈیا کے میدان تک باقی ہیں جو بڑھ کر عسکری میدان تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔

مقامی طاغوت جو کہ حقیقت میں ماضی کا شمالی اتحاد ہی ہے وہ اپنے پرانے گڑھ شمالی و مغربی افغانستان کو بچانے کو مضطرب ہیں مگر مجاہدین کی مقبولیت اور پیش قدمی نے ان کے دانت کھٹے کر دیئے۔ ان علاقوں کو مجاہدین کے کنٹرول میں جانے سے بچانے کے لیے میڈیا و مقامی ایجنٹوں کے ذریعے ہر قسم کی مہم چلائی گئی، یہاں تک کہ نسلی و لسانی اختلافات کو بھی تازہ کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی مگر مقامی مجاہدین کی شبانہ روز محنتوں اور شہدا کی قربانیوں کا صلہ ہے کہ آج حالات یہ ہیں کہ مغربی میڈیا بھی بدخشاں کے مجاہدین کو ''غیر پشتون طالبان'' قرار دے کر گویا امتیاز دلانے یا تعصب کی آگ بھڑکانے کی کوششیں کر رہا ہے۔

میڈیا کا کردار:

حق و باطل کی کشمکش میں آج کے مقامی و بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کے اداروں کے طرزِ عمل کا مشاہدہ کیا جائے تو یہ اٹل حقیقت اپنا آپ منواتی ہے کہ میڈیا کے یہ ادارے باطل کے مددگار ثابت ہوئے ہیں اور طواغیت کے مضبوط مورچوں کا کردار نبھا رہے ہیں۔ یہی وجہ

ہے کہ امتِ مسلمہ ان کی دسیسہ کاریوں کا خصوصی ہدف ہے۔ اسی نسبت سے یہ میڈیا' امارتِ اسلامیہ کے خلاف بھی اپنے گھٹیا کردار کا بھرپور مظاہرہ کر رہا ہے۔ ہر ماہ نت نئے شوشے اٹھائے جاتے ہیں جن کی کل میعاد ہفتہ دس دن ہی ہوتی ہے اور ان کی 'ایکسپائری ڈیٹ' آنے پر نئی افواہیں گردش میں آچکی ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ میڈیا باطل کا ایک اہم ترین ہتھیار رہا ہے اور طواغیت کے لیے اس کا استعمال خالص سرکاری اداروں سے بھی بڑھ کر مفید ثابت ہوا۔

اس میڈیا میں حال ہی میں امارتِ اسلامیہ کے رہنماؤں میں مالیات سے متعلقہ امور پر اختلافات سے متعلق افواہوں کا چرچا ہوا، جنہیں امارتِ اسلامیہ نے سختی سے مسترد کرتے ہوئے بیان جاری کیا کہ مالیات کا شعبہ انتہائی حساس اور محتاط شعبہ ہے، جس کا پورا نظم وضبط ہے جس کی وجہ سے اس میں گڑبڑ کی کوئی گنجائش موجود نہیں۔ علاوہ ازیں میڈیا کو بھی اس کے غیر جانب داری کے دعووں پر شرم دلائی گئی۔

فلاحی کاموں میں مجاہدین کا کردار:

افغانستان کے اکثر دیہاتی اور کئی شہری علاقوں پر مجاہدین کا قبضہ مستحکم ہے۔ جہاں مجاہدین نے مسلم عوام کی فلاح وبہبود اور انہیں آسانی وآسائش فراہم کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ بالخصوص قندوز، بغلان، خوست، پکتیا، غزنی، نورستان اور دیگر علاقوں میں بھی مجاہدین وقتاً فوقتاً ترقیاتی منصوبوں پر کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان علاقوں میں تعلیم و تربیت کے حوالے سے جہاں سیکڑوں سکولوں کی تعمیر ومرمت، مفت تعلیم کی فراہمی، امتحانی نظام کی بہتری، مدارسِ دینیہ کا قیام وسرپرستی کا کام جاری وساری ہے، وہیں تعمیراتی منصوبوں کے حوالے سے مختلف اہم شہروں اور علاقوں کو مضافات و دیگر علاقوں سے ملانے کے لیے پرانی و نئی سڑکوں کی تعمیر ومرمت اور اہم پلوں کی از سرِ نو تعمیر کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں صحت کے مراکز و دیگر شہری سہولتوں کے حوالے سے جاری منصوبے بھی ان کوششوں میں شامل ہیں۔ ایسے دیگر فلاح منصوبوں کے لیے خیراتی اداروں وفلاحی تنظیموں کو بھی بھرپور تعاون فراہم کیا جارہا ہے۔

دوسری طرف اگر کابل انتظامیہ کے کارناموں پر نظر ڈالی جائے تو اپنے زر خرید میڈیا کی جگالی کے باوجود نام نہاد ترقیاتی منصوبوں کو اگر چند لفظوں میں بیان کیا جائے تو یہ عوام کو اس ٹرک کی بتی کے پیچھے لگائے جانے کے مترادف ہے جو ہمیشہ اپنے پیچھے لگنے والوں کو طویل اور لایعنی سفر کی راہ پر ڈال دیتی ہے۔ افغان حکومت کی سالانہ کارکردگی کا احوال کچھ یوں ہے کہ ہر سال افغان عوام سے ۳ارب ڈالر کے مساوی رشوت وصول کی جارہی ہے جب کہ دیگر زمینی وافرادی وسائل پر جو ہاتھ صاف کیا جارہا ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ امریکہ اور دیگر بین الاقوامی طواغیت کی جانب سے اعلان کردہ امداد درحقیقت صلیبی جنگ اور فکری ارتدادی کوششوں کے اخراجات کی مد میں خرچ ہورہی ہے۔

آستین کے سانپ:

جہاں مجاہدینِ امارتِ اسلامیہ ہزارہا غموم وہموم میں گھرے ہیں لیکن اس کے باوجود مسلم عوام کو آسانی فراہم کرنے، صلیبی صہیونی دشمن اور مقامی اداروں کے چنگل سے عوام کو بچانے کی کوشش میں مصروف ہیں ' وہیں داعش خراسان ' مجاہدین کی پشت پر مسلسل وار کیے جارہی ہے۔ داعش کی ہٹ دھرمی کی انتہا کا مظاہرہ اس بات سے ہوتا ہے کہ داعش خراسان اپنی صلاحیتیں اور وسائل مسلم امہ کے وسیع تر مفاد میں خرچ کرنے کی بجائے مجاہدین کی پیٹھ پر چھری مارنے میں مصروف عمل ہے۔ حال ہی میں جلال آباد میں داعش نے امارتِ اسلامیہ پر حملے کرکے امارتِ اسلامیہ کے ایک مسئول کو شہید کر دیا اور کمال ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے رسمی مصادر میں بھی فخر کرتے ہوئے کارروائی کا ذکر کیا۔ خارجینِ اول کا عملی نمونہ آج داعش نے ہی دکھایا ہے۔ ایک طرف تو انہوں نے اپنی بے حساب و کتاب و ظالمانہ کارروائیوں کے ذریعے سے مسلم عوام کو مجاہدین سے بدظن کرنے کی قسم اُٹھا رکھی ہے دوسرا خود بھی امت کے حق میں زہرِ قاتل بنے ہوئے ہیں، اللہ ہر دشمنِ جہاد کی پکڑ کرے، آمین

عسکری پیش رفت:

امارتِ اسلامیہ افغانستان کی عسکری صورت حال یہ ہے کہ الحمدللہ سرزمینِ شہدا' افغانستان سے یہ فرحت بخش خبریں پہنچی ہیں کہ مجاہدین نئے عیسوی سال کے پہلے ہی روز ضلع سنگین پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد اب ۴۲ اضلاع کو مکمل طور پر اپنی عملداری میں لے چکے ہیں جب کہ قندوز، لشکرگاہ سمیت ۶ صوبائی مرکزی مقامات اور درجنوں مزید اضلاع کئی مہینوں سے مجاہدین کے مسلسل محاصرے میں ہیں۔

سردیوں کی آمد کی وجہ سے قندوز، ہلمند، فاریاب و دیگر صوبوں اور اضلاع سے مجاہدین کا محاصرہ توڑنے کی غرض سے کٹھ پتلی انتظامیہ نے نت نئے ناموں سے آپریشنز کا آغاز کیا جو چند ہی دنوں میں ان کو اپنی اصل اوقات بتا گئے۔ بلند و بانگ دعووں کے جلو میں ''شفق دوئم'' اور ''پامیر'' آپریشنز کے نام سے کاروائیوں کا آغاز ہوا جو چند دن کی صحرانوردی کے بعد دم توڑ گئے اور ابھی خبر آئی ہے کہ فاریاب میں مجاہدین نے افغان افواج کے خلاف بڑے آپریشن کا آغاز کر دیا ہے جس کے شروع ہوتے ہی ایک ضلع فتح ہو چکا ہے اور مزید علاقوں سے دشمن فرار کی حالت میں پسپا ہے۔

لشکرگاہ کا مجاہدین کی جانب سے جاری رہنے والا طویل محاصرہ جو موسم گرما سے جاری ہے، اسے توڑنے کی غرض سے شروع کی جانے والی ہر عسکری مہم جوئی جلد ہی اپنے ناکام اختتام تک پہنچی اور کئی مہینے گزرنے اور سردیوں کے سخت موسم کے آنے کے باوجود مجاہدین ثابت قدم ہیں۔ دوسری جانب محاذِ قندوز کا بھی یہی حال ہے کہ دشمن مجاہدین کو مفتوحہ علاقوں سے نکالنے کے لیے سرتوڑ کوششیں کر رہا ہے مگر سخت سردیوں کے باوجود ضلع

سنگین کاایک مرتبہ پھر فتح کرنااور ۳ جنوری بروز منگل کو فاریاب کے ''المار'' ضلع کی فتح نے مجاہدین کاحوصلہ مزید بڑھادیاہے۔

دشمن کا ظلم و ستم:

مجاہدین کی ہر نئی فتح کے ساتھ ہی ان فتوحات سے مرعوب دشمن اپنی ناکامیوں کا بدلہ نہتے عوام سے لینے کی کوشش کرتاہے۔یہی وجہ ہے کہ افغان سیکورٹی اداروں اورافواج نے عامۃ المسلمین کے قتلِ عام،شدید تشدد وٹارچر کو معمول بنالیاہے۔قندہار میں انسانی حقوق پامال کرنے والے مشہور ظالم کمانڈر جنرل عبدالرزاق کے اہل کاروں نے حال ہی میں مختلف مدرسوں سے ۸۰ طلبہ کو اغواکیا جن میں متعدد کی مسخ شدہ لاشیں مل چکی ہیں جب کہ ان میں بہت سارے طلبہ ابھی تک لاپتہ ہیں۔

قیدیوں کے حوالے سے امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین تک یہ خبریں پہنچی ہیں کہ پل چرخی و شبرغان کی جیلوں میں قیدیوں پر مسلسل تشدد کی جارہاہے۔کٹھ پتلی انتظامیہ 'عام قیدیوں کو قرآن پڑھنے کی اجازت نہ دینا،قرآن سکھانے والے قیدیوں کو علیحدہ کمروں میں جمع کرکے شدید تشدد کرنا و دیگر غیر انسانی سلوک کی مرتکب ہورہی ہے۔

ابھی ایک روح فرسا خبر موصول ہوئی کہ صوبہ نورستان میں افغان پولیس نے ۱۶ عزت مآب ماؤں بہنوں کو اغواکررکھاہے جب کہ تخار پولیس ہیڈکواٹر میں معصوم مسلمان خواتین کی عزتوں کو تارتار کیاجارہاہے۔اس سے پہلے بھی کابل انتظامیہ چھوٹے بچوں کے اغوااوران کو جنسی جرائم کی تاریک دنیامیں دھکیلنے کا باعث بنتی رہی ہے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: دوہزار سولہ؛شکست خوردہ قابض وافغان فوج

گذشتہ سال عظیم فتوحات اور ہر میدان میں پیش رفت نے اسلام کے ازلی دشمنوں پر یہ واضح کردیاہے کہ وہ امارت اسلامیہ کو ناقابل تسخیر قوت کے طور پر تسلیم کرنے کا خود اعتراف کرے۔امریکی صدر اوبامانے چند ہفتے پہلے امریکی فوج اور سیکورٹی اداروں کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہاکہ افغانستان میں ان کا فوجی مشن ناکامی سے دوچار رہاہے۔ڈیڑھ دہائی جنگ کے بعد بھی امریکہ اس میں کامیاب نہیں رہاکہ وہ مجاہدین کو شکست دے سکے۔ اس کے بعد امریکی محکمۂ دفاع (پینٹاگون) نے ایک جاری کردہ رپورٹ میں کہاکہ افغان قومی فوج اور سیکورٹی فورسز مجاہدین کا مقابلہ کرنے اور علاقوں پر اپنا کنٹرول برقرار رکھنے کی صلاحیت سے محروم ہے۔

دوہزار سولہ کے دوران میں امریکہ،نیٹواور کابل انتظامیہ کوافغانستان میں ہر قسم کی شکست، ذلت اور ناکامی کا سامنا کرناپڑاہے۔سیکڑوں غیر ملکی فوجیوں اور ہزاروں افغان مزدور اہل کاروں کو ہلاک کیاگیاہے۔افغانستان بھر میں وسیع وعریض علاقے ان کے کنٹرول سے نکل گئے ہیں۔عالمی سطح پر امریکہ سمیت دوستوں اور دشمنوں نے اس بات کا برملا اعتراف کیا ہے کہ امارت اسلامیہ ناقابل تسخیر فوجی اور سیاسی قوت بن چکی ہے۔اسے شکست دینااب ناممکن ہے۔اب نیٹو اور امریکہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔لہٰذا سمجھ داری یہ ہے کہ وہ افغانستان پر قبضے سے دست بردار ہوکر امارت اسلامیہ کے ساتھ مذاکرات کے ذریعے مسئلے کا حل تلاش کریں۔

امید ہے اسلام،انسانیت اور افغانوں کے دشمن ایک دن ضرور رسوااور ذلیل ہوکر رہیں گے۔ان کی سازشیں اور چالیں دم توڑ دیں گی۔ہم دعاگو ہیں کہ افغانستان پر ایک بار پھر اسلام اور امن کا سفید پرچم لہرادیا جائے گا۔ مظلوم افغان عوام قابض استعماری قوتوں کے ظلم وسربریت سے ہمیشہ کے لیے نجات پائیں گے۔ان شاءاللہ

☆☆☆☆☆

''مغربیت کو اپناکر مغرب کا مقابلہ کرنا اور ''مادہ پرستانہ طریقے اور ذرائع اختیار کرکے جاہلیت جدیدہ کو شکست دینا'' ایک ایسا خواب ہے کہ دجل کے سوااس کی کوئی حیثیت نہیں اور جو فرد و جماعت بھی اس اصول کو اپنائے گی'اپنے ظاہر کو داغ دار کرے گی اور باطن کو زخمائے گی۔مغربی (فلسفہ و) لٹریچر کے رد کی خواہش میں ''تجدد پسندانہ اسلامی لٹریچر''...رومانوی ناول کے مقابل ''اسلامی ناول''... مونٹیسوری اور پبلک اسکولوں کے مقابلے میں ''اسلامی پبلک اسکول''... مغربی بنک کاری کے سدباب کے لیے ''اسلامی بنک کاری''...جمہوریت کے توڑ کی خاطر ''اسلامی جمہوریت''...''غیر اسلامی'' ٹی وی چینل کی جگہ ''اسلامی ٹی وی چینل'' سے یہ سب کچھ اس دور کے ظہور علاماتِ قیامت...اور عہد قبل مسیح دجال کا ایسامذاق اور عہد قبل مسیح دجال کا ایسامذاق اور خود فریبی ہے کہ العیاذ باللہ۔

اجمالاً یہاں اتنا کہنا کافی ہے کہ ان ساری مہمات کے نتیجے میں اسلامی صفوں میں سرمایہ دارانہ نظام کی جڑیں مضبوط ہوئیں،مسلم معاشروں میں جدیدیت کے بیج بوئے گئے،دنیا کی محبت دلوں میں پیوست ہوئی، فقہی مسلمات پر سے نئی نسلوں کا اعتماد متزلزل ہوا اور لوگ تجدد کی عینک سے ہر چیز کو دیکھنے لگے... مغربی انداز فکر'جدید اطوار کو اختیار کرنے کا ہر قدم اور تجدد کی راہ کا ہر مرحلہ فقہ اسلامی کی (سدابہار) فصل کو (معنوی طور پر) روند کے آگے بڑھتا ہے''۔

انجینئر احسن عزیز رحمہ اللہ

مجاہدین کامیاب یا ناکام؟

قاری سعید اللہ

ایک امریکہ نواز ویب سائٹ میں ایک مضمون نظر سے گزرا، جس کا عنوان تھا: 'طالب! خدا کی قسم تم ناکام ہو...!' میں نے چاہا کہ مضمون پڑھ لوں، تاکہ افغانستان میں موجودہ صورتِ حال کے حوالے سے مجاہدین کی ناکامی کے اسباب سے آگاہی ہو جائے۔

میں نے مضمون پڑھا۔ اس میں کامیابی اور ناکامی کے بارے میں مضمون نگار کی رائے اور درج کیے گئے دلائل بہت کمزور اور غیر معقول تھے۔ مضمون نگار نے لکھا تھا کہ افغانستان کی نصف آبادی خواتین پر مشتمل ہے اور وہ نہیں چاہتیں کہ یہاں مجاہدین کی حکومت ہو۔ کیوں کہ مجاہدین انہیں حقوق نہیں دیتے ہیں۔ بقیہ نصف آبادی بچوں اور بزرگوں پر مشتمل ہے، جن کا کوئی اثر ورسوخ نہیں ہے۔ بقیہ نصف میں زیادہ تر لوگ مجاہدین کے مخالف ہیں، جب کہ ان کے حامی بہت کم ہیں۔ اس حساب سے مضمون نگار کے تجزیے کے مطابق افغانستان کے صرف ۱۲ فی صد لوگ مجاہدین کے حامی اور ۸۸ فی صد مخالف ہیں۔ اس لیے انہوں نے قسم کھا کر دعویٰ کیا کہ مجاہدین کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔

دوسری دلیل انہوں نے یہ پیش کی کہ مجاہدین کی تعداد بہت کم اور ان کے وسائل بہت محدود ہیں، جب کہ ان کے مقابلے میں دنیا کی لاکھوں افواج مدمقابل ہیں، جن کے پاس جوہری ہتھیاروں، میزائلوں اور طیاروں کی فراوانی ہے۔ امریکہ کی ایک کمپنی گوگل یا مائیکروسافٹ کی سالانہ آمدنی مجاہدین کی پوری معیشت سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اس صورت حال میں مجاہدین کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں؟ مذکورہ مضمون کے سادہ لکھاری کے جواب میں خیال آیا کہ ایک تحریر میں اس مضمون نگار جیسے دیگر لکھاریوں کے فلسفہ کامیابی کی تشریح واضح کروں، کیوں کہ آج کل لوگ دنیا کے ظاہری اسباب کو دیکھتے ہیں اور مادہ پرستی کے اس دور میں مسلمان بھی روحانیت اور اس کی حقیقی برکت سے غافل ہو چکے ہیں۔ آج کے دور میں لوگ کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ ظاہری وسائل کو دیکھ کرتے ہیں۔ اس لیے وہ حقیقی اسباب کو نظر انداز کر کے غلط فہمی کا شکار ہیں۔

کامیابی منزلِ مقصود تک پہنچنے کا نام ہے۔ جس کو عربی میں 'فوز' یا 'فلاح' کہا جاتا ہے۔ دنیا میں کامیابی کا لفظ مختلف مواقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً کلاس میں کامیابی حاصل کرنا، علم میں کامیابی حاصل کرنا، روزمرہ زندگی میں کامیابی حاصل کرنا، گھریلو زندگی میں کامیابی حاصل کرنا، الیکشن میں کامیاب ہونا، جنگ میں کامیابی حاصل کرنا وغیرہ۔ البتہ جب صرف 'کامیابی' کا ذکر ہوتا ہے تو اس کا مطلب حقیقی کامیابی اور اللہ کے امتحان میں سرخرو ہونا ہے۔ یہ وہ کامیابی ہے کہ انسان عملی زندگی کے مرحلے میں داخل ہو کر اس سفر کو جاری رکھتا ہے۔ اگر اس نے اللہ کے احکامات پر عمل کیا تھا اور منکرات سے اجتناب کیا تھا تو وہ کامیاب ہے۔ روزِ محشر اللہ تعالیٰ کے حضور میں تمام انسانیت کے سامنے امتحان کے نتائج کا اعلان کیا جائے گا تو وہ امتحان میں کامیابی کے بعد ہشاش بشاش نظر آئے گا۔ اگرچہ دنیا میں وہ مغلوب، پریشان اور مصیبتوں میں گھرا ہوا تھا۔

حقیقی کامیابی کا معیار یہ ہے کہ کوئی انسان 'قرآن پاک کے احکامات اور شرعی قوانین کے مطابق زندگی گزارے۔ اس کا کردار شریعت کے موافق ہو، تب وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ اگر اس کا کردار شریعت کے موافق ہے، اگرچہ دنیا میں کمزور کیوں نہ ہو، لیکن اخروی زندگی کے لحاظ سے وہ کامیاب کہلائے گا اور وہ روزِ محشر کامیاب لوگوں کی صف میں کھڑا ہوگا۔ یہاں چند مثالوں پر غور کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قبیلے کے لوگ آئے۔ آپ علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ صحابہ کرام کو بھیج دیا جائے، تاکہ وہ ہمیں دین سکھائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر صحابہ کرام کو بھیجا۔ جن میں حضرت انس حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اس قبیلے نے غداری کی اور ان تمام صحابہ کرام کو شہید کر دیا۔ اس موقع پر ایک کافر نے حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو پیچھے کی جانب سے نیزے سے مارا، انہوں نے شہادت سے قبل کہا: فزت و رب الکعبہ۔ ربِ کعبہ کی قسم، میں کامیاب ہوا۔

شہادت کے وقت شہید کو جنت دکھائی جاتی ہے۔ اس لیے صحابی نے جنت دیکھتے ہی اپنی کامیابی کا اعلان کیا۔ اگرچہ وہ مظلوم تھے، لیکن اپنی تمام تر مظلومیت کے باجود انہوں نے خود کو کامیاب قرار دیا اور قسم کھا کر کہا کہ مَیں کامیاب ہو گیا۔

اگر ظاہراً دیکھا جائے تو یہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مغلوب تھے۔ سب کو شہید کر دیا گیا۔ انہیں دعوت اسلام کے لیے بھیجا گیا تھا، لیکن دعوت سے قبل سب کو شہید کر دیا گیا۔ اگر اس کا روحانی پہلو دیکھیں تو وہ سب کامیاب ہیں، کیوں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا اور قرآن کی خدمت کرنے کی راہ میں مارے گئے۔ وہ دنیا کی نظر میں مغلوب اور مظلوم تھے، لیکن اللہ کے نزدیک کامیاب ہیں۔

عاشورہ کا دن ہمیں کربلا کا واقعہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا تاریخی کارنامہ یاد دلاتا ہے، جو پوری امت کے لیے ایک تاریخی سبق کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ چند محدود ساتھیوں سمیت اپنے وقت کے ظالم، جابر اور نااہل حکمران یزید کے خلاف میدان میں کھڑے ہوئے۔ کربلا کے میدان میں اپنے ۷۲ ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش کیا۔ مسلمان جب واقعہ کربلا کا ذکر کرتے ہیں تو وہ یہ نہیں کہتے کہ سیدنا حسین رضی اللہ نے شکست کھائی، بلکہ امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ وہ کامیاب ہوئے۔ کیوں کہ انہوں نے ایک نئی تاریخ رقم کی اور مسلمانوں کو جابر اور ظالم حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہنے اور ان کے ظلم کے مقابلے میں سر اُٹھا کر جینے کا درس دیا۔ بظاہر انہیں راستے سے ہٹایا گیا، لیکن حقیقت میں وہی کامیاب تھے۔

(بقیہ صفحہ ۸۸ پر)

مجھے تم سے محبت ہے!

عکرمہ عبداللہ

ہماری محبت ایسی ہی ہے جیسی محبتوں کا درس اسلام دیتا ہے ... کسی بھی مذہب کا مطالعہ کرلیں، آپ کو اسلام کے درسِ محبت جیسی محبت کہیں نہیں ملے گی کیونکہ اس محبت کی بنیاد دین ہے! آج کل ہوس کو محبت کا نام دے کر اور حرام تعلقات کو دوستی کا نام دے کر مسلم معاشروں میں زہر اتارا جارہا ہے...اسی معاشرے میں کچھ ایسے لوگ بھی بستے ہیں جن کا معیار صرف اور صرف ان کا دین ہے...ایک بندہ مومن کے لیے اس بڑھ کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے رب کے ہاں کامیاب و کامران ٹھہرے...اللہ مجھے اور آپ سب کو انہی کامیاب لوگوں میں شامل فرمائیں(آمین)...

میں بھی آج اپنی ایسی ہی ایک محبت کا ذکر کروں گا جس نے مجھے میرے رب کی طرف متوجہ کر دیا... مجھ جیسے انسان کو اگر مبالغہ نہ کروں تو گلی محلے میں گھومنے والے لڑکے سے اپنے رب کی راہ میں چلنے والا ایک بندہ بنا دیا... میرے پیارے اسیر بھائی ابو خالد فک اللہ اسرہ سے میری پہلی ملاقات آئی ایس آئی کے ایک ٹارچر سیل میں ہوئی تھی...جب ابو خالد بھائی تعذیب و تشدد کے دور سے گزر رہے تھے اور میں بھی اسی حالت میں تھا...میں ایک بہت ہی چھوٹے درجے میں مجاہدین پاکستان کی معاونت کرنے کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا تھا... وجود زخمی زخمی تھا...پریشانی اور دماغی ٹارچر کی وجہ دنوں میں بال گرتے جارہے تھے...قدم بھی ڈگمگا رہے تھے...جہاد اور مجاہدین کے مفہوم کو اچھی طرح نہیں سمجھتا تھا...بس ایک بات سنی کہ گوانتاموبے انہی لوگوں نے آباد کی اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی لوگوں کو بشارتیں دیں...

انہی باتوں نے مجاہدین کا بہت ہی ادنی درجے کا انصار بننے کی طرف ابھارا... بالآخر میں گرفتار ہوا، کئی دنوں بعد جب مجھے ابو خالد بھائی کے سامنے والا زندان میں ڈالا گیا تو میری حالت قابل رحم حد تک خراب تھی...اللہ کے اس بندے نے مجھے نصیحت کرنی شروع کی اور آپ کا انداز ایسا پیارا تھا کہ آپ کی ہر بات میرے دل میں اترتی جاتی...ایک دن مجھے نیم مردہ حالت میں جب کمرے میں لا کر رکھ دیا گیا، کچھ دیر بعد ہوش میں آکر انہی سے بات ہوئی تو آپ کہا:

> ''کیوں گھبراتے ہو عکرمہ بھائی! ؟ان لوگوں نے تمھیں مارا اور تھک گئے...
> مگر اللہ کے فرشتے تھکنے والے نہیں! اللہ کا عذاب بھی کم نہیں ہونے والا! یہ
> میرے رب کا وعدہ ہے...سوچو اگر قیامت کے دن انہی زخموں سے نور نکل
> رہا ہو اور ہمارا اور تمہارا رب انہی زخموں کو دیکھ کر مسکرائے تو کیا تمہیں یہ
> پسند نہیں کہ دنیا کی بس عارضی تکلیف برداشت کرلو''...

یہ سن کر اللہ پر میرا ایمان مزید بڑھ گیا اور مجھے سب تکالیف بھول گئیں...اکثر ہنسی مزاح بھی چلتا رہتا تھا...آپ اکثر مجھے اپنے ماضی کے واقعات سناتے رہتے تھے...مشکلات کے وقت میں رب نے ہم دونوں کو ایک دوسرے کے لیے باعث صبر واستقامت بنایا... آپ اکثر کہا کرتے کہ دیکھنا ایک دن پھر ہم کسی اور مقام پر ملیں گے کیونکہ ہم ایک ہی راستے کے راہی ہیں...

وہ ایسی جگہ تھی کہ کسی ساتھی کو بھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کب کسی کو بھی دوسرے سیل میں منتقل کردیا جائے گا...زندان میں رب نے ہم دونوں کے لیے ایسی محبت بھر دی جس کی بنیاد ایک مضبوط عمارت کی طرح تھی...میں اکثر ان کو ''یا شیخ'' کے الفاظ سے یاد کرتا تھا... جس پر آپ جوابی مسکراہٹ دیتے تھے...اکثر مجھے ''ننھے'' یا پھر عکرمہ کے نام سے ہی پکارتے تھے...جب آپ مایوس سے ہوتے تو میں آپ کو آپ ہی کے الفاظ یاد دلاتا کہ یا شیخ آپ نے کہا تھا قیامت کے روز یہ زندان، یہ زنجیریں، یہ سب کچھ رب کے ہاں ہماری گواہی دیں گے...ان شاءاللہ...

ہم نے رب سے وعدہ کیا تھا کہ رب کی راہوں میں جئیں گے اور اسی کی راہ میں سب کچھ لوٹائیں گے...ہجرتوں کا سفر باخوشی کریں گے اور ایک دوسرے کو اپنی دعائے نیم شب میں نہیں بھولیں گے... مجھے رب سے آج بھی یہی گمان ہے کہ میرا ایمانی بھائی میرے دل کا ٹکڑا، آج بھی مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھتا ہوگا...

رب نے مجھے آزادی کی نعمت دی مگر رب کا شکر ہے میں صرف زندان سے آزاد ہوا' رب کی غلامی مزید گہرائی سے دل بس گئی...اپنے رب کی راہ میں جان دینے کا شوق جو اس بھائی نے پیدا کیا وہ سر پر منڈلاتے ڈراؤن، یا چلتی گولیوں سے ماند نہیں پڑا...ابو خالد بھائی فک اللہ اسرہ قید میں ہیں مگر ہمارے دلوں میں آپ کی یاد ایسی بسی ہے ہم چاہیں بھی تو آپ کو نہیں بھلا سکتے! بے شک ہجرتوں کا یہ سفر مشکلات سے بھرا ہوا ہے مگر رب کی رضا میں ہر زخم کسی تمغے سے کم نہیں، ہر تکلیف کسی اعزاز سے بڑھ کر ہے...

یا شیخ! میری ہر گفتگو میں جب بھی قیدیوں کا ذکر آتا ہے تو بے اختیار آپ کا ذکر ضرور ہوتا ہے...یا شیخ! رب کے حکم سے ہم محاذوں پر ضرور ملیں گے...اگر نہ مل سکے تو پھر ان شاءاللہ ہمارا رب ہمیں نرم قالینوں، لگے تکیوں، عود و زعفران کی مہک میں ایسی محفل میں اکٹھا فرمائیں گے جس کے روح رواں پیارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے اور اسی محفل کے ابو بکر و عمر عثمان و علی معاویہ و دیگر صحابہ کرام رضوان اجمعین بھی ہوں گے...ملا عمرؒ اور ہمارے محبوب قائد شیخ اسامہ بن محمد بن لادنؒ بھی ہوں گے...

یا شیخ! میری یہ تحریر آپ کے اس احسان کا ہرگز بدلہ نہیں جو آپ نے مجھے میرے رب کی طرف متوجہ کیا...بلکہ یہ تحریر ایک دعوت ہے...ایک پیغام ہے کہ نفسانی محبتوں سے نکل کر رب کی رضا کے لیے محبت کرنا...ہم ہر اس محبت کا انکار کرتے ہیں جو ہمیں ہمارے رب سے دور کردے...

(بقیہ صفحہ ۸۸ پر)

ایک قیدی بیٹے کا خط...اپنی ''ماں'' کے نام

ابو معاذ مراد آبادی

سرزمین ہند کے ایک غازی اور ہندو بنئے کے عقوبت خانوں میں قید ایک مجاہد کا خط، ان ماؤں کے نام جو آج بھی اپنے جگر گوشوں کو راہ اسلام میں لُٹا کر صبر و شکر کی لازوال دولت سے فیض یاب ہو کر صحابیات کی نقشِ قدم کو چومنا چاہتی ہیں!

امی جان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ چونک پڑیں گی کہ یہ کس نے امی کہہ کر پکارا... یقیناً پکارنے والا کوئی اور ہے۔آواز بھی نامانوس سی ہے۔سچ ہے کہ پکارنے والا آپ کا اصلی بیٹا نہیں ہے اور خود پکارنے والی کی زبان پر بھی یہ لفظ (امی) آج ۲۶ سال بعد آیا ہے ...اپنی ماں کی وفات کے ساتھ ہی یہ لفظ مٹی کی قبر کے ساتھ دفن ہو چکا ہے اور پھر زبان پر نہیں آیا..دل میں ایک خلا سا ہے۔جب بھی کسی کو ممتا کے جذبے سے قریب پاتا ہوں،دل چاہتا ہے کہ ''امی'' کہہ کر پکار لوں... تنہائیوں میں جب کہ آواز سننے والا کوئی نہیں ہوتا،دل ہی دل میں ''امی امی'' کہہ کر ڈھیروں باتیں کرتا ہوں...آنکھیں برس برس کر دل کی اوراق بھگو دیتی ہیں...اس کے بعد دل کو سکون ہو جاتا ہے...

دل کے سوکھے آنگن کو پہلی مادرِ علمی (مدرسہ) سے انس ہوا۔ جہاں دس سال گزار کی قطرہ قطرہ کرکے علمی پیاس بجھاتا رہا۔علم کی ساتھ ہمت و حوصلہ کی جوت، غلبہ دین کا شعور، اس کے لیے اٹھ کھڑے ہونے کا حوصلہ جہاں سے ملا وہ قافلہ عشق تھا...یہی میری مادر تربیت ہے...اس مادر تربیت کو پاکر میں اپنے ساری غم بھول گیا...یہی میرا گھر، میرا اوڑھنا، میرا بچھونا، میرا پتہ، میرا ٹھکانہ بن گیا...اس مادر تربیت نے مجھ جیسے بے حیثیت فرد کو ایک مقام پر لا کھڑا کیا ...یہاں تک کہ آزمائش کی لائق ٹھہرا...یقیناً آج بھی مجھے اپنی کمیوں کا اعتراف ہے...لیکن اس پر خوش ہوں اور خوش کیوں نہ ہوا جائے کہ اللہ نے آزمائش کے لیے منتخب تو کیا

ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں فطرت مگر
کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دامِ قفس سے بہرہ مند

اللہ نے اس سعادت سے بہرہ مند کیا...بخدا ہم نے آزمائش کے لیے دعا نہیں کی تھی...لیکن خوب معلوم تھا کہ جس راہ حق کا انتخاب کیا ہے اس میں آزمائشیں آتی ہیں۔ہم کمزور سہی جسمانی اعتبار سے،ایمانی اعتبار سے لیکن اللہ کی بندے ہیں۔اس کی رضا کی طالب ہیں۔ ہمیں دنیوی جاہ کی طلب نہیں ہے۔اعزہ واقربا کی ناراضی کا غم نہیں ہے، ہمیں اپنی جسم و جان کی پرواہ نہیں ہے۔لوگ گھر سے بے گھر کر دیں،آنکھیں پھیر لیں، بیگانگی کا مظاہرہ کریں، ناراضی کا اظہار کریں، راہ حق کی آزمائش خواہ دراز ہو جائے، جسم گھل جائے، ہڈیاں جھک جائیں، کچھ ملال نہیں! بس ہم اس کی رضا کی طالب ہیں۔وہ اعلان کر دے میرے بندو! میں تم سے راضی ہو گیا میں تم سے خوش ہو گیا اور میں تم سے کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

کیا غم ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

امی جی! آپ کتنی خوش نصیب ہیں کہ آپ کے بیٹے ہندوستان کی جیلوں میں ایسے وقت میں ایمان کی قندیلیں اور حوصلے کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں جب کہ ہر طرف ایمان ویقین کی چراغ بے نور ہیں۔لوگ بے یقینی اور بے حوصلگی کی زندگی گزارنے، باطل کی کاسہ لیسی پر آمادہ ہیں، داہر کے غنڈے عصمتوں کے درپے ہیں، غیرتوں کو للکار رہے ہیں، سجدہ گاہوں کو پامال کر رہے ہیں، گجرات میں عصمت دریدہ بہنیں 'ابن قاسم' کو پکار پکار کر تھک چکی ہیں...گھر سے بے گھر... لٹی پٹی بے حال قافلہ کی بوڑھیاں، بچیاں 'واعتصماہ... معتصم باللہ کہاں ہو...؟ کہہ کہہ کر نڈھال ہو چکی ہیں...ان کی فریاد پر کوئی کان نہیں دھرتا... دل ذوق سے خالی ہیں، سینے ایمان کا مدفن، کان گورستان بن چکی ہیں...نہ ماؤں کی پاس وہ لوریاں ہیں جس سے بچوں کی اندر جذبہ جہاد پیدا ہو، نہ بہنوں کی اندر جوش و حمیت ہے جو بھائیوں کو للکار سکیں، نہ بیویوں کی اندر شوق شہادت ہے جس سے اپنے شوہروں کو مہمیز کر سکیں۔الغرض

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

ایسے میں ضرورت ہے کہ حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا کی سنت کا احیا ہو۔خود بھی خنجر بدست، شوہر بھی سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر ناموس رسالت پر کٹ مرنے کے لیے ڈٹے ہوئے۔بیٹے بھی راہ خدا میں نچھاور۔آہ کیا منظر ہے ماں ہے خنجر بدست، باپ ہے سر بکفن...تو بیٹوں کی کیا جذبہ ہو گا... جس نے ماں کی ہاتھوں خنجر ہو اور میدان جنگ کی اندر دوڑ

> میری پیاری امی! یہ تاریک رات دو محبوب قطروں کو بہائے بغیر سحر میں تبدیل نہیں ہو گی...ایک آنسو کا وہ قطرہ جو راہ میں خدا میں اللہ کے خوف سے ٹپکے...دوسرا خون کا قطرہ جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے راہ حق میں گرتا ہے۔ماؤں کیکے آنسوؤں کی آبیاری سے ہی غازیوں و مجاہدوں کے قلوب مضبوط اور شہادتوں و کامرانیوں کی فصل ہری ہو گی ان شاءاللہ۔اسی صورت میں کاروانِ شہادت بالا کوٹ سے آگے بڑھے گا۔ہمیں آپ کے آنسوؤں اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔

دوڑ کر زخمیوں کو پانی پلاتی، مرہم پٹی کرتی، تیر اٹھا اٹھا کر لاتے دیکھا ہو، باپ کو شمشیر زنی کرتے دیکھا ہو، وہ بیٹا تیر اور تلواروں کی باڑھ میں جان سے گزر جانے سے گریز کیوں کرے گا۔

جو مائیں حوصلہ مند ہوتی ہیں ان کی بچے بزدل نہیں ہوتے، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جیسے عظیم جرنیل کو جنم دینے والی حضرت ام یمن رضی اللہ عنہا...ہاں وہی ام یمنؓ جنہوں نے غزوۂ احد کی موقع پر میدان چھوڑ کر بھاگنے والے مسلمانوں پر خاک جھونکنا شروع کر دیا۔ چیخ چیخ کر کہتی رہیں "یہ سوت کاتنے کی تکلی لے لو، تلوار ہمیں دے دو"... اور خود دیوانہ وار بھاگتی ہوئے میدان جنگ میں پہنچیں...غازیوں کی دوش بدوش شریک کارزار رہیں، پانی پلاتیں، مرہم پٹی کرتیں تیر اٹھا اٹھا کر لاتیں۔

خلافت علیٰ منہاج النبوہ کی احیاو قیام کے لیے اپنے سر دھڑ کی بازی لگانے والے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اندر جرأت و شجاعت اسی آغوش تربیت کا اثر ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 'ذات النطاقین' کی لقب سے نوازا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ 'حجاج بن یوسف کی خلاف معرکہ کارزار میں آخری ملاقات کے لیے اپنی ضعیف ماں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ کے پاس آئے۔ماں نے اپنے بیٹے کو گلے لگایا اور یہ کہہ کر الوداع کیا:

"اے میری فرزند! اگر تم حق پر ہو تو مردوں کی طرح لڑ کر رتبہ شہادت پر فائز ہو جاؤ اور کسی قسم کی ذلت برداشت نہ کرو۔ اور اگر تمہارا کھکھیڑ دنیا طلبی کے لیے تھا تو تم سے برا کوئی شخص نہیں کہ جس نے اپنی عاقبت بھی خراب کی اور دوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈالا۔ بیٹا تم اللہ پر بھروسہ کر کے اپنا کام کیے جاؤ، راہ حق میں تلواروں سے قیمہ ہونا گمراہوں کی غلامی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ موت کے خوف سے غلامی کی ذلت کبھی مت قبول کرنا"۔

یہ اسی ماں کا کلیجہ ہے کہ بیٹے کی بے گور و کفن سولی پر لٹکی ہوئی لاش کو دیکھ کر کہتی ہے:

"ارے یہ شہسوار ابھی اترا نہیں!"

علامہ شبلی نعمانی نے اس کو بڑے بلیغ انداز میں بیان کیا ہے:

لاش منگوا کی جو حجاج نے دیکھی تو کہا
اس کو سولی پہ چڑھاؤ کہ یہ تھا قابل دار
لاش لٹکی رہی سولی پہ کئی دن لیکن
ان کی ماں نے نہ کیا رنج والم کا اظہار
اتفاقات سے اک دن جو ادھر سے جا نکلیں
دیکھ کر لاش کو بی ساختہ بولیں یک بار
ہو چکی دیر کہ ممبر پہ کھڑا ہے خطیب
اپنے مرکب سے اترتا نہیں اب بھی یہ سوار

امی جی! آج بھی کامیابی کی شاہِ کلید ماؤں کی پاس ہے۔ لیکن ماؤں نے اسے بھلا دیا۔ وہ جذبہ ماؤں نے کھو دیا۔ وہ جذبہ جو داہر سے ٹکراتا تھا۔ جو اندلس کی ساحل پہ خیمہ زن ہوتا تھا۔ جو کاشغر پر اونچے اونچے پرچم لہراتا تھا۔ جو خشکیوں میں میلوں میل بحری بیڑی کھینچ لاتا تھا۔ جو صحرا کی بیابانی اور جنگلوں کی ویرانی میں دوڑائے رکھتا تھا...وہ اصلاً آپ کی آغوش تربیت سے ملتا تھا۔ آہ میری امی!

وہ قاسم تو نے کھو دیا کہاں جو داہر سے ٹکراتا تھا
وہ جذبہ تیرا سویا کہاں جو اندلس تک لے جاتا تھا

آپ نے کھو دیا...ہاں امی! آپ نے کھو دیا...وہ حضرت ام سُلیمؓ کی بہادری، حضرت ام یمنؓ کی دلیری، حضرت صفیہؓ کی پامردی، حضرت خنساءؓ کا ایثار، حضرت ام ورقہؓ کا شوق شہادت، حضرت بنت ملحانؓ کا جوش جہاد...ہاں آپ نے کھو دیا! تو نسلیں کھو گئیں...آج مائیں بیٹوں کو اس نیت سے نہیں پالتیں کہ میرا لاڈلا جوان ہو کر راہ خدا میں کھپ جائے۔ ناموس اسلام کی خاطر کٹ جائے۔ بیٹوں کی شہادت کی خبر سن کر رگ رگ سے اطمینان بول اٹھے...الحمد اللہ الذی شرفنی بقتلھم...

کیا اس ماں کے پہلو میں دل نہیں تھا؟ کیا محبت نہیں تھی؟ اپنے بیٹوں سے کس قدر محبت ہوتی ہے' یہ ماں جانتی ہے۔ ذرا اس ماں کی دل سے پوچھئے جس کی بیوگی کا ایک ہی سہارا، شوہر کی زندہ نشانی، نوجوان بیٹا' عنفوان شباب کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے، ہزاروں میل دور، مصیبت زدہ بہنوں کی پکار پر دوڑا چلا آتا ہے...آفرین ہے ہ جذبہ جس نے اکلوتے بیٹے کو دعاؤں کی ساتھ الوداع کیا...دنیا اسے محمد بن قاسم کی نام جانتی ہے۔

امی جی! ذرا اس خاتون کی دلیری دیکھئے۔ کیا اسے خوف نہیں تھا کہ وہ جاسوس ہے، ہتھیار بند ہے۔ کیا حوصلہ اور کیسی بہادری کہ محض خیمہ کی چوب سے اس کو جہنم رسید کیا...یہ عظیم خاتون سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں! سبحان اللہ ایسی دلیری، ایسی شجاعت...!

ارے یہ خاتون! خنجر بدست چمچماتے لہراتے خنجر کو لے کر گھومنے والی خاتون کا عزم کیا ہے؟ جنگ حنین کا معرکہ ہے۔ تیروں کی بارش سے گھبرا کر لوگ بھاگ کھڑے ہوئے ہیں...لیکن یہ خاتون اپنی جگہ پر قائم باقی رہتی ہے...حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود پوچھتے ہیں: اے ام سلیم! یہ خنجر کس لیے...؟ جواب دیتی ہیں۔

"اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو اس خنجر سے اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی"۔

امی جی دیکھئے...سوچئے...اپنا جائزہ لیجئے...وہ بھی کتنی عظیم ماں ہے۔ جس نے اپنی آغوش میں شیر پالے، ایسے شیر دل بچے ...جو جنگ میں اس فراق میں ہیں اسلام کی راہ میں حائل سب سے بڑی رکاوٹ ابو جہل کو واصل جہنم کریں...وہ حضرت عفراء رضی اللہ کے بیٹے معاذ اور

معوذ رضی اللہ عنہماہیں۔ جو دشمنوں کی نرغے میں گھس آئے ہیں ، بالآخر ابو جہل کو واصل جہنم کر کے خود بھی لہولہان ہوتے ہیں۔ یہ تربیت شیر دل ماں کی ہے۔

اف یہ جنگ، اٹھتے بگولے، بہتے خون، بلند ہوتی چیخیں...ایسے میں بجلی بن کر ٹوٹ پڑنے والا یہ نقاب پوش عقاب کون ہے؟ بے خوف و خطر آگ وخون کے دریا سے کھیل رہا ہے...سپہ سالار خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ خود اس جرأت و بہادری سے متاثر ہو کر قریب جا کر پوچھتے ہیں...اے بہادر! اس قدر شجاعت کی ساتھ خود کو چھپا کر رکھنا زیب نہیں دیتا... ذرا ہم بھی جانیں کہ یہ شیر نر کون؟ جواب میں ایک نسوانی آواز بلند ہوتی ہے...

> ''امیر لشکر میں خولہ بنت ازور ہوں...بھائی ضرار بن ازور کی گرفتاری نے بے چین کر دیا ہے...انتقام کی آگ اندرون میں دہک رہی ہے''۔

یہ سنتے ہی خالد سیف اللہ پکار اٹھے:

> ''آفرین ہی تم پر اے خولہ! جس قوم میں تم جیسی بیٹیاں ہوں اسے دشمن کبھی مغلوب نہیں کر سکتا۔ بیٹی تم اطمینان رکھو اگر ضرار زندہ ہی میں اسے چھڑا کر رہوں گا۔ اگر وہ شہید ہو کر زندہ جاوید ہو گیا تو میں رومیوں سے اس کا بدلہ لے کر رہوں گا''۔

آہ میری امی! ذرا اس خاتون کا جذبہ شہادت تو دیکھئے...غزوہ بدر کا معرکہ ہے، ایک خاتون ' دل میں جذبہ شہادت لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں کہ مجھے شریک جنگ ہونے کی اجازت مل جائے۔ میں بھی شریک ہو جاؤں۔ تاکہ مجھے بھی شہادت نصیب ہو۔ ارے یہ تو خاتون ہے...جس کے باری میں سوچا جاتا ہے کہ کمزور دل ہوتی ہیں۔ وہ جلد خوف زدہ ہو جاتی ہیں۔ لیکن یہ خاتون راہ خدا میں نقد جان ہار نا چاہتی ہیں...اللہ کی رضا کے لیے...شہادت کے لیے...حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جذبہ کی قدر کرتے ہوئے فرمایا:

> ''اپنے گھر ہی میں رہو تمہیں شہادت نصیب ہو گی''۔

یہ اسی خاتون کا رتبہ تھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے گھر جانے کا ارادہ کرتے تو فرماتے:

> ''آؤ شہیدہ کے گھر چلیں''۔

ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر سونے کے بعد بیدار ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارک پر تبسم تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد فی سبیل اللہ کی لیے آمادۂ سفر ہیں''۔

ایک خاتون عرض پیرا ہوئیں:

> ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر میری ماں باپ قربان، دعا فرمایئے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہو''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ سمندری جنگ ہوا اور اس میں شرکت کرنے والی خاتون کا جذبہ جہاد کس قدر عظیم اور کس قدر لائق ستائش اور قابل تعریف ہے۔ اللہ نے اس جذبہ کو قبول کیا۔ یہ عظیم صحابیہ حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا ۲۷ھ میں جزیرہ قبرص کی معرکہ میں شریک رہیں۔ واپسی پر جب اپنے گھوڑی پر چڑھنے لگیں تو جانور نے گردن توڑ دی وہ شہید ہو گئیں۔

اپنے شوہر سے محبت و شیفتگی، بھائی سے الفت و وارفتگی، باپ سے والہانہ پن و وابستگی کس قدر ہوتی ہے، یہ بات تو ناقابل بیان ہے۔ یہ ہر خاتون جانتی ہے۔ غزوہ احد کا معرکہ ہے حضرت ہند رضی اللہ عنہا کی شوہر حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ، فرزند خلادؓ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور بھائی حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ تینوں نے مردانہ وار لڑ کر شہادت پائی۔ حضرت ہندؓ نے شوہر، فرزند اور بھائی کی شہادت کی خبر سنی تو کسی غم و اندوہ کا اظہار کرنے کی بجائے لوگوں سے پوچھا: ''مجھے یہ تو بتاؤ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ خدانخواستہ ان کو تو کوئی زخم نہیں پہنچا''۔ جب لوگوں نے کہا کہ خدا کا فضل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بخیریت ہیں تو ان کا چہرہ کھل اٹھا...کشاں، کشاں میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھیں:

> كل مصيبه بعدك جلل يا رسول الله!
>
> ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلامت ہیں تو ساری مصیبتیں ہیچ ہیں''۔

آفریں...آفریں...یہ جذبہ شہادت، یہ جذبہ ایثار، یہ صبر بے مثال، یہ عشق لازوال...اللہ اکبر! اے کاش ہماری مائیں حضرت ہند رضی اللہ عنہ کے اس عظیم اسوہ کو دل میں بسا لیں!...

یہ صحابیہ ایک نہیں چاروں بیٹوں کو لے کر شریک جنگ ہیں، اگلی صبح معرکہ کارزار کی صبح ہے، رات ہی میں یہ خاتون اپنے چاروں بیٹوں کو اپنے خیمہ میں بلا کر ان سے خطاب کرتی ہیں:

> ''میرے بچو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے ہو اور اپنی خوشی سے تم نے ہجرت کی۔ اس ذات لایزال کی قسم جس کی سوا کوئی معبود نہیں ہی۔ جس طرح تم ایک ماں کی پیٹ سے پیدا ہوئے اسی طرح تم ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمہاری باپ سے خیانت کی اور نہ تمہاری ماموں کو ذلیل و رسوا کیا۔ تمہارا نسب بے عیب ہے اور تمہارا حسب بے داغ ہے۔ خوب سمجھ لو کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی کارِ ثواب نہیں۔ آخرت کی دائمی زندگی، دنیا کی فانی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ کل اللہ نے چاہا اور تم خیریت

سے صبح کرو تو تجربہ کاری کی ساتھ اور خدا کی نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑنا اور جب تم دیکھو کہ لڑائی کا تنور خوب گرم ہو گیا ہے اور اس میں شعلے بھڑکنے لگے ہیں تو تم آتش دان جنگ میں گھس پڑنا۔ اگر کامیاب رہے تو بہتر اور شہادت نصیب ہوئی تو یہ اس سے بھی بہتر کہ آخرت کی فضیلت کے مستحق ہو گے''۔

میدان رزم گاہ میں اپنے فرزندوں کو بھیج کر یوں عرض پیرا ہوئیں:

''الٰہی میری متاعِ عزیز یہی کچھ تھی، اب تیرے سپرد!''۔

جب انھیں اپنے چاروں بیٹوں کی شہادت کی خبر ملتی ہیں تو یہ واویلا اور چیخ و پکار نہیں کرتیں بلکہ زبان سے یہ کلمات ادا ہوئے:

الحمد الله الذی شرفنی بقتلهم...

''اللہ کا شکر ہی جس نے مجھے اپنے فرزندوں کی قتل سے مشرف کیا''۔

کیا اس ماں کے پہلو میں دل نہیں تھا؟؟ کیا اسے اپنے بیٹوں سے محبت نہیں تھی؟؟ کیوں نہیں! سب کچھ ہے... لیکن ناموس رسالت پر لُٹا کر... راہ خدا میں بیٹوں کو کٹا کر شہید کی ماں بننے کا جو اعزاز ہے اس کی سامنے ساری دنیوی نعمتیں ہیچ ہیں۔ یہ ہے حضرت خنساء رضی اللہ عنہ کا عظیم ایثار، امی جی! یہی ایثار، ایسا ہی کلیجہ خود اپنے اندر پیدا کیجیے... ہاں اسی طرح راہ خدا میں بیٹوں کو لٹانے کا عزم!

آہ! وہ بھی کیا عظیم خاتون تھیں کہ مردوں کو حوصلہ دلانے، بزدلی پر ملامت کرنے پر پیش پیش تھیں۔ جنگ قادسیہ کا معرکہ گرم ہے۔ کچھ مسلمان ہزیمت خوردہ، پیچھے ہٹتے ہوئے عورتوں کی خیمہ تک آ گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ عورتوں کو ساتھ لے کر خیمہ کی چوب اٹھا کر کھڑی ہو گئیں اور پکار کر کہا:

''نامردو! ادھر آئے تو چوبوں سے تمہارا سر توڑیں گی''۔

حضرت خولہ زور زور سے یہ شعر پڑھ کر سنانے لگیں:

یا هاربا عن نسوة تقیات

رمیت بالتهم والبینات

''اے پاک دامن عورتوں کو چھوڑ کر بھاگنے والو! تم تیروں سے مارے جاؤ اور موت تمہارا استقبال کرے''۔

یہ امت کی عظیم ماؤں کی درخشاں مثالیں ہیں۔ جو راہ خدا میں اپنے جگر گوشے لُٹا کر خوش ہوا کرتیں۔ جب انہیں معلوم ہوتا کہ ان کے لختِ جگر کو اللہ نے قبول کر لیا ہے۔

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم! حارثہؓ اب کس حال میں ہے (حضرت حارثہؓ جنگ بدر میں شریک تھی اور شہید ہوئے) اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کر لوں گی اور وہ جہنم میں ہے تو اللہ دیکھے گا کہ میں اس کی غم میں اپنا کیا حال کرتی ہوں''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا:

''تم یہ کیا کہتی ہو۔ حارثہؓ تو جنت الفردوس میں ہے''۔

یہ سن کر حضرت ام حارثہ خوش ہو گئیں اور بے اختیار ان کی زبان سے نکلا:

''واہ واہ اے حارثہ!''۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہ کی فرزند حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کو مسلیمہ کذاب نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ لیکن ذرا اس ماں کا کلیجہ دیکھئے۔ جب اس کو اس دلدوز واقعہ کی خبر ملتی ہی تو اپنے بیٹے کی ثابت قدمی پر خدا کا شکر بجالائیں لیکن عہد کیا کہ مسیلمہ سے اس ظلم کا بدلہ لے کر رہیں گی۔ معرکہ گرم ہے، زخموں پر زخم کھاتے ہوئے اس کذاب تک جا پہنچتی ہیں... جسم لہولہان ہے... اس کذاب کو سامنے پا کر بس یہ جھپٹ پڑنے والی ہی تھیں کہ بیک وقت ایک تلوار کا وار اور ایک نیزہ اس کذاب پر پڑا۔ مڑ کر دیکھا تو اپنے ہی لخت جگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور دوسری طرف حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو پایا... یقیناً یہ سعادت اسی بیٹے کے حصے میں آسکتی ہے جس کی ماں خود صاعقہ اسلام بن کر خاشاک غیر اللہ کو پھونکنے کے لیے بے تاب ہو۔ حضرت ام عمارہؓ اپنی جاں سپاری اور شجاعت کی بنا پر غزوہ احد میں ''خاتون احد'' کی لقب کی نام سے ملقب ہوئیں۔ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت خشوع و خضوع سے ان کے لیے دعا فرمائی:

اللهم اجعلها رفقائی فی الجنة

اس دعا کو سن کر حضرت ام عمارہ بے اختیار پکار اٹھیں:

ما ابالی ما اصابنی من الدنیا

''اب مجھے دنیا میں کسی مصیبت کی پرواہ نہیں ہے''۔

آج مائیں بیٹوں کی گرفتاریوں سے خائف، ان کی جیل جانے پر واویلا کرتی ہیں۔ محض خوف کی وجہ سے اپنے بچوں کو راہ حق میں اقدام کرنے سے روکتی ہیں... بجائے حوصلہ افزائی کے درسِ بزدلی دیتی ہیں، جوش و حمیت کے آنسوؤں کی سوغات کی بجائے بزدلی و یاس کے آنسو بہاتی ہیں... امی جی! اگر ایسے ہوتا رہا تو مستقبل کیا ہو گا...؟ جب تک حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کی طرح اپنے جگر لٹانے کا حوصلہ ماؤں کی اندر نہیں ہو گا۔ جب تک حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی طرح بہنوں میں جذبہ حمیت جوش نہیں مارے گا۔ جب تک حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی طرح اضطراب جنم نہیں لے گا۔ نسلوں کے اندر جذبہ جہاد کہاں سے آئے گا...؟

امی جی! آج جب کہ میں اپنی تحریروں سے آپ کا دل دُکھا رہا ہوں... مجھے بارہ بنکی کی وہ گم نام ماں یاد آتی ہے، جس کا جوان لاڈلا بیٹا بابری مسجد کی تحفظ میں شہید ہو گیا... خاتون اشک

بار تھی...لوگ دلاسہ دینے کے لیے بڑھے کہ اماں صبر کرو...بیٹا جنت میں ملے گا...رونے اور آنسو بہانے سے اب کیا ہوگا۔ وہ خاتون بے اختیار بول اٹھیں:

"ارے! میں اس لیے نہیں رو رہی ہوں کہ میرا بیٹا مارا گیا...اس لیے رو رہی کہ اللہ نے اور بیٹے کیوں نہ دیئے کہ سب کو راہ خدا میں لٹا کر اللہ کی حضور سرخرو ہوتی"...

اللہ اکبر! آج میری نگاہوں کی سامنے اس انتہائی نحیف و نزار ماں کا چہرہ بالکل تازہ ہے، جس کا لائق، وفا شعار، وفادار بیٹا، خالص غلبہ اسلام کا جذبہ جہاد اور اس کے لیے کوشش کے صلہ میں دربدری و مہاجرت پر مجبور ہو گیا۔ میں اس بوڑھی خاتون کی زبان بھی سمجھ نہیں سکتا تھا۔ میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ پکڑ زار زار روتے ہوئے ہولے ہولے سے کچھ کہنے لگیں۔ میں نے مترجم سے پوچھا اماں کیا کہہ رہی ہیں؟ اُس نے بتایا کہ اماں جی کہتی ہیں:

"ہر نماز میں یہی دعا کرتی ہوں کہ اللہ! میرا بیٹا جہاں بھی رہے اس کا مقصد بلند اور جذبہ جوان رہے اور روز آخرت ہماری سرخروئی کا باعث ہو...!"۔

؎ کہیں رہے وہ مگر خیریت کی ساتھ رہے
اٹھائے ہاتھ تو یاد ایک ہی دعا آئی

وہ بوڑھی ماں...دل کی مریضہ، گھٹنیا، عرق النساء کی توڑ دینے والی تکلیف کی باوجود جیل کی موٹی گھنی جالیوں سے اپنے لاڈلے کو دیکھنے کے لیے ہلتی کانپتی آیا کرتیں۔ یہ لاڈلا معوذؓ و معاذؓ کی سنت دہرانے آیا تھا لیکن اللہ نے اسے سنت یوسفی کی توفیق دی۔ وہ بوڑھی ماں پابندی سے دعاؤں کی سوغات اور حوصلہ کا پیغام دیتی ہے:

"بیٹا! اللہ سے تعلق مضبوط رکھنا، صبر کا دامن مضبوط پکڑے رکھنا، ظلم کی تاریک رات سحر ہو کر رہے گی۔ ان شاءاللہ"۔

ایک لاڈلا شہید، دوسرا اسیر، شوہر ضعیف و مریض۔ بیٹیاں شادی کی عمر کو پہنچی ہوئی لیکن کتنی عظیم ہے وہ ماں جس نے لاڈلے کی شہادت پر صبر کا دامن نہیں چھوڑا... جزع فزع نہیں کیا بلکہ خود ہی پردیس کی جیل میں قید جوان بیٹے کی شہادت کی خبر سن کر آتی ہیں... مسائل بے شمار، پریشانیاں ہزار ہونے کے باوجود بھی صبر و ثبات کی عظیم مثال!

کیا ہی عظیم ہے وہ خاتون جس نے ایک طویل عرصہ تک شوہر کی اسیری کا بوجھ برداشت کیا، پھر بیوگی کا درد سہا اور انتہائی ضعیفی کی حالت میں بیٹے کی اسیری...اور... جرم حق گوئی کا مجرم قرار دیے جانے کی خبرِ جاں کاہ سن کر مصلی بھگوتی ہے۔ لیکن کمال ہے اس ایثار کی پیکر کا کہ جیل میں آکر حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ بے شک خال خال ہی سہی لیکن آج بھی کچھ مسلم ماؤں میں الحمد اللہ!

؎ خولہؓ کی شجاعت زندہ ہی صفیہؓ کی روایت زندہ ہے
باطل کے عقوبت خانوں میں عمارہؓ کی جرأت زندہ ہے

جو پال کے شیر جوانوں کو کاندھوں پہ کفن رکھ دیتی ہیں
اے بیٹوں والی ماؤں سنو! ابھی ایسی عورت زندہ ہے
سہروں کی جگہ بیٹوں کو میت کے پھول سجاتی ہیں
اب بھی کچھ مسلم ماؤں میں وہی ذوق شہادت زندہ ہے

امی جی!...آپ خوش نصیب ماؤں میں سے ہیں کہ آپ کے بیٹے انقلابی تحریک سے وابستہ رہے اور آزمائش کے لیے چنے گئے۔ ایسے میں آپ کے بیٹوں کو آپ کے آنسوؤں کی ضرورت ہے۔ وہ آنسو جو دعا بن کر اللہ کی بارگاہ میں ٹپکیں اور روشنی کا مینار بن کر آزمائش کی تاریک راتوں کو سحر کریں۔ آپ کی حوصلہ افزائیوں کی ضرورت ہے۔ آپ جیلوں میں اسیر بیٹوں کو پیغام دیں کہ میرے بیٹو! پیچھے نہ ہٹنا، بزدلی نہ دکھانا، بودے نہ بننا! بے شک تم ہی سربلند رہو گے اگر تم مومن ہو! آپ کی حوصلہ افزائیوں سے آپ کے یہ کمزور، ناتواں بیٹے راہ حق میں جان کی بازی لگانے سے گریز نہیں کریں گے۔

میری پیاری امی! یہ تاریک رات دو محبوب قطروں کو بہائے بغیر سحر میں تبدیل نہیں ہوگی...ایک آنسو کا وہ قطرہ جو راہ میں خدا میں اللہ کے خوف سے ٹپکے...دوسرا خون کا قطرہ جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے راہ حق میں گرتا ہے۔ ماؤں کیکے آنسوؤں کی آبیاری سے ہی غازیوں و مجاہدوں کے قلوب مضبوط اور شہادتوں و کامرانیوں کی فصل ہری ہوگی ان شاء اللہ۔ اسی صورت میں کاروانِ شہادت بالا کوٹ سے آگے بڑھے گا۔ ہمیں آپ کے آنسوؤں اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ نوازتی رہیں گی!

والسلام

آپ کا اسیر بیٹا

☆☆☆☆☆

"امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو میدان جنگ میں شکست کا سامنا ہے اور ان شاءاللہ وہ عنقریب مکمل شکست و رسوائی کا کامزا چکھیں گے۔ اس لیے وہ اس کوشش میں ہیں کہ افغان عوام کے درمیان نفاق، بغض عداوت اور ناچاقی کے بیج بو کر اپنی شکست کو فتح میں بدل دیں لیکن الحمد للہ وہ اس میدان میں بھی شکست سے دوچار ہیں کیونکہ مسلمان باہمی اتحاد اور مجاہدین کے ساتھ تعاون کو اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں، اسلامی نظام اور آزادی کو اپنا حق سمجھتے ہیں، وہ مغربی میڈیا کو پینٹا گون کا ترجمان سمجھتے ہوئے کبھی بھی ان کے بے بنیاد پروپگنڈوں سے دھوکہ نہیں کھائیں گے"۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ

میں اپنے بستر پہ جان نہیں دینا چاہتا!

میاں سعد خالد

ان کا نام قاری عاصم تھا۔ پشتون قوم سے تعلق تھا اور بنوں کے رہائشی تھے۔ قد لمبا، چوڑی ہڈی والی جسامت اور گورا چٹا رنگ۔ کبھی ٹوپی سر پر ہوتی تو کبھی رومال اوڑھے ہوئے ہوتے۔ انتہائی محبت سے ملنے والے۔ ہر وقت چہرے پر مسکراہٹ سجائے رکھتے۔

میری ان سے گنتی کی چند ہی ملاقاتیں رہیں۔ غیرتِ ایمانی سے لبریز اہلِ دین کی بستی وزیرستان کے صدر مقام میران شاہ میں۔ ان کے اپنے مرکز میں شاید دو ملاقاتیں اور سال ۱۴۳۲ھ کے یکم شوال یعنی چھوٹی عید کے دن۔ اس عید کے روز بھی وہ اپنی روایتی، شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ مضافہ (مہمان خانے) کے مرکزی کمرے میں ایک کونے میں بیٹھے تھے۔ یہ غازیوں اور شہیدوں کی مجلس تھی۔ شاید اس طرح کی بارونق عید میں نے دوبارہ نہیں دیکھی۔ اس روز محفل میں حضرتِ امیر، مولانا عاصم عمر صاحب حفظہ اللہ تھے، حضرتِ استاذ احمد فاروق علیہ الرحمۃ تھے، عیسیٰ (سعد سلطان) بھائی رحمہ اللہ تھے، حاجی سعید (اصل نام قاسم ہاشمی) رحمہ اللہ تھے، حاجی مروان رحمہ اللہ تھے، کئی دیگر شہید ساتھی بھی تھے جن کا نام ابھی ذہن میں نہیں۔ اللہ پاک ان سب حاضرینِ مجلس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بھی حاضری، دودھ اور شہد کی نہروں کے برابر میں عطا فرمائیں، آمین۔

۲۰۱۳ء کی بات ہے کہ مرشد، قاری رشید احمد رحمہ اللہ محاذوں کی جانب سے ایک دوسری تشکیل کی طرف لوٹے تو انہوں نے آکر قاری عاصم کا واقعہ سنایا۔ حرف بہ حرف، لفظ بہ لفظ تو یاد نہیں بس اپنی یادداشت کے مطابق مفہوم سا عرض ہے۔ یہ واقعہ میرے لیے، دیگر مجاہدین کے لیے بفضل اللہ راہِ حق کو اختیار کرنے کے بعد، راہِ حق پر استقامت اختیار کرنے اور میدانوں سے دور لوگوں کے لیے میدانوں کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہے۔ ان کی تو آنکھیں کھولنے کے لیے ضرور ہی اہم ہے جو اسلاف کی اِن نشانیوں، مجاہدینِ عالی قدر کے بارے میں نازیبا رویہ رکھتے ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا، قاری عاصم صاحب کا تعلق بنوں سے تھا۔ وہ ۲۰۱۳ء میں اپنے گھر والوں سے ملنے کی غرض سے میدانِ جہاد سے بنوں گئے۔ گھر جا کر بہت شدید بیمار ہو گئے۔ اتنے بیمار ہوئے کہ ہسپتال میں داخل کروانا پڑا۔ ہسپتال میں بیماری نے اس قدر شدت اختیار کر لی کہ گمان ہونے لگا کہ قاری صاحب اسی بستر پر جان دے دیں گے۔ حالت قریب المرگ تھی۔ ایسی حالت میں قاری صاحب نے اپنے گھر والوں میں سے کسی کو بلایا اور کہا:

> ”میری خواہش تھی کہ میں میدانِ جہاد میں شہید ہوتا لیکن اب اندیشہ ہے کہ اسی بستر پر موت آجائے گی“۔

قاری صاحب کے ان الفاظ سے عیاں تھا کہ وہ یہاں نہیں مرنا چاہتے۔ بعض دفعہ ایسے الفاظ ادا کرنے والے بہت سے افراد مل جاتے ہیں، شوقِ شہادت پر کئی ہی لوگ تقریریں کرتے اور تحریریں لکھتے ہیں۔ لیکن زمانہ دیکھتا ہے کہ زندگی کے ستّر ستّر اور اسّی سال گزر جاتے ہیں بس شہادت کی باتیں ہی ہوتی ہیں لیکن شہادت کے راستے (یعنی جہاد فی سبیل اللہ) پر چلنے کو بہت ہی کم تیار ہوتے ہیں اور بالآخر کسی ہسپتال یا اپنے ہی گھر کے کسی بستر پر جان دے دیتے ہیں۔ مگر قاری عاصم صاحب اللہ سے کیے اپنے اس وعدے میں سچے تھے۔ وہ وہی رجلِ مومن تھے جو اللہ سے کیے اپنے وعدے کو سچا کر جاتے ہیں۔ وہ اس وعدے کا اعادہ تندرستی میں بھی کرتے ہیں اور بسترِ مرگ پر بھی۔ ان کی بسترِ مرگ پر بھی خواہش اللہ کے راستے میں کٹ مرنے کی، قتل ہو جانے کی ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

> ”جو شخص سچے دِل سے اللہ تعالیٰ سے شہید ہونے کی دعا مانگے تو اس کو اللہ تعالیٰ شہیدوں ہی کے مرتبے پر پہنچادے گا، اگرچہ وہ اپنے بستر پر مرے۔“ (صحیح مسلم)

سیرت کی کتابوں میں ان بدوی صحابیؓ کا تذکرہ ملتا ہے جنہوں نے مالِ غنیمت میں سے حصہ ملنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے (اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا کہ میری تو خواہش ہے کہ مجھے اللہ کے راستے میں 'یہاں' تیر لگے۔ جواباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ اپنے قول میں سچا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ یہی معاملہ فرمائے گا۔ بعد میں جب جنگ ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بدوی صحابی کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان کو شہید پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا یہ وہی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ساتھ اس کا معاملہ سچا تھا، اللہ نے بھی اس کو سچّا کر دیا (زاد المعاد)۔

انہی بدوی صحابی کے مصداق، قاری عاصم صاحب نے میدانِ جہاد میں جان دینے کی تمنا کا اظہار کیا۔

ان کو اللہ سے محبت تھی اور اللہ کو ان سے محبت تھی۔ قاری صاحب کی حالت بسترِ مرگ پر پڑے ہونے کے باوجود بہتر ہونے لگی۔ چند دنوں اور پھر کچھ ہی ہفتوں میں طبیعت اس قدر بہتر ہو گئی کہ قاری صاحب چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔ ذرا جسم میں طاقت و توانائی لوٹی تو قاری صاحب نے میدانِ جہاد کی طرف رخ کرنے کی ٹھانی۔ اس سے پہلے کہ پھر بیمار ہو جائیں اور اپنے گھر اور گھر والوں کے پاس رہتے ہوئے پھر سے موت کی سی حالت ہو جائے، اس سب سے پہلے انہوں نے وزیرستان کی راہ لینے کا پکا فیصلہ کر لیا۔

جسم چلنے پھرنے کے لیے بہت تندرست نہ تھا۔ اتنی شدید بیماری سے اٹھے تھے، گھر اور گھر والوں کی محبت بھی تھی مگر

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ (البقرۃ: ۱۶۵)

"اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔"

قاری صاحب چل پڑے۔ وسیم داوڑ (شمشیر) بھائی سے رابطہ کیا کہ بنوں اور میران شاہ کے درمیان فلاں علاقے میں مجھے لینے آ جانا۔ قاری صاحب پیدل چل پڑے۔ اس سارے راستے میں پانی موجود نہ تھا۔ قاری صاحب سے راستہ گم ہو گیا۔ شمشیر بھائی ان کو کئی جگہوں پر تلاش کرتے رہے۔ قاری صاحب بھی کئی دشت عبور کرتے، گھاٹیوں اور پہاڑوں سے گزرتے، صحرائی ریت اور پتھروں کی سرزمین میں راہ ڈھونڈتے رہے کہ یہ راہ مالک کی طرف لے جاتی تھی۔ شدتِ پیاس سے قاری صاحب کا حال خراب تھا۔ ربّ کی محبت کی مے پیتے، اس دنیا کی پیاس میں تڑپتے قاری صاحب، یہاں وہاں بھٹکتے رہے، راستہ ڈھونڈتے رہے۔

پھر دورِ حاضر کے جہاد کو اپنی تاریخ میں، اللہ کے راستے میں، جہاد و قتال فی سبیل اللہ میں، پیاس کے باعث ایک شہ سوار کے گرنے کا واقعہ محفوظ کرنے کا وقت آن پہنچا۔ قاری صاحب نجانے کیسے گرے۔ چند سو میٹر کے فاصلے پر امریکہ کی فرنٹ لائن اتحادی پاکستانی فوج کی چوکی تھی۔ انہوں نے بھی کچھ حرکت دیکھ کر اس کی طرف گولیاں چلائیں۔ گولیاں شاید پیروں پر لگیں۔ یہ اللہ کی محبت کا شیدائی، کب کسی دشمن کی گولیوں کے نتیجے میں شہید ہونے کا محتاج تھا۔ وہ تو شدتِ پیاس سے، حالتِ بیماری میں اپنے ربّ کی لقاء پا چکا تھا۔

چند روز بعد جب ساتھی ان کی تلاش میں، ان کی نعش تک پہنچے تو وہ پانی کی کمی کے باعث اکڑی ہوئی تھی۔ یہ نعش سب ہی جوانوں کو یہ پیغام زبانِ حال سے دے رہی تھی رجال، جواں مرد، اللہ کے دلیر بندے، بستروں پر جان نہیں دیا کرتے۔ جواں مرد، جہاد کے راستے میں پیاس کی شدت میں تڑپتے ہیں وہ یہی بات بار بار کہتے ہیں کہ:

"میں اپنے بستر پہ جان نہیں دینا چاہتا!"

مجھے اپنے ربّ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر یقین ہے اور قاری عاصم صاحب کے معاملے میں اللہ سے یہی گمان ہے کہ:

"شہید قتل کی صرف اتنی تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔" (رواہ ترمذی)

قاری صاحب قتل تو نہ ہوئے لیکن آرزوئے قتل شاید کئی مقتولین سے زیادہ تھی۔ اور ہمارا ان کے بارے میں یہی گمان ہے اور اصل حال تو اللہ ہی جانتے ہیں۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (الحج: ۵۸)

"اور جن لوگوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی، پھر قتل کر دیے گئے یا اُن کا انتقال ہو گیا، تو اللہ اُنہیں ضرور اچھا رزق دے گا، اور یقین رکھو کہ اللہ ہی بہترین رزق دینے والا ہے۔"

و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین و صلی اللہ علی النبی الکریم۔

☆☆☆☆☆

ہمیں ذبح کیا جاتا ہے اور ہماری روح پرواز کرنے لگتی ہے، ہماری آخری سسکی بلند ہوتی ہے تو یہ کہتے ہیں دیکھو دیکھو یہ دہشت گرد! ان کے نزدیک ہم پر لازم ہے کہ ہمارے مال چھین لیے جائیں اور ہم انہیں "یس سر یس سر" کہتے رہیں... ہماری عزتیں سر بازار رسوا کی جائیں اور ہم مسکراتا چہرہ لیے کھڑے رہیں، ہمارے مقاماتِ مقدسہ پامال ہوتے رہیں... اور اگر ہم ایک گولی چلا دیں تو ہم دہشت گرد ہیں! اگر یہ دہشت گردی ہے تو ہم دہشت گرد ہیں...... ہم دہشت گرد ہیں اور دہشت گردی اللہ کے دین میں فرض ہے! مشرق و مغرب جان لیں کہ ہم دہشت گرد ہیں اور ہم رعب طاری کرنے والے ہیں!

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ

"اور تم لوگ، جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے اُن کے مقابلہ کے لیے مہیا رکھو تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دُوسرے اعداء کو خوف زدہ کرو"۔

چنانچہ دہشت زدہ کرنا دین اسلام کا فرض ہے اور دشمنوں پر رعب طاری رکھنا ہی فرض ہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے دشمنوں پر رعب طاری کرنے والے تھے... نصرت بالرعب مسیرة شهر... "میری مدد ایک مہینے کی مسافت سے رعب کے ساتھ کی گئی ہے" (الحدیث)

اس لیے جب وہ کہتے ہیں کہ "یہ دہشت گرد ہیں" تو (بالکل) ہم دہشت گرد ہیں!!! اپنے دشمن پر رعب طاری کر کے رکھو، رعب کا بالکل نہ ہونا، امت کے اس جھاگ کی طرح ہونے کی نشانی ہے جس کا ذکر حدیث میں کیا گیا ہے: "قریب ہے کہ اقوام تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں جس طرح لوگ دستر خوان کی طرف لپکتے ہیں۔ صحابہؓ نے سوال کیا، کیا اس کی وجہ یہ ہو گی ہم تعداد میں بہت کم ہوں گے؟ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم کثیر تعداد میں ہو گے مگر تم سیلاب کے اوپر موجود جھاگ کی مانند بے وقعت ہو جاؤ گے، تمہارے دشمن کے دل سے تمہارا رعب نکل جائے گا اور تمہارے دلوں میں 'وہن' داخل ہو جائے گا۔ صحابہؓ نے سوال کیا وہن کیا چیز ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دنیا سے محبت اور موت سے کراہت"۔ امام احمدؒ کی روایت میں الفاظ ہیں: دنیا کی محبت اور قتال سے کراہت!

شیخ عبد اللہ عزام رحمہ اللہ

خراسان کے گرم محاذوں سے

ترتیب وتدوین: عمر فاروق

افغانستان میں محض اللہ کی نصرت کے سہارے مجاہدین صلیبی کفار کو عبرت ناک شکست سے دوچار کر رہے ہیں۔ماہِ جون میں ہونے والی اہم اور بڑی کارروائیوں کی تفصیل پیش خدمت ہے۔یہ تمام اعداد و شمار امارت اسلامیہ ہی کے پیش کردہ ہیں جب کہ تمام کارروائیوں کی مفصل روداد امارت اسلامیہ افغانستان کی ویب سائٹ http://www.urdu-alemarah.com پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

یکم نومبر:

☆صوبہ کنڑ کے ضلع دانگام میں مجاہدین نے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر، آس پاس چوکیوں اور بیداد کے علاقے میں فوجی کاروان پر ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا۔جس کے نتیجے میں 6 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 5 فوجی اہل کار ہلاک ہوگئے۔مجاہدین نے چار عدد کلاشنکوفیں بھی غنیمت کرلی۔

☆صوبہ ہرات کے صدر مقام ہرات شہر مربوطہ رزدک کے علاقے میں بم دھماکہ سے ٹینک تباہ اوراس میں سوار 3 اہل کار ہلاک،جب کہ 2 مزید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار میں بایم اوغلئی، سرائی قلعہ اور قرہ شیخ کے علاقوں میں کٹھ پتلی فوجوں پر مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا۔جس کے نتیجے میں 5 ٹینک تباہ اوراہم کمانڈر امر الدین سمیت 10 اہل کار ہلاک،جب کہ 15 مزید زخمی ہوئے۔

2نومبر:

☆صوبہ غور کے ضلع مرغاب میں بند علمین کے علاقے میں کٹھ پتلی فوجوں نے مجاہدین پر حملہ کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا، اور لڑائی چھڑ گئی، جس سے 10 اہل کار ہلاک، 11 گرفتار، جب کہ دیگر فرار ہوگئے۔مجاہدین نے ایک رینجر ز گاڑی، ایک ہیوی مشن گن، ایک راکٹ اور ایک رئفل گن سمیت مختلف النوع فوجی ساز و سامان بھی غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ غور کے ضلع مرغاب میں فوجی ٹینک بارودی سرنگ سے ٹکرا کر تباہ اوراس میں سوار 4 اہل کار ہلاک ہوگئے۔

3نومبر:

☆صوبہ روزگان کے ضلع چورہ میں لیلان کے علاقے میں فوجی ہیلی کاپٹر کو مجاہدین نے نشانہ بنا کر گرایا، جس میں متعدد اہل کار عملہ سمیت ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر کے مربوطہ بولان کے علاقے میں آپریشن کرنے والے فوجیوں و کمانڈوز پر حملہ ہوا، جس سے دشمن نے نقصانات اٹھاتے ہی فرار کی راہ اپنالی۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں اوپاشک کے علاقے میں فوجی ٹینک مجاہدین کی نصب شدہ بارودی سرنگ سے ٹکرا کر تباہ اوراس میں سوار اہل کار ہلاک ہوگئے

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک کے مربوطہ علاقوں میں دعوتی کمیشن کی کوششوں سے 17 پولیس اہل کار سرنڈر ہو کر مجاہدین سے آملے۔

4نومبر:

☆صوبہ فاریاب کے ضلع شیرین تگاب میں فیض آباد کے علاقے میں مجاہدین نے جنرل دوستم کے وحشی ملیشیا کے کانوائے پر ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا۔اللہ کی نصرت سے 10 ٹینک اور گاڑیاں تباہ اور 5 جنگ جو ہلاک، جب کہ کمانڈر سمیت 10 زخمی ہوئے۔

5نومبر:

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع بٹی کوٹ میں سرگردان کے علاقے میں مجاہدین نے کٹھ پتلی دشمن پر حملہ کیا۔جس کے نتیجے میں ایک فوجی رینجر گاڑی اور 2 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 8 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ ڈسٹرکٹ چیف حاجی غالب سمیت 9 اہل کار زخمی ہوئیں۔

6نومبر:

☆صوبہ قندہار کے ضلع ارغستان میں سرہ خط کے علاقے میں واقع فوجی چوکیوں پر مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا۔جس سے ٹینک تباہ، چوکی فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ زابل کے اتغر میں غونڈی گاؤں کے قریب ضلعی سربراہ عبدالصمد درانی کی گاڑی پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں درانی موقع پر ہلاک جب کہ سیکورٹی اہل کار زخمی ہوا۔

7نومبر:

☆صوبہ زابل کے ضلع شہر صفا کے مربوطہ عبدالعزیز پٹرول پمپ کے علاقے میں ہونے والے دھماکہ سے 5 اہل کار ہلاک، جب کہ 3 مزید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر کے مربوطہ بولان کے علاقے میں کٹھ پتلی فوجوں نے مجاہدین پر حملہ کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا، اور لڑائی چھڑ گئی۔جس سے 15 سیکورٹی اہل کار ہلاک اور زخمی، جب کہ دیگر فرار ہوگئے۔

8نومبر:

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر میں بولان، جنگل اور مناف خان ہاؤس کے علاقوں میں کٹھ پتلی فوجوں نے مجاہدین پر حملہ کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا، جس سے ٹینک تباہ اور 12 فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے، جب کہ دیگر فرار ہوگئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں یونٹ کے علاقے میں بارودی سرنگ کا دھماکہ ہوا، جس کے نتیجے میں فوجی ٹینک تباہ اور اس میں سوار 5 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ پکتیکا کے ضلع جانی خیل میں مجاہدین نے ہستی گاؤں کے قریب معروف جنگ جو کمانڈر باگی ولد عبدالوہاب کو ہدفی کارروائی میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

9 نومبر:

☆صوبہ قندہار کے ضلع ژڑئی کے کاریز سلیم کے علاقے میں پولیس اور جنگ جوؤں سے مجاہدین کی شدید جھڑپیں ہوئی۔ جس کے نتیجے میں ٹینک تباہ اور متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ یاد رہے کہ مجاہدین نے ایک راکٹ لانچر، 2 کلاشنکوف، ایک موٹر سائکل اور ایک مخابرہ غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ دائی کنڈی کے ضلع گیزاب میں غاصب امریکیوں اور ان نام نہاد کمانڈوز نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے چھاپہ مارا جن پر مجاہدین نے ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں متعدد صلیبی اور افغان کمانڈوز ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ زابل کے ضلع میزان میں کٹھ پتلی فوجوں کی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں 3 اہل کار ہلاک اور 3 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ کابل کے صدر مقام کابل شہر میں مجاہدین نے کمپنی کے علاقے قلعہ عبدالعلی کے مقام پر سپریم کورٹ لاجسٹک افسر ضابط نقیب اللہ کو مسلحانہ کارروائی کے نتیجے میں قتل کر دیا۔

10 نومبر:

☆صوبہ ہرات کے صدر مقام ہرات شہر کے علاقے روز اور این میں کٹھ پتلی فوجوں سے مجاہدین کی شدید جھڑپیں ہوئی، جس کے نتیجے میں اہم چوکی فتح اور 4 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 4 جنگ جوؤں سمیت 45 کمانڈوز اور فوجی ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ایک اینٹی ائر گرافٹ گن، ایک ہیوی مشن گن، 3 کار مولی اور ایک بم آفگن سمیت مختلف النوع فوجی ساز و سامان غنیمت کر لیا۔

11 نومبر:

☆صوبہ بلخ کے صدر مقام مزار شریف شہر میں جرمن استعماری ملک کے قونصل خانے پر فدائین کا حملہ۔ مزار شریف شہر کے نہایت سیکورٹی کے حامل علاقے میں واقع استعماری ملک جرمنی کے قونصل خانے پر امارت اسلامیہ کے فدائین نے حملہ کیا۔

سب سے پہلے فدائی مجاہد نے بارود بھری مزدا ٹرک گاڑی کو قونصل خانے سے ٹکرا دی، جس سے تمام رکاوٹیں دور ہو گئیں اور بعد میں ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے لیس تین فدائین نے فوجی مرکز نما قونصل خانے میں داخل ہو کر وہاں تعینات غاصبوں اور کٹھ پتلیوں کو نشانہ بنایا اور ساتھ ہی تازہ دم اہل کاروں سے بھی جھڑپیں شروع ہوئیں اور یہ سلسلہ صبح نو بجے تک جاری رہا۔ اس مبارک فدائی معرکہ میں درجنوں جرمن سیکورٹی اہل کار ہلاک ہوئے۔ قونصل خانے کے نام سے فوجی مرکز بھی منہدم ہو گیا اور شمالی زون میں جرمنی استعماری خفیہ ادارے کے اہل کار، سفارت کار اور کابل انتظامیہ کے سیکورٹی اہل کار ہلاک ہوئے۔ الغرض شمالی زون میں قائم جرمن نیٹ ورک مکمل طور پر تباہ ہوا۔

دشمن نے معمول کے مطابق فدائی حملے کے تاثیر کو کم ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ ابتدا میں کہا گیا کہ قونصل خانے سے 20 جرمن کارکن محفوظ مقام کی جانب منتقل کیے جا چکے ہیں، جب کہ حقیقت یہ تھی کہ مزدا ٹرک فدائی حملے سے قونصل خانہ کی عمارت اور آس پاس کی تمام دفاعی چوکیاں و تنصیبات مہندم ہو گئے، جہاں کسی کے زندہ رہنے کا امکان نہیں تھا، تو کس کو کب محفوظ مقام کی جانب منتقل کیا گیا؟ دوسری جانب دشمن نے دعویٰ کیا کہ حملے میں 4 سویلین ہلاک جب کہ 120 زخمی ہوئے ہیں، یہ بھی من گھڑت اور بے بنیاد ہے، کیونکہ ایسے حساس مقام پر سویلین کی آمدورفت پر مکمل طور پر پابندی عائد ہے اور حملہ رات گئے ہوا، جس وقت وہاں سویلین آبادی کا ہونا ممکن ہی نہیں تھا!

12 نومبر:

☆صوبہ پروان کے ضلع بگرام میں امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہد نے شہیدی حملہ انجام دی۔ امریکی فوجوں کے سب سے بڑے فوجی اڈے بگرام ایئر بیس کے اندر جارح فوجی ورزش اور ٹریننگ میں مصروف تھے، کہ اس دوران امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہد 'شہید حافظ محمد پروانی تقبلہ اللہ نے نہایت حکمت عملی سے ایئر بیس میں داخل ہو کر وہاں موجود غاصبوں کو شہیدی حملے کا نشانہ بنایا۔ اس مبارک شہیدی حملے میں 23 امریکی افسر، فوجی اور اعلیٰ عہدیدار ہلاک جب کہ 44 شدید زخمی ہوئے اور بگرام ایئر بیس میں صلیبی غاصبوں کے بعض کٹھ پتلی محافظ بھی ہلاک ہوئیں۔ میدان میں معمول کے مطابق سو سے زائد اعلیٰ افسر، عہدے دار اور فوجی ورزش میں مصروف تھے، جنہیں فدائی سرفروش نے نشانہ بنایا۔

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکرگاہ شہر میں سیکڑوں فوجیوں، پولیس اہل کاروں اور جنگ جوؤں نے امریکی طیاروں کی مدد سے مجاہدین پر حملہ کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا، اور لڑائی چھڑ گئی، جس سے ایک ٹینک تباہ اور ان میں سوار اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے۔

واضح رہے کہ مجاہدین نے ایک گھر میں بارودی سرنگے نصب کر کے حکمت عملی کے تحت پسپائی اپنائی، جیسے دشمن گھر میں داخل ہوئے ان پر ریموٹ کنٹرول سے دھماکہ ہوا، جس سے 19 اہل کار ہلاک و زخمی، جب کہ دیگر فرار ہو گئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں 26 فوجیوں و پولیس اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے۔ سرنڈر ہونے والوں نے 18 کلاشنکوف، ایک ہیوی مشن گن اور 3 بندوقیں بھی مجاہدین کے حوالے کر دیے۔

13نومبر:

☆صوبہ زابل کے ضلع نوبہار میں مجاہدین نے فوجی کارروان پر ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس سے ایک ٹینک اور 2 رینجر گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ اہم کمانڈر گل آغا سمیت 11 فوجی ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ میدان کے ضلع جلریز کے زیولات کے علاقے میں واقع فوجی بیس پر مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دشمن کو مالی نقصان پہنچنے کے علاوہ 6 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئیں۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع احمد خیل کے حسن خیل کے علاقے میں کٹھ پتلی فوجوں پر بارودی سرنگ دھماکے ہوئے۔ جس کے نتیجے میں 8 سیکورٹی اہل کار ہلاک جب کہ 2 زخمی اور ایک فوجی رینجر گاڑی بھی تباہ ہوئی۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار میں قرہ شیخ کے علاقے میں فوجیوں، پولیس اہل کاروں اور مقامی جنگ جوؤں سے جھڑپیں ہوئی، جس سے 2 ٹینک تباہ 26 اہل کار قتل، جب کہ 12 زخمی ہوئے۔

14نومبر:

☆صوبہ غور کے ضلع مرغاب میں نرکوہ کے علاقے میں مجاہدین کی دشمن سے شدید جھڑپیں ہوئی۔ جس سے ایک ٹینک تباہ 2 فوجی ہلاک، جب کہ 2 مزید زخمی ہوئے۔ واضح رہے کہ ناکام دشمن 'ہیلی کاپٹروں سے علاقے پر بم باری کررہا تھا، جنہیں مجاہدین نے نشانہ بنایا، جس سے ایک ہیلی کاپٹر تباہ اور عملہ سمیت متعدد اہل کار ہلاک ہوئے۔ گزشتہ ڈیڑھ مہینے میں کٹھ پتلی انتظامیہ کا یہ دوسرا ہیلی کاپٹر ہے جو صوبہ غور میں نشانہ بن رہی ہے۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع شاولیکوٹ میں کخ کے علاقے میں مجاہدین نے 6 فوجی کو لیزر گن سے نشانہ بنا کر مار ڈالے۔

15نومبر:

☆صوبہ قندہار کے ضلع میوند میں گرماوک کے علاقے میں سپلائی کانوائے پر مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں 2 ٹینک تباہ اور متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

16نومبر:

☆صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک میں روستم خیل کے علاقے پر امریکی اور کٹھ پتلی کمانڈوز نے چھاپہ مارا، جنہیں مجاہدین کی شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور اس دوران مجاہدین نے سپیشل فورس اہل کاروں کے ہیلی کاپٹر کے نشانہ بنا کر مار گرایا اور اس میں سوار تمام اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر میں بولان کے علاقے میں مجاہدین نے کٹھ پتلی فوجوں کے متعدد مراکز و چوکیوں پر ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں 2 چوکیاں فتح اور 12 فوجی ہلاک، جب کہ دیگر فرار ہوگئے۔

مجاہدین نے ایک رینجر گاڑی، ایک کرولا کار، 2 ہیوی مشن گنیں، ایک رکٹ اور 9 کلاشنکوفوں سمیت مختلف النوع فوجی ساز و سامان بھی غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ سرپل کے صدر مقام سرپل شہر میں مربوطہ بلغلئی کے علاقے میں واقع کٹھ پتلی فوجوں اور پولیس اہل کاروں کے مراکز و چوکیوں پر ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے کارروائی کی گئی۔ جس کے نتیجے میں 7 اہل کار ہلاک، جب کہ 13 زخمی ہوئے۔

17نومبر:

☆صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب میں نوروز خیل کے علاقے میں گشتی پارٹی پر ہونے والے دھماکہ سے 4 فوجی ہلاک ہوگئے۔

☆صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب میں شیر خیل کے علاقے میں مجاہدین نے پولیس ٹینک کو 82 ایم ایم توپ کا نشانہ بنا کر تباہ کر دیا اور اس میں سوار 3 اہل کار ہلاک ہوگئے۔

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر میں سپینہ کوٹہ کے علاقے میں واقع فوجی مراکز پر مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ کی نصرت سے تینوں مراکز فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں نے فرار کی راہ اپنالی۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع لشکر گاہ میں بولان کے علاقے میں نام نہاد کمانڈوز، کٹھ پتلی فوجوں اور مقامی جنگ جوؤں نے مجاہدین پر حملہ کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا، اور لڑائی چھڑ گئی، جس کے نتیجے میں ایک مرکز فتح اور 2 ٹینک، ایک رینجر گاڑی تباہ ہونے کے علاوہ کمانڈر آمین سمیت 10 اہل کار موقع پر ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار میں قرہ شیخ کے علاقے میں کٹھ پتلی فوجوں پر مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں 3 ٹینک، ایک رینجر گاڑی تباہ ہونے کے علاوہ جنگ جو کمانڈر عبدالرحیم سمیت 12 اہل کار قتل، جب کہ 10 زخمی ہوئے۔

18نومبر:

☆صوبہ سرپل کے ضلع صیاد میں کٹھ پتلی فوجوں کے مراکز پر مجاہدین نے حملہ کیا۔ جس سے دربند کا اہم اور وسیع علاقہ فتح، اور متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے 3 رینجر گاڑیاں، ایک کرولا کار، 80 عدد موٹر سائکل، 2 اینٹی ایئر گرافٹ گنیں، 2 ہیوی مشن گنیں، ایک مارٹر توپ اور ایک کلاشنکوف سمیت مختلف النوع فوجی ساز و سامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ پنجشیر کے ضلع پریان کے پولیس ہیڈ کوارٹر، تالاشی نامی چوکی اور عدالت پر راکٹوں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں پولیس ہیڈ کوارٹر میں تین فوجی گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ ایک پولیس اہل کار ہلاک 6 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ بلخ کے ضلع چمتال کے بلوچ اور امیر جبار کے علاقوں میں جب کہ ضلع چاربولک کے بیس پایکال کے مقام پر مجاہدین نے فوجی کارروان پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جو بیس گھنٹے تک جاری رہا، جس کے نتیجے میں 4 فوجی ہلاک جب کہ فوجی کمانڈر میجر ظاہر سمیت 4 زخمی ہونے کے علاوہ ایک فوجی رینجر گاڑی اور 2 ٹینک بھی تباہ ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں میر ہزار اور ڈبلو کے علاقوں میں واقع پولیس مرکز اور چوکیوں پر مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جو ایک گھنٹے تک جاری رہا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے میر ہزار نامی پولیس مرکز کا کنٹرول مجاہدین نے حاصل کرلیا۔ دوسری جانب تازہ دم اہل کاروں کو بھی مجاہدین نے نشانہ بنایا اور اس دوران 2 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ لڑائی کے دوران 23 پولیس اہل کار ہلاک جب کہ 10 زخمی اور مجاہدین نے ایک فوجی ٹینک، ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن، پانچ کلاشنکوفیں، ایک ہیوی مشین گن اور مختلف النوع فوجی ساز وسامان غنیمت کرلی۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع بکو میں قندہار-ہرات شاہراہ پر واقع پولیس ہیڈ کوارٹر میں تعینات رابط اہل کاروں کے تعاون سے مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا، جس سے اللہ کی فضل سے پولیس ہیڈ کوارٹر فتح اور پولیس چیف گل احمد خان، انٹیلی جنس چیف اور 3 افسروں سمیت 20 اہل کار ہلاک ہوئے جب کہ 2 رینجر گاڑیاں بھی تباہ ہوئیں۔ مجاہدین نے ایک ہیوی مشن گن، ایک راکٹ لانچر، ایک اینٹی ایئر گرافٹ گن اور 28 کلاشنکوفوں سمیت ایک کار بھی غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع پشتکوہ میں شہراہ پل نامی چوکی میں رابط مجاہدین نے وہاں تعینات پولیس اہل کاروں پر اندھادھند فائرنگ کی، جس سے چوکی فتح، 5 پولیس اہل کار قتل اور مجاہدین نے ایک رینجر گاڑی، ایک ہیوی مشن گن، ایک راکٹ لانچر اور 6 کلاشنکوفوں سمیت مختلف النوع فوجی ساز وسامان غنیمت کرلیا۔

19 نومبر:

☆صوبہ فراہ کے ضلع فراہ رود میں پمبو کے علاقے میں واقع پولیس چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے ٹینک تباہ اور 5 پولیس اہل کار ہلاک، جب کہ 6 زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ہیوی مشن گن سمیت مختلف النوع فوجی ساز وسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع پشتون کوٹ میں 5 جنگ جوؤں نے مجاہدین کے مخالفت سے دست برداری کا اعلان کیا۔

20 نومبر:

☆صوبہ بدخشان کے ضلع بہارک میں بہارک بازار میں مجاہدین نے پولیس اہل کاروں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 4 اہل کار ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانی میں امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی دعوت کو لبیک کہتے ہوئے میں 13 سیکورٹی اہل کار مخالفت سے دست بردار ہوگئے۔

☆صوبہ لغمان کے ضلع علیشنگ میں جبون ڈگ کے علاقے میں کٹھ پتلی فوجوں کے کارروان پر مجاہدین نے حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں 3 فوجی ہلاک جب کہ 4 زخمی اور 2 ٹینک تباہ ہوئے۔

21 نومبر:

☆صوبہ قندھار کے ضلع میوند میں گرماوک کے علاقے میں بم دھماکوں سے 2 فوجی ٹینک تباہ اور ان میں سوار اہل کار ہلاک ہوگئے۔

☆صوبہ قندھار کے ضلع ارغستان میں وام کے علاقے میں یکے بعد یگرے دھماکوں سے ایک فوجی ٹینک اور ایک رینجر گاڑی تباہ اور ان میں سوار اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ خوست کے ضلع نادر شاہ کوٹ کے مرکز کے قریب اعلیٰ انٹیلی جنس سروس عہدے دار شیر علی جان کو مجاہدین نے مسلحانہ کارروائی کے نتیجے میں قتل کردیا۔

☆صوبہ خوست کے صدر مقام خوست شہر میں خونی خوڑ کے علاقے میں سریع فورس اہل کاروں کی گاڑی دھماکہ سے تباہ ہوئی اور اس میں سوار 3 اہل کار لقمہ اجل بن گئے۔

22 نومبر:

☆صوبہ لغمان کے ضلع علیشنگ میں شمرام اور ترنگ کے علاقوں میں مجاہدین اور کٹھ پتلی فوجوں کے درمیان چھڑنے والی لڑائی پانچ گھنٹے تک جاری رہی، جس کے نتیجے میں 3 اہل کار ہلاک جب کہ 4 زخمی اور ایک ٹینک بھی تباہ ہوا۔

☆صوبہ کابل میں کابل شہر کے گل باغ کے علاقے میں بم دھماکہ سے سپیشل فورس کے 2 اہل کار ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

☆صوبہ کابل کے ضلع بگرامی میں کارتہ نو کے علاقے میں وزارت کے اعلیٰ عہدے داروں کی گاڑی حکمت عملی کے تحت ہونے والے دھماکہ سے تباہ ہوئی اور اس میں سوار 4 اعلیٰ افسر ہلاک ہوگئے۔

23 نومبر:

☆صوبہ قندہار کے ضلع میوند میں گرماوک کے علاقے کے تولک کاریز کے مقام پر ہونے والے یکے بعد دیگرے بم دھماکوں سے 2 ٹینک تباہ اور ان میں سوار اہل کار ہلاک ہوگئے۔

24 نومبر:

☆صوبہ نورستان ضلع دوآب کا محاصرہ توڑنے والے فوجی کارروان پر شدید حملہ کیا، جس میں ایک فوجی ہلاک جب کہ 3 زخمی اور دیگر پسپا ہوئے۔

☆صوبہ خوست کے صدر رمقام خوست شہر کے خونی خوڑ کے علاقے میں مجاہدین کے حملے میں 2 فوجی مارے گئے۔

☆صوبہ پکتیکا کے ضلع اور گون میں منہ کنڈاو کے علاقے میں مجاہدین نے پولیس اور جنگ جوؤں کے کارروان پر ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا اور ساتھ ہی دشمن پر دھماکے بھی ہوئے، جس کے نتیجے میں فوجی گاڑی اور 3 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 5 اہل کار ہلاک جب کہ 6 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع فراہ رود میں ضلعی بازار کے قریب آپریشن کرنے والے فوجیوں پر حملہ ہوا۔ جس کے نتیجے میں ایک ٹینک تباہ اور اعلیٰ افسر سمیت 2 اہل کار قتل، 3 زخمی ہوئے جب کہ دیگر فرار ہوگئے۔

26 نومبر:

☆صوبہ قندہار کے ضلع شورابک میں مدرسہ کے علاقے میں فوجی قافلے پر ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے حملہ ہوا۔ جس کے نتیجے میں 3 ٹینک، ایک رینجر گاڑی تباہ اور متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین میں ضلعی بازار کے قریب واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے ایک چوکی فتح ہوگئی جب کہ دو چوکیاں تباہ کردی گئیں اور وہاں تعینات اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ زابل کے ضلع شملزئی میں قلعہ رشید کے علاقے قلعہ غلام معین الدین خان کے قریب کٹھ پتلی فوجوں پر حملے سے اہم اور مشہور کمانڈر حیات خان 2 محافظوں سمیت مارا گیا۔

27 نومبر:

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع چپرہار میں چاردہ، ڈاگ، سنگین، سپین مسجد، کنڈی باغ، بدیاخیل، غزوگاؤں، گرانک اور مست خیل گاؤں کے رہائشی 10 افغان فوجیوں نے حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مخالفت سے دستبردار ہوئے

28 نومبر:

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر میں مربوطہ بولان کے علاقے میں سپینہ کے مقام پر آپریشن کرنے والے فوجیوں اور پولیس اہل کاروں پر مجاہدین نے حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں ایک ٹینک تباہ اور 12 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ جب کہ دیگر فرار ہوگئے۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع نیش میں کوتل فاج کے علاقے میں واقع مقامی جنگ جوؤں کی چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 3 چوکیاں فتح اور وہاں تعینات اہل کاروں میں سے 23 جنگ جو ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ایک رینجر گاڑی، 2 موٹر سائیکل، 3 ہیوی مشن گنیں، 2 راکٹ لانچر، 19 کلاشنکوفیں اور 4 پستولوں سمیت مختلف النوع فوجی ساز وسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر میں شوالگاہ کے علاقے میں واقع کٹھ پتلی فوجوں کی چوکیوں پر مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا۔ جس سے ایک چوکی فتح اور اہم کمانڈر سمیت 10 اہل کار قتل۔ مجاہدین نے ایک ہیوی مشن گن، 10 کلاشنکوفیں، ایک راکٹ لانچر اور ایک پستول سمیت مختلف النوع فوجی ساز وسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ کابل کے صدر مقام کابل شہر میں حلقہ نمبر 8 کے مربوطہ علاقے میں حکمت عملی کے تحت ہونے والے دھماکہ سے پولیس رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار 3 اہل کار زخمی ہوئے۔

☆صوبہ کابل کے صدر مقام کابل شہر میں دھماکہ سے انٹیلی جنس سروس اہل کاروں کی گاڑی تباہ ہوئی اور اس میں سوار ۵ مخبر ہلاک ہوگئے۔

29 نومبر:

☆صوبہ قندہار کے صدر مقام قندہار شہر میں مجاہدین نے پولیس چیف حاجی لالا کا اہم جاسوس آغا محمد کو مسلحانہ کارروائی کے نتیجے میں مار ڈالا۔

☆صوبہ بادغیس کے ضلع مرغاب میں موریچاق کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی ہیلی کاپٹر کو اینٹی ایئر کرافٹ گن کا نشانہ بنا کر مار گرایا، جس کے نتیجے میں ظفر فوجی چھاؤنی کور کمانڈر لیفٹننٹ جنرل محی الدین غوری، انٹیلی جنس چیف اور صوبائی کونسل رکن سمیت 11 اہل کار ہلاک ہوئے۔ واضح رہے کہ رواں سال میں دشمن کے 13 ہیلی کاپٹر، دو ایف 16 امریکن طیارے اور سات امریکن ڈرون طیارے مجاہدین نے ملک کے مختلف علاقوں میں مار گرائے۔

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر کے توحید آباد کے علاقے میں اور دوپہر کے وقت روضہ کے قریب مجاہدین نے ایک جنگ جو اور ایک پولیس اہل کار کو مسلحانہ کارروائی کے نتیجے میں مار ڈالے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں سینی کے علاقے میں مجاہدین نے سپیشل فورس اہل کاروں کے کارروان پر حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں دو اہل کار ہلاک اور ایک ٹینک بھی تباہ ہوا۔

☆صوبہ خوست کے صدر مقام خوست شہر میں خوست بازار کے قریب انٹیلی جنس سروس اہل کاروں کی رینجر گاڑی پر ہوا، جس سے گاڑی تباہ اور اس میں سوار اہل کاروں میں سے تین 3 موقع پر ہلاک جب کہ 3 زخمی ہوئے۔

30 نومبر:

☆صوبہ قندہار کے ضلع نیش میں نیش ناوہ اور درہ نور کے علاقوں میں واقع مقامی جنگ جوؤں کے اہم مرکز اور چوکیوں پر مجاہدین نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے وسیع حملہ کیا،

جس کے نتیجے میں اہم مرکز، 7 چوکیاں اور درہ نور کا وسیع علاقہ فتح ہونے کے علاوہ 25 اہل کار ہلاک اور مجاہدین نے 25 عدد ہلکے و بھاری ہتھیار غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع نیش میں کٹھ پتلی فوجیوں نے ان مراکز پر حملہ کیا، جو منگل کے روز مجاہدین نے فتح کیے تھے، جس پر مجاہدین کے جوابی حملے سے ٹینک تباہ ہوا اور اس میں سوار پولیس چیف کمانڈر نیاز و سمیت متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی، جب کہ دیگر فرار ہو گئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں مرکز کے قریب یخچال کے علاقے میں فوجیوں پر حملہ اور دیکے بعد دیگرے دو دھماکے ہوئے، جس سے 2 ٹینک تباہ اور 11 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین میں چرخکیان کے علاقے کے ماندہ کے مقام پر مجاہدین نے 3 فوجیوں کو سنائپر گن سے مار ڈالا۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں نہر سراج کے شیندک ماندہ کے علاقے میں پولیس اہل کاروں پر حملہ ہوا، جس سے ایک ٹینک اور ایک گاڑی تباہ ہونے کے علاوہ 6 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں سپین ڈاک کے علاقے میں ہونے والے بم دھماکوں سے 2 ٹینک تباہ اور متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: مجاہدین کامیاب یا ناکام؟

امارت اسلامیہ موجودہ جہاد کے بارے میں کامیابی کی دہلیز پر پہنچ چکی ہے، کیوں کہ پے در پے فتوحات، مجاہدین کا اخلاص، افرادی قوت اور اتحاد، عوام کی بھرپور حمایت، اسی فی صد رقبے پر حکومت اور مدمقابل دشمن کی صفوں میں شدید اختلافات و مسلسل شکست اس بات کا ثبوت ہے کہ امارت کامیاب ہے۔ ہمیں امید ہے جلد باقی علاقوں پر بھی امن کا سفید پرچم لہرائے گا۔ اسلامی نظام نافذ ہو گا۔ استعماری قوتیں ذلت آمیز شکست سے دوچار ہو کر بھاگ نکلیں گی۔

اگر خدانخواستہ مجاہدین کے ہاتھوں کفریہ قوتوں کے مقدر میں شکست نہ ہو تو پھر بھی ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ مجاہدین کامیاب ہیں، کیوں کہ وہ راہِ حق کے سپاہی ہیں۔ ان کا مؤقف تعلیماتِ اسلامی کا عکاس ہے۔ موجودہ پُر فتن دور میں ان کا مشن بہت مقدس ہے۔ وہ جہاد جیسی سخت ترین عبادت میں مصروف ہیں۔ شہادت اور فتوحات ان کی تمنا ہے۔ انہوں نے صحیح راستے کا انتخاب کیا ہے۔ وہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے بلاعوض اپنی جانوں کی قربانیاں دے رہے ہیں، جو بلاشبہ اللہ کے نزدیک بہت نیک عمل ہے۔ انہوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی ہے، جو کامیابی کی راہ ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے وہ کامیابی اور ناکامی کے حقیقی فلسفے سے آگاہی حاصل کریں۔

بشکریہ: الامارہ اردو ڈاٹ کام [امارت اسلامیہ افغانستان کی رسمی اردو ویب سائٹ]

☆☆☆☆☆

بقیہ: مجھے تم سے محبت ہے!

یا شیخ! ایک بھائی کی تحریر سوشل میڈیا پر پڑھی جس میں اس نے لکھا تھا مجھ سے کسی نے سوال کیا تم نے قید کے بعد بھی جہاد کیوں نہیں چھوڑا تو اس نے کہا:

"ایک رات جب مجھے بہت زیادہ ٹارچر کیا گیا تو درد سے نیند نہیں آ رہی تھی اسی رات کسی مجاہد کی بیوی اور بچے کو بھی قریبی زندان میں بند کیا تھا تو اس بچہ بار بار بابا بابا کہتا تھا آج جب بھی جہاد چھوڑنے کا سوچتا ہوں وہ الفاظ "بابا بابا" گونجنے لگتے ہیں اور جب دشمن کا خوف آتا ہے تو استاد احمد فاروق رحمہ اللہ کی زبان سے پڑھی قرآن کی وہ آیت جس ترجمہ ہے "کیا تم ڈر گئے حالانکہ اللہ زیادہ لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے" (مفہوم)... پھر نہ نرم بستر اچھا لگا، نہ گھر اور نہ سہولت کی زندگی"۔

اے میرے بھائیو! اے اہل ایمان! تم سب بھی ہمارے بھائی ہو... یاد رکھنا یہ اللہ کا دین کسی کا محتاج نہیں مگر رب کے ہاں سوال ہو گا کہ جب کفر سے دین کی ٹکر تھی تو تم نے کس کا ساتھ دیا... اللہ کے ہاں یہ عذر قبول نہیں ہو گا کہ ہم تو کسی ساتھ بھی نہیں تھی... یہ عذر صرف اور صرف جانوروں کا ہو گا کہ ہمیں تو عقل و فہم ہی نہیں تھی... آپ رب کی راہ میں ایک قدم بڑھیں رب آپ کے لیے راہیں کھول دے گا... یاد رکھنا ایمانی فولاد ایسا ہے جو زندان کی سلاخوں اور ظالموں کے ظلم سے زیادہ مضبوط ہے... ایمان والوں کی آپس کی محبت ہی کفر پر بھاری پڑتی ہے... مجھے رب سے گمان ہے کہ میرا رب ہمیں ایک بار پھر اکٹھا فرمائیں گے... قدم گھروں سے نکلنے کا جواز تم کو بلا رہا ہے...

میں دین کا ایک طالب علم ہونے کے ناطے سے اپنے سر کے تاج دین کے علمائے اکرام، طلاب، اور پاکستان کے ہر شخص سے سوال کرتا ہوں کہ اگر عافیہ بہن ہی قیامت کے دن ہمارے گریبان پکڑ لے کہ مجھ پر جو ظلم عظیم کیا گیا تم نے اس بارے میں میرے لیے کیا کیا؟ تمہاری زبانیں کیوں چپ ہو گئیں؟ آپ کی قلم نے میرے لیے کیا فتویٰ لکھا؟ آپ کی دینی حمیت کیوں نعروں تک محدود رہی؟ یہ تو ایک عافیہ بہن کا سوال ہو گا... کشمیر، فلسطین، افغانستان شام اور عراق میں ظلم بھی نظر نہیں آ رہا تو پھر اپنے ایمان کو جانچیں کہ اس کی لَو کم سے کم کیوں ہوتی چلی جا رہی ہے!؟

☆☆☆☆☆

جب سے جہانِ دل میں وہ آباد ہو گیا
ہر لحظہ زندگی کا بہت شاد ہو گیا
مجھ کو ستم گروں سے شکایت نہیں کوئی
میں آشنائے لذتِ بے داد ہو گیا
جو وقت بندگی کی حلاوت کا خاص تھا
افسوس !لہو ولعب میں برباد ہو گیا
جب عقل وفلسفہ ہوئے رہبر تو کیا کہیں
المختصر ! یہ فتنۂ الحاد ہو گیا
گمراہیاں ہی اس کے مقدر میں ہیں سدا
جو بھی حدودِ شرع سے آزاد ہو گیا
جس دم ذرا بیان کی تشریحِ لا الہٰ
برپا صنم کدوں میں اک فساد ہو گیا
ناموس مصطفیٰ ﷺ پہ شہادت جسے ملی
دونوں جہاں میں افضل العباد ہو گیا
حافظ ابن الامام

ظالم حکومت کے خلاف خروج... امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا کردار و عمل

جب خلیفہ منصور بغداد کی تعمیر میں مصروف تھا، انہی ایام میں مدینہ منورہ میں محمد بن عبداللہ نفس ذکیہ رحمہ اللہ اور بصرہ میں ان کے بھائی ابراہیم رحمہ اللہ نے خروج کیا۔ منصور اس بغاوت کو ختم کرنے کے لیے کوفہ آیا اور عیسیٰ بن موسیٰ کو مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ چونکہ اس حکومت کو ظالم حکومت تصور کرتے تھے اور امام صاحب کی رائے تھی کہ ظالم حکومت نہ صرف باطل ہے؛ بلکہ اگر صالح اور مفید انقلاب ممکن ہو، افراد مہیا ہوں، اور کوئی ایسا قائد ہو جس کے دین پر اعتماد کیا جاسکتا ہو تو ایسی صورت میں خروج کرنا واجب ہے۔ نفس ذکیہ کا تعلق حسنی سادات سے تھا؛ اس لیے مدینہ منورہ، عراق اور مختلف اسلامی خطوں میں لوگ ان کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے موقع غنیمت جان کر ابراہیم بن عبداللہ رحمہ اللہ کی کھل کر حمایت کر دی اور آپ رحمہ اللہ اس درجہ کی حمایت پر آمادہ تھے کہ آپ کے شاگردوں کو خیال ہو گیا کہ ہم لوگ باندھ لیے جائیں گے۔ امام صاحب رحمہ اللہ، ابراہیم بن عبداللہ رحمہ اللہ کا ساتھ دینے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی تلقین کرتے تھے۔ ابو اسحاق فزاری سے آپ رحمہ اللہ نے کہا تھا کہ "تیرا بھائی جو ابراہیم کا ساتھ دے رہا ہے، اس کا یہ فعل تیرے اس فعل سے 'کہ تو کفار کے خلاف جہاد کرتا ہے' افضل ہے"۔ اس قول کے صاف معنی یہ ہیں کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مسلم معاشرہ کے اندرونی نظام کی بگڑی ہوئی قیادت کے تسلط سے نکالنے کی کوشش باہر کے کفار سے لڑنے کی بہ نسبت بدرجہا فضیلت رکھتی ہے۔ ظالم حکومت کے خاتمہ کے لیے امام صاحب رحمہ اللہ کا حیرت انگیز کارنامہ یہ تھا کہ منصور کا نہایت معتمد جنرل حسن بن قحطبہ کو نفس ذکیہ اور ابراہیم کے خلاف جنگ پر جانے سے روک دیا۔ اس کا باپ قحطبہ وہ شخص ہے جس کی تلوار نے ابو مسلم کی تدبیر و سیاست سے مل کر سلطنت عباسیہ کی بنیاد رکھی۔ اس کے مرنے کے بعد یہ اس کی جگہ سپہ سالارِ اعظم بنایا گیا۔ منصور کو سب سے زیادہ اسی پر اعتماد تھا، لیکن حسن کوفہ میں رہ کر امام صاحب رحمہ اللہ کا گرویدہ ہو گیا اور امام صاحب رحمہ اللہ کے اشارہ پر اس نے جنگ میں جانے سے انکار کر دیا۔ امام صاحب رحمہ اللہ کی سیاسی بصیرت اور نفس ذکیہ کی اس درجہ حمایت سے منصور بھی تقریباً ناامید سا ہو چکا تھا؛ بلکہ وہ کوفہ سے راہِ فرار اختیار کرنے کے لیے تیز رفتار سواری کا انتظام بھی کر چکا تھا، اگر تقدیر عباسیوں کا ساتھ نہ دیتی تو یقیناً عباسی حکومت کا تختہ پلٹ دیا جاتا؛ لیکن تقدیر 'تدبیر پر غالب آگئی اور نفس ذکیہ اور ابراہیم شہید کر دیے گئے اور منصور اپنی حکومت بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس پورے واقعہ میں امام صاحب رحمہ اللہ کی سرگرمی کھل کر سامنے آجاتی ہے اور امام صاحب رحمہ اللہ کا سیاسی مسلک عملی طور پر نمایاں دکھائی دیتا ہے"۔

[امام ابو حنیفہؒ کی سیاسی زندگی: از مولانا مناظر احسن گیلانیؒ]